گونگی شرافت

رانا محمد حسن خاں

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on **020 3674 7909**

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week **DIAL 07792998973**

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey

Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00

Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973

Email: info@rhacs.co.uk

گونگی شرافت

(حصہ اوّل)

رانا محمد حسن خاں

جُملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	**گونگی شرافت**
مُصنّف	رانا محمد حسن خاں
ناشر	محمد ثاقب رشید (لندن)
معاونین	رانا عبدالصمد خاں، محمود الحسن خاں
سن اشاعت	اگست ۲۰۲۲ء
قیمت	------

رابطہ

2. London road sm4 5bq Morden.

E.mail. peshwaltd@gmail.com

Tel. 02036747909

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

سیاسی، معاشی اور سماجی ناانصافی کی بدولت دنیا بھر میں بسنے والے
دکھی، لاچار اور غربت کی چکی میں دن رات پسنے والے مفلسوں
اور دُعا گو شفیق والدین، بیوی بچوں کے نام

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	پیش لفظ	1
2	اسلامی نظام	3
3	مقدس آئین	8
4	بلغاریہ اور رومانیہ	11
5	خونی چوزے	13
6	ڈکٹیٹر کی رکھیل	16
7	قرآن کریم میں مرتد کی سزا	19
8	گورنر پنجاب چوہدری سرور	24
9	کی لاعلمی اور ۲۹۵ سی	
10	چیونٹی (The Ant)	31
11	سیاست زندہ باد	35
12	فرقہ واریت	36
13	ساون مسیح	42
14	دو احمدیوں کا قتل	46
15	تحریک قرامطہ کی تباہ کاریاں	48
16	انسانیت کے دشمن	56
17	کرپٹ نظام کی نماز جنازہ	60
18	گھریلو مکھی	62
19	قصر الزہرا	64
20	ظلم کی سزا	67
21	بلغاریہ (ضیاء اور کیمونزم کے مجوزہ	71
22	قانون مجریہ ۱۹۸۴ء میں مماثلت)	74
23	عمران کا وزیر خزانہ عاطف میاں؟	
24	کافرستان	78
25	بہو بڑھاپے کا سہارا	79
26	دن کو دھرنے، رات کو مجرے	84
27	ملالہ یوسف زئی اور علم کے دشمن	85
28	عظیم شہر بغداد	88
29	شہید	92
30	مسجد ضرار	93
31	ملٹری کورٹس کی حقیقت	98
32	سیاسی و مذہبی گدھے	103
33	پاکستان میں خانہ جنگی کا خطرہ؟	105
34	جہالت ایک موت ہے	108
35	ممکنہ تیسری عالمی جنگ	112
36	ہمارا سورج	116
37	دینی غیرت اور بے غیرتی	118
38	بھاری قیمت	119

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
39	ملیوامارک	121	59	ٹشو پیپر کے ٹکڑے	167
40	میانمار (برما) کی مظلوم اقلیت	122	60	دومرتبہ پھانسی	168
41	امام کعبہ شیخ خالد الغامدی	126	61	ممکنہ عالمی جنگ اور مسلمان	169
42	مذہب اور ریاست	129	62	مسلمانوں کا کردار وانجام	171
43	گدھے فروش وگدھے خور	130	63	نام نہاد مولوی اور سائنس	173
44	مولانا شبلی کی بے بسی	134	64	زندہ، جسد خاکی اور آسمان	178
45	ماہ رمضان میں اموات	136	65	تین فتوے اور واقعہ جہلم	179
46	ماں کا قتل	140	66	انسانوں پر رحم	181
47	بت پرستی کی ابتداء	142	67	تیس ارب ڈالر	183
48	نام بڑے اور درشن چھوٹے	145	68	اقتدار کی نہیں اقدار کی سیاست	184
49	ختم نبوت کانفرنس اور۔۔۔	149	69	یحییٰ بختیار اور اسلام	185
50	عام لیاقت 'مستند گناہ گار'	154	70	مسلمانانِ ہند اور مولوی	188
51	اشوکا	155	71	میری امت میں ایک وہ ہے	189
52	بس یونیورسٹی	157	72	اللہ کا کنبہ	190
53	اللہ اللہ۔رام رام	161	73	مساجد کمیٹیاں اور آئمہ مساجد	192
54	فنڈنگ اور رابطے	162	74	جاندار فیصلہ	194
55	۱۳ویں امن کانفرنس لندن	163	75	حقوق نسواں بل	198
56	اہل اسلام اور اہل ایران	164	76	بڑا جنازہ	200
57	ستارہ بروج اکبر	165	77	زنا، بندر اور رجم	202
58	مسجد راحیل شریف	166	78	سب سے بڑا دشمن	211

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

عاجز اپنے ربّ کا انتہائی شکر گزار ہے جس نے اپنے فضل واحسان سے ''گونگی شرافت'' لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ میرے اُن تمام کرم فرماؤں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے جنہوں نے گونگی شرافت کو زبان عطا کرنے اور شائع کرنے میں بھرپور تعاون فرمایا۔ عاجز اُن مصنفین کا بھی غائبانہ طور پر شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے جن کی قیمتی کتب سے عاجز نے موتی چُنے اور پھر ان سے کتاب کو آراستہ کیا ہے۔ خاکسار کی رفیقہ حیات محترمہ شگفتہ حسن صاحبہ نے بھی قیمتی مشوروں سے نوازا اور پرسکون ماحول فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی دین ودُنیا کی حسنات سے نوازے۔ آمین۔

''گونگی شرافت'' اس عاجز کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو جنوری ۲۰۱۴ء تا مارچ ۲۰۱۶ء تک پیشوا انٹرنیشنل لندن اور دیگر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس مجموعہ کا گونگی شرافت نام رکھنے کی وجہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سچ بولنے اور غلطیوں کی نشاندہی کو جرم سمجھا جانا بنا ہے۔ وطن عزیز کی بربادیوں اور ناکامیوں کی سب سے بڑی وجہ اشرافیہ کا گونگا ہونا ہے۔ عوام اور اشرافیہ کی گونگی شرافت نے جو گل کھلائے ہیں اس پر تمام قومی ادارے عالمی جگ ہنسائی کا باعث بن چکے ہیں۔ وطن عزیز میں بے شمار ایسے دانشور اور صحافی پائے جاتے ہیں جو بہت اچھی اچھی باتیں اور برے حالات وواقعات پر تبصرے بھی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن آپ کو کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی بار بار کی جانے والی عصمت دری پر سراپا احتجاج ہو اور یہ مطالبہ کرے کہ آئین پر لگے سیاہ دھبے صاف کر کے اسے اس کی اصل شکل میں بحال کیا جائے۔ اسی طرح جرنیلوں کی من مانیوں پر بھی سبھی کے لب خاموش ہیں، کوئی ان سے یہ نہیں کہتا کہ پاکستان صرف تمہارا نہیں، ہمارا بھی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں انصاف کا پھول بن کھلے ہی مرجھا چکا ہے، کوئی یہ نہیں کہتا کہ ایسے منصفوں کو جو انصاف فراہم نہیں کر سکتے انہیں انصاف کے ٹھیکیدار بننے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کرپٹ سیاستدان ایوانوں میں دندناتے پھرتے ہیں کوئی یہ نہیں کہتا کہ ان سے ان کی اوقات کے مطابق سلوک ہونا چاہیے۔ مولانا حضرات سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تم لوگوں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو کافرستان، منافقستان اور

پلیدستان بنا کرا تتنے لوگ مروا دیے ہیں کہ اب ملک ''قبرستان'' لگنے لگا ہے۔کوئی مولانا حضرات سے یہ نہیں کہتا کہ جو اسلام تم ہمیں پڑھا اور دکھا رہے ہو وہ ہمارے حبیب آقا رسول اللہ رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسلام نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ دانشور، صحافی، سیاستدان، جرنیل اور منصف ان مولانا حضرات کو واشگاف الفاظ میں بتاتے کہ اے ناہنجارو! تمہاری تمام کاروائیاں خلاف اسلام ہیں، الٹا ان کے ہاتھ میں توہین مذہب قانون نامی آئینی کلہاڑا تھما کر انہیں اپنے کندھوں پر بٹھا لیا۔کوئی نہیں کہتا کہ دن رات زندہ باد مردہ باد کہنے والے احمق ووٹرو! جو خواب سیاستدان، جرنیل اور مولانا حضرات دکھا رہے ہیں وہ دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں۔کوئی یہ بھی نہیں کہتا کہ ۷۵ برس میں جو گلا سڑا نظام دو کروڑ اٹھائیس لاکھ بچوں کو اسکول نہیں بھیج سکا اسے دفن کر دینا چاہیے۔

معزز قارئین! ''گونگی شرافت'' میں پیش کیے گئے سبھی مضامین میں وطن عزیز کے سلگتے مسائل کو اجاگر کرنے کی ایمان داری سے کوشش کی گئی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رہتے ہوئے بے لاگ تبصرے کرنا ممکن نہیں ہے مگر اب پاکستان میں بسنے والے مفلوک الحالوں کو لازماً لب کھولنے ہوں گے گونگی شرافت کے خود ساختہ بت توڑ کر سچ کا علم بلند کرنا ہی ہوگا ورنہ زندہ درگور ہوتے ہی رہیں گے۔ اشرافیہ کو اپنا قبلہ درست کر کے اپنے یارانے کرپٹ عناصر سے توڑ کر عوام کے شہری حقوق کے لیے آواز بلند کرنا ہی ہوگی ورنہ اشرافیہ کو بھی جب طوفان اٹھے گا تو تنکوں کی طرح بہالے جائے گا۔

امید ہے کہ معزز قارئین کو عاجز کی یہ ادنیٰ سی کاوش پسند آئے گی۔ ہر انسان سے غلطیاں سرزد ہوجایا کرتی ہیں۔یقیناً اس عاجز سے بھی نادانستہ طور پر اس کتاب میں غلطیاں ہوئی ہوں گی۔امید ہے قارئین درگزر فرمائیں گے۔یقیناً نشان دہی کی صورت میں اصلاح بھی ہوجائے گی۔

رحیم و کریم ربّ کائنات میرے وطن اور ہم وطنوں کو سیدھا رستہ اور شادمانی عطا فرمائے۔

آمین یاربّ العالمین

طالب دُعا

رانا محمد حسن خاں

اسلامی نظام

لب پہ قومی مفاد کی باتیں | دِل میں شر و فساد کی باتیں
جو نمازیں اکٹھی پڑھ نہ سکیں | وہ کریں اتحاد کی باتیں

جب قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے نام سے آزاد ملک حاصل کرنے کے لئے تحریک چلائی تو جہاں مسلمانوں نے قائداعظم کا غیر مشروط طور پر ساتھ دیا وہیں ایسے مسلمان مذہبی راہنما بھی تھے جو تحریک آزادی کے مخالف تھے۔قائداعظم جانتے تھے کہ یہ نام نہاد مذہبی راہنما تفرقے کو پسند کرتے ہیں اور مذہب کو آڑ بنا کر عام لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنا چاہتے ہیں۔چنانچہ جب ایک مرتبہ علماء حضرات نے قائداعظم سے کہا کہ آپ نماز کے وقت پنڈال میں باجماعت نماز ادا کرنے کا اہتمام کیا کریں۔اس پر آپ نے فرمایا کہ۔ ’’نماز کی اہمیت سے مجھے انکار نہیں لیکن آپ کی تجویز میں مجھے ایک خطرہ نظر آتا ہے۔اور وہ یہ کہ نماز باجماعت میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔اگر میں خود امامت کے لئے کھڑا ہو جاؤں تو شاید یہ تمام حاضرین میرے پیچھے نماز پڑھ لیں۔لیکن میں اپنے آپ کو اسکا اہل نہیں سمجھتا۔اسکے بعد سوال یہ پیدا ہوگا امام کسے بنایا جائے۔ اگر امام دیوبندی ہوگا تو بریلوی حضرات اسکے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیں گے۔اور یہی صورت بریلوی کی بجائے دوسرے امام کے پیچھے پڑھنے میں پیدا ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں یہ ہوگا کہ ایک پنڈال میں مختلف جماعتیں کھڑی ہو جائیں گی۔اس سے غیر مسلموں کے سامنے اُمتِ مسلمان کے اختلاف نمایاں ہو جائیں گے۔اور وہ کہیں گے کہ جو قوم ایک امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتی وہ ایک متفقہ علیہ اسلامی ریاست کیسے قائم کرے گی۔اس وقت تو آپ مجھے معاف فرمائیں آئندہ دیکھا جائے گا۔‘‘

نام نہاد علماء کی مندرجہ بالا روش آج تک قائم ہے بلکہ ترقی کی نئی منازل طے کر رہی ہے۔قائداعظم نے گیارہ ستمبر والی تقریر میں پاکستان کے مستقبل کی تصویر کشی کر دی تھی۔(۲۳ مارچ ۲۰۱۴ء کو اس تقریر کے متعلق منور حسن نے کہا ہے کہ صرف ایک تقریر کو لے کر ہی نہ بیٹھ جائیں) قوم کو بتا دیا تھا کہ ریاست کے تمام شہریوں کو بلاتفریق مذہب وملت تمام شہری حقوق حاصل ہوں گے، ریاست ان کے مذہبی تشخص سے کوئی

سروکار نہیں رکھے گی، وہ مسجد، مندر اور گرجا گھروں میں اپنی عبادات کرنے میں آزاد ہوں گے۔ دوسری طرف وہ نام نہاد مذہبی راہنما جو پاکستان کو پلیدستان کہا کرتے تھے، پاکستان بنتے ہی ناکام حسرتوں کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے اور ہوس اقتدار جیسی منحوس بدبودار خواہش لئے ہوئے، پاکستانیوں کا امن وسکون غارت کرنے کے لئے پاکستان میں وارد ہوگئے۔ آتے ہی قائداعظم کے پاکستان کی بربادی کا سامان قرارداد مقاصد کی صورت میں کردیا۔ پاکستانیوں کو مسلمان بنانے اور انہیں اسلامی نظام کا تحفہ دینے کے چکر میں پاکستانیوں جیسی عظیم اور محبّ وطن قوم کو دہشت گردوں کے حوالے کردیا ہے۔ اور ان تفرقہ بازوں کی اسلامی نظام لانے کی خواہش کے متعلق جناب عطاالحق قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ ''اسلامی نظام کا نفاذ اور اس نوع کے دوسرے وعدے تو برس ہا برس سے سیاسی اور دینی جماعتوں کا وجود قائم رکھے ہوئے ہے۔ اسلامی نظام کے قیام کا وعدہ جس کے بارے میں خود دعویٰ کرنے والوں کو بھی یقین ہے کہ یہ وعدہ ان کی زندگی میں کیا، اللہ میاں کی زندگی میں بھی پورا نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ میاں کو پتہ ہے کہ یہ کون سے اسلامی نظام کی بات کر رہے ہیں۔'' ایک دوسرے موقع پر آپ لکھتے ہیں کہ ''ہم نے اسلام کے خوبصورت چہرے پر مذہبی جنونیت کا تیزاب پھینک کر اسے مسخ کردیا ہے جن لوگوں نے تنگ دلی کی یہ آگ بھڑکائی ہے ان سے یہ آگ بجھانے کی توقع نہ کریں بلکہ اسلام کے سچے عاشق آگے بڑھیں اور اسلام سے بیزار ہوتی ہوئی نئی نسل کو بتائیں کہ اصل اسلام وہی ہے جو خدا نے رسولؐ پر اتارا اور حضورؐ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں جس کی عملی شکل سامنے آئی۔ موجودہ اسلام چند سنگدلوں کی تخلیق ہے۔'' پھر فرماتے ہیں اور درست فرماتے ہیں ''کیا آپ کو علم ہے کہ جماعت اسلامی ملک میں ''اسلامی نظام'' کا نفاذ چاہتی ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی جماعت ''اسلامی نظام'' نہیں ''نظام مصطفیٰ'' کے نفاذ کی خواہش مند ہے۔ مولانا طاہر القادری متذکرہ دونوں نظام نہیں چاہتے بلکہ وہ ''مصطفوی انقلاب'' برپا کرنا چاہتے ہیں۔'' لطف کی بات ہے کہ ''اسلامی نظام'' جیسی نہ پوری ہونے والی خواہش کا اظہار کرنے والے ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں۔ مولانا کوثر نیازی اپنی کتاب اور لائن کٹ گئی میں لکھتے ہیں کہ ''ایک دفعہ پی۔ این۔ اے کے تضادات کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کی غرض سے میں نے ایک جلسہ عام میں چیلنج دیا کہ اگر یہ لوگ نظام مصطفیٰ کے نفاذ میں اتنے ہی مخلص ہیں اور اس کا اتحاد بھی خلوص نیت پر مبنی ہے۔ تو

مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی محمود کے پیچھے نماز ادا کر کے دکھائیں اور پھر اس کی قضا بھی ادا نہ کریں۔(یہ وار بہت سود مند ثابت ہوا تھا۔کیونکہ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی امامت میں نماز پڑھنا گناہ جانتے تھے۔ ۲۰۰۹ء میں سرگودھا میں اتحاد بین المسلمین کانفرنس کے موقع پر اذان مغرب کے بعد تمام فرقوں کے علماء کرام الگ الگ نماز مغرب ادا کر کے اتحاد بین المسلمین کا نمونہ عوام کے سامنے پیش کیا۔مولانا شاہ احمد نورانی نے مولانا سمیع الحق کے متعلق بیان دیتے ہوئے کہا تھا''وہ ایک کروڑ روپے، رائیونڈ میں زمین کے ٹکڑے اور سینٹ میں ایک سیٹ کے وعدے کے لالچ میں آ کر نواز شریف سے جا ملے۔''جواب میں سمیع الحق نے کہا''ان لوگوں نے شہباز شریف سے دس لاکھ روپے وصول کئے ہیں۔'' (نوائے وقت ۲۵ مئی ۱۹۹۳ء صفحہ ۶)

اور اسلامی نظام کا نعرہ لگانے والوں ہی کے متعلق جناب نذیر ناجی لکھتے ہیں:۔

''نفاذ اسلام کا نعرہ سب سے پہلے جنرل یحییٰ خان کے دور حکومت میں لگا۔اور اندازہ تھا کہ بڑی تعداد میں مذہبی جماعتیں اسمبلی میں آئیں گی۔جب انتخابی نتائج سامنے آئے تو اسلام کے نام پر ووٹ مانگنے والوں کا صفایا ہو گیا۔بھٹو صاحب اچھی طرح ایک موثر اور مستحکم حکومت چلا رہے تھے۔مذہبی جماعتوں کے ایک چھوٹے سے گروہ نے احمدیوں کے خلاف تحریک شروع کی۔خُدا جانے بھٹو صاحب کو کیا سوجھی کہ اُنھوں نے پہلی مرتبہ (۱۵۰۰سال میں) کسی جمہوری ملک کے آئین میں شہریوں کے مذہب کے بارے میں فیصلہ دے دیا کہ کون مسلمان ہے اور کون مسلمان نہیں ہے؟ اس کے بعد بھی قومی اتحاد شکست کھا گیا۔بھٹو کے بعد ضیاء الحق نے اسلام کے نعرے سے امریکیوں کے پیسے اور اسلحے سے مجاہدین کی مدد کی۔اب تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ اگلے انتخابات کی تیاری کا حصہ ہے۔''ڈاکٹر اسرار نے فرمایا تھا کہ''ہمارے ہاں تو یہ ہوتا ہے کہ ہر مذہبی جماعت کسی سیکولر جماعت کے ساتھ جڑ جاتی ہے لیکن دو مذہبی جماعتیں آپس میں نہیں جڑتیں۔''

حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلامی نظام کے خواہش مند اکٹھے کھانا کھاتے ہیں، تصویریں بنواتے اور نماز علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں۔

قرارداد مقاصد کی ناکامی، ۱۹۵۳ء میں برپا کی جانے والی شورش کی ناکامی، ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں ذلت آمیز ناکامی، آئین میں اسلامی شقیں شامل ہونے کے باوجود عوام کا انہیں عزت نہ دینا، ضیاء الحق کی

جانب سے اسلام پسندی کے منافقانہ نعرے تو فضاؤں میں گونجتے رہے اور آمر کی جانب سے مولویوں کی ڈینگیانہ خواہش کو پورا کرنے کے لئے نت نئے آمرانہ آرڈیننسوں کا اجراء تو ہوتا رہا، مگر اقتدار حاصل کرنے میں ناکام رہنا، اسلام کے ٹھیکیداروں کے لئے عذاب بن چکا ہے۔ان ناکامیوں اور نامرادیوں نے نام نہاد مولویوں کوایسا جھٹکا دیا ہے کہ وہ ہوش وہواس سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔ ناکام خواہشوں اور نامراد حسرتوں کی لاشیں اٹھانے والے جنون کی آخری منزل تک پہنچ چکے ہیں۔ ہوس اقتدار نے انہیں خونی درندے بنا دیا ہے ۔اب وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں بسنے والے ان تمام افراد کوسزا دیں جو ان کے اقتدار کے ایوانوں تک پہنچنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔اب تک ۷۰ ہزار پاکستانی اپنی مزاحمت اور شرافت کی قیمت ادا کر چکے ہیں۔حیف صد حیف ان حکمرانوں پر جو ان معصوم افراد کی لاشوں پر بیٹھ کر مذاکرات کا راگ آلاپ رہے ہیں۔ چند مٹھی بھر دہشت گرد جو اسلامی اور سیاسی کہلانے والی اقتدار کی بھوکی جماعتوں کی شہہ پر معصوموں کے گلے کاٹ رہے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا ظالمانہ عمل انہیں کے گلے پڑے گا، دنیا وآخرت ان کے لئے عذاب بن جائے گی۔''اسلامی نظام'' کے کھوکھلے نعرے کو چھوڑ کر حقیقی اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو اسلامی بنانے کی کوشش کرنا ہی شریعت محمدیؐ کی اصل ہے۔''مولانا'' عبدالعزیز کا اسلامی نظام ہو یا ''مولانا'' سمیع الحق یا کسی اور ''مولانا'' کا اسلام ہو وہ رد کئے جانے کے لائق ہے بلکہ اسے دیوار پر دے مارنا چاہیئے ۔ سینے سے لگائے جانے کے قابل وہ اسلام ہے جسے رسول خدا ﷺ نے ہمیں خود عمل کر کے بتایا۔اور وہ اسلام ہمیں انسانیت، اعلیٰ اخلاق، قوت برداشت، عاجزی، انکساری، رواداری، ملنساری، محبت، حیا، امن و آشتی اور اتحاد کی تعلیم دے کر ہمیں ایک دوسرے کے بھائی بناتا ہے نہ کہ دشمن۔ہمیں ہمارا اسلام بتاتا ہے کہ قتل وغارت گری شیطانی گروہ کی من پسند کاروائیوں میں سے ایک غلیظ کاروائی ہے۔ہمیں ہمارا اسلام بتاتا ہے کہ ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کا قتل ہے۔ہمیں ہمارا اسلام بتاتا ہے کہ مذہب اسلام سراسر سلامتی کا مذہب ہے ۔ہمیں ہمارا اسلام سکھاتا ہے کہ صرف خدا سے مانگو اور اسی سے مدد مانگو۔سب قدرتوں کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے، اللہ ہی سے ڈرو۔ ہمارا اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے سے ہی ہماری نجات ممکن ہے۔

اگر حکومت وقت کی دوغلی پالیسیوں کا جائزہ لیا جائے تو ایک حقیقت تو واضح طور پر نظر آتی ہے کہ نواز شریف ہر حالت میں پانچ برس حکومت کرنا چاہتے ہیں بے شک پانچ برس بعد ان کی حکومت کے ساتھ ہی پاکستان کا شیرازہ بھی بکھر جائے۔حکومت وقت اور دوسری مذہبی و سیاسی جماعتوں (چند جماعتوں کے علاوہ) سے اپیل کرنے کو دل نہیں مانتا کہ وہ ظاہری اور باطنی طور پر دہشت گردوں کی ترجمان بن چکی ہیں۔ صرف فوج ہی ایک ایسا ادارہ ہے جو اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ ان تمام منفی قوتوں کو ملیا میٹ کر دے جو اسلام اور پاکستان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگانے کے درپے ہیں۔ہم پاکستان کی بہادر اور محبّ وطن فوج سے درخواست کرتے ہیں کہ فوری طور پر ایسا آپریشن شروع کیا جائے جو پاکستان کے تمام ٹیومر صفت دشمنوں کو بے دردی کے ساتھ نیست و نابود کر دے۔ الطاف حسین کی اُس اپیل پر بھی اگر عمل کرنا پڑے تو گریز نہ کیا جائے جس میں الطاف حسین نے کہا ہے کہ میں فوج سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان دہشت گردوں کا نہایت سختی سے خاتمہ کر دے، اگر حکومت وقت بھی اس آپریشن کی راہ میں روڑے اٹکائے تو اسے بھی ختم کر دیں۔ہم اتنا اضافہ کر دیتے ہیں کہ کرپٹ جرنیلی ٹولے کے ساتھ ساتھ ایسی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کو بھی ملیا میٹ کر دیا جائے جو دہشت گردوں کو سیاسی، مالی اور جذباتی مدد فراہم کرتی ہیں، اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پُر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

☆☆☆

منافقستان

عطاالحق قاسمی صاحب فرماتے ہیں کہ ’’پاکستان کا نام سیکولر اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھ دیا جائے۔‘‘

اگر قوم کے منافقانہ طرز عمل کی بنیاد پر ہی نام بدلنا چاہتے ہیں تو سیکولر اور اسلامی اور جمہوریہ اور پاکستان اتنا بڑا نام رکھنے کی کیا ضرورت ہے سیدھا سادھا نام ’’منافقستان‘‘ ہی رکھ دیا جائے،لیکن اس میں بھی ایک قباحت ہے کہ اس نام میں بھی ستان لگتا ہے اور بقول حسن نثار صاحب کے جہاں ستان لگتا ہے وہاں خیر کی خبر کم کم ہی آتی ہے۔مثلاً افغانستان، ترکمنستان، ازبکستان، قازقستان، قرغزستان اور پاکستان۔)

"مقدس" آئین

۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی آزادی کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو قوم کو ۱۹۷۳ء میں ایک متفقہ آئین دینے میں کامیاب ہوگئے۔اور ۱۹۷۴ء میں طاقت کے زعم میں یا اپنی کرسی کو مظبوط کرنے کے لئے اپنے ایک سیاسی فیصلے کو آئین کا حصہ بنا کر آئین کی بے حرمتی کی ایک ایسی بنیاد رکھ دی جس کے نتیجے میں آئندہ آنے والے حکمرانوں نے آئین کو اپنے گھر کی ایسی لونڈی بنالیا جسے کسی بھی مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا تھا۔اسی آئین کی ایسی تیسی کرتے ہوئے ضیاء الحق نے نا صرف بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا بلکہ بھٹو کو اپنے من پسند ججوں کے ذریعہ تختہ دار تک پہنچا دیا۔اور بڑی رعونت سے برسر اقتدار آتے ہی ترکی کے ایک اخبار کیہان انٹرنیشنل کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ " آئین دس صفحوں کی کتاب ہے جس کو میں پھاڑ بھی سکتا ہوں۔سیاست دان کُتّے ہیں جو میرے پیچھے دم ہلاتے ہوئے آئیں گے۔" پھر اسی ضیاء الحق نے ۹۶ مرتبہ آئین کی بے حرمتی کی اور اسمبلیاں اور جج حضرات بڑی بے شرمی سے اس ساری کاروائی کو نا صرف دیکھتے رہے بلکہ بدنام زمانہ آمر جنرل ضیاء الحق کی بے شرم کاروائیوں کا حصہ بننا بھی اعزاز خیال کرتے رہے۔

جب پیپلز پارٹی کے جیالے بھٹو کی موت پر مارے غم کے جل کر مر رہے تھے اور ملٹری کورٹس کی جانب سے ملنے والی سزائیں بھگت رہے تھے اور کوڑے کھا رہے تھے تب دوسری طرف بھٹو کے ستائے لوگ مٹھائیاں تقسیم کر رہے تھے اور جشن منا رہے تھے۔تیسری طرف نواز شریف ،ضیاء الحق کے آئین کی دھجیاں اڑانے پر پھولے نہ سما رہے تھے کہ آئین کی حرمت سے زیادہ انہیں اقتدار کی ہوس تھی۔جب ضیاء الحق طیارے کے حادثہ میں جل کر خاک ہوگئے تو اس آمر کے مظالم کا نشانہ بننے والوں نے شیرینیاں تقسیم کیں اور سجدہ شکر بجالائے مگر آئین کے نصیب میں عزت وآبرو سے اپنا وجود برقرار رکھنا سراب دکھائی دیتا تھا کیونکہ نواز شریف جنہوں نے آمر جنرل ضیاء الحق کی انگلی پکڑ کر سیاست سیکھی تھی نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ میں ضیاء الحق کے مشن کو جاری رکھوں گا۔عقل آنے پر نا صرف برسی میں جانا چھوڑ دیا بلکہ اعجاز الحق کو جسے بھائی کہتے تھے ناطہ توڑ لیا۔اور اپنے اس بیان کہ میں ضیاء الحق کے مشن کو جاری رکھوں گا،اپنی غلطی قرار دے دیا۔

پھر ضیاء الحق جیسے آمر کو آئین کی دھجیاں اڑانے جیسی جسارت پر ہار پہنانے والے بھی آئین کا حلیہ طاقت کے بل بوتے پر بگاڑتے رہے۔ دس سال تک سیاسی حکومتیں آئین کے نازک بدن پر ترامیم کا بوجھ ڈالتی رہیں۔ شاید آئین کو بھی عیاشی کی لت پڑ گئی ہے اسی لئے شاید اسی کے اشارے پر مشرف نے نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور آئین کو اپنی سر پرستی میں لے لیا اور اس آئین سے جی بہلانے کی قانونی طور پر چیف جسٹس پاکستان افتخار چوہدری سے تین برس کے لئے اجازت بھی حاصل کر لی۔ اگر مشرف غدار ہیں تو افتخار چوہدری بڑے مجرم ہیں کہ انہوں نے پی سی او کے تحت حلف اٹھایا اور مشرف کو تین سال کے لئے آئین کو پامال کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر مشرف آئین پر ایسے عاشق ہوئے کہ اسے نو سال تک اپنے جوتے کی نوک پر رکھا۔ ہائے بے چارہ آئین! آج پھر آئین سیاسی حکومت کے قبضے میں ہے، اٹھارہویں ترمیم نے بھی آئین کے نازک بدن بوجھ ہی ڈالا ہے اور عدالتیں اس کے ایک ایک انگ پر فریفتہ نظر آتی ہیں۔ پاکستان کا آئین ایک ایسی گدھی بن چکا ہے جس کے ناک میں سیاست دان، عدالتیں اور فوج اپنے نام کی نکیل ڈال کر اپنے گھر کی لونڈی بنانا چاہتے ہیں۔ آئین کی وہ شقیں جو عوام کی فلاح و بہبود کی طرف راہنمائی کرتی ہیں ان کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ آج کے حکمران جو ضیاء الحق کی پیداوار ہیں یہ کہتے نہیں تھکتے کے آمر مشرف کا جرم نا قابل معافی ہے۔ انہیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے کہ کیا وہ بھی آئین کے شکنجے میں آتے ہیں یا نہیں۔ اس مقدس آئین کے مطابق پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ معزز قارئین دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کریں یا خبریں سن کر فیصلہ کریں کیا پاکستان میں اسلام ہے اور کیا پاکستان میں جمہوریت ہے؟ کیا ایک مسلمان کہلانے والے کو اسلام، کافر کہنے کی اجازت دیتا ہے؟ مذہبی، لسانی اور علاقائی تعصّبات کی اسلام میں گنجائش ہے؟ اغواء برائے تاوان، بچوں سے زیادتی، زنا، لوٹ گھسوٹ، چہروں پر تیزاب پھینکنا، مسجدوں، گرجا گھروں اور دوسری عبادت گاہوں کو بموں سے اڑانا اور جلانا، جنازوں پر اور زائرین کی بسوں کو تباہ کرنا، ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی کرنا وغیرہ وغیرہ کیا اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ پاکستانی لولی لنگڑی، کرپٹ جمہوریت سے عوام دوست آمریت اچھی ہے۔ موجودہ حکومت کے غلط فیصلوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور یوں دکھائی دیتا ہے کہ ایک مرتبہ پھر سیاسی حکومت کی بساط الٹ دی جانے والی ہے۔ ''مقدس'' آئین پاکستان کا حلیہ اس قدر بگڑ چکا ہے کہ اسے کہنے

والے چیتھڑے اور ردی کے ٹکڑے سے تشبیہ دیتے ہیں۔یقیناً ہر وہ تحریر جس کے نتیجے میں عوام کو فائدہ پہنچے وہی مقدس کہلا سکتی ہے اس کے خلاف منحوس۔آئین کی بالادستی اور مشرف غدار ہے کا نعرہ لگانے والے اگر آئین کی شق ۶۲،۶۳ پر غور کریں اور نام نہاد سیاست دانوں کے افعال پر غور کریں تو شرم سے مر نہ گئے تو پانی پانی تو ضرور ہو جائیں گے۔اگر ان شقوں پر سختی کے ساتھ عمل کروایا جائے تو ننانوے فیصد لیڈر نا اہل قرار پائیں گے۔اسی آئین کا آرٹیکل ۹ پاکستان کے تمام شہریوں کو برابر کے حقوق عطا کرتا ہے۔اور ان کی جان و مال کی ضمانت دیتا ہے۔مگر حقیقت میں یہ خیال بھی ابھی سراب ہے۔اللہ ہمارے ملک پاکستان کو محفوظ رکھے اور عوام کو عقل دے تاکہ وہ کھوٹے کھرے کو پہچان سکیں۔اور خود ساختہ غلامی کی زنجیریں کاٹ دیں اور یہ کبھی نہ کہیں

قریب آؤ دریچوں سے جھانکتی کرنو
کہ ہم تو پا بہ رسن ہیں ، اُبھر نہیں سکتے

☆☆☆

شریعت اور انقلاب

مولوی منور حسن صاحب نے کہا ہے کہ:۔

''ہمیں مولانا فضل الرحمان کی شریعت اور انقلاب نہیں چاہیے۔''

اگر نہیں چاہتے تو نہ سہی، مولانا فضل الرحمان کو بھی آپ کے نفاذ شریعت جیسے انقلابی ایجنڈے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔یاد رہے دونوں پاکستان میں اسلامی نظام کے پرجوش حامی ہیں مگر اپنے اپنے انداز سے۔ویسے مولانا فضل الرحمان کی شریعت ہے کیا؟ اس کی ایک جھلک اس وقت دیکھنے کو ملی جب ایک صحافی نے ان سے پوچھا کہ حکیم اللہ محسود ہلاک ہوا ہے یا شہید؟ مولانا نے صاف کہہ دیا کہ ''امریکا اگر کسی کتے کو بھی ہلاک کردے تو میں اسے بھی شہید ہی کہوں گا۔'' مولانا ۱۲ جولائی ۲۰۰۷ء کو یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ:

''لال مسجد کے خلاف آپریشن میں قتل ہونے والے پاک فوج کے افسران اور اہلکاروں کو ''شہید'' نہیں کہا جاسکتا۔'' اس معاملہ میں مولوی منور حسن ان کے ہم خیال ہیں)

بلغاریہ اور رومانیہ

یورپین یونین میں شامل ہونے والے دوممالک بلغاریہ اوررومانیہ ان دنوں برطانیہ اورجرمنی میں موضوع بحث بنے ہوئے ہیں ۔ ان ممالک کے باشندوں کو یورپی لیبر مارکیٹ تک رسائی اور فریڈم آف مُوومنٹ کی اجازت مل جانے پر جرمنی اور برطانیہ میں گہری تشویش پائی جاتی ہے ۔ جرمنی میں بلغاریہ اور رومانیہ سے بڑی تعداد میں امیگرنٹس کے آنے پر بحث چھڑ گئی ہے۔ان نقل مکانی کرنے والوں کی ریکارڈ تعداد میں جرمنی آمد نے ڈرامائی شکل اختیار کر لی ہے ۔ جرمنی کے سیاست دانوں کے مطابق ان نقل مکانی کرنے والوں کی آمد سے بہت سے مسائل جنم لے سکتے ہیں ۔ برطانیہ سے تعلق رکھنے والے چند سیاستدان ان نقل مکانی کرنے والوں کو BENEFIT TOURISTS کہتے ہیں۔اسی طرح ان نقل مکانی کرنے والوں کو جرمنی میں MIGRANTS POVERTY کہاجارہاہے۔

جرمنی میں فریڈم آف مُوومنٹ کے متعلق یورپی یونین کے وضع کردہ قوانین پر بحث چھڑ گئی ہے ۔ کیونکہ جرمن سمجھتے ہیں کہ ان امیگرینٹس کی ملازمتوں تک رسائی اورسوشل سیکورٹی بینیفیٹس حاصل کرنے سے مسائل جنم لیں گے ۔ یادرہے کہ یورپین امیگرینٹس کسی بھی یورپین ملک میں رہائش رکھ سکتے ہیں ،انہیں کام کرنے اورسوشل سیکورٹی بینیفٹس لینے کی سہولت یورپین یونین دے چکی ہے ۔ یورپین ممالک کے باشندوں کو ہرطرح کی سہولت دینے کا ہر یورپی ملک پابند ہے ۔ برطانیہ میں بھی شدید تشویش پائی جاتی ہے ۔ یورپین یونین کے مطابق بعض یورپی ممالک معاملات کو غلط بیانی کر کے الجھارہے ہیں۔جیسا کہ برطانیہ کے ایک بڑے اخبار نے دعویٰ کیا تھا کہ برطانیہ میں نقل مکانی کرنے والے ٦ لاکھ افراد بیروزگار ہیں۔جبکہ حقیقت میں بتائی گئی تعداد کا دس فیصد حقیقت ہے باقی فسانہ ۔ یورپی یونین کے مطابق نقل مکانی کرنے والوں کی وجہ سے امیر مغربی ممالک کی معاشی حالت بہتر ہوئی ہے ۔

عام عوام بلغاریہ اوررومانیہ سے نقل مکانی کرنے والوں سے خوفزدہ نظر آتی ہے اوروہ سمجھتے ہیں کہ ان غریب ممالک سے آنے والے امن وامان کی صورت حال کوخراب کر سکتے ہیں ۔ کیونکہ انہیں خدشہ ہے کہ

چوری، جیب تراشی، جسم فروشی جیسی بدیاں بڑھیں گی اور بھیک مانگنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گا۔ بچے، عورتیں اور معذور افراد گلیوں میں بھیک مانگیں گے۔ان تمام خدشات پر پائی جانے والی تشویش اپنی جگہ پر اس کے برعکس یورپی یونین تمام یورپین افراد کو ایک دوسرے کا بھائی سمجھتی ہے اور چاہتی ہے کہ تمام یورپین افراد کو برابر کے حقوق دینے ضروری ہیں۔حقیقت بھی یہی ہے کہ بھوک و افلاس کا غم دور ہو جائے تو انسانیت کے جوہر انسان میں پیدا ہونے لگتے ہیں اور وہ تعلیم اور سوسائٹی کی مثبت تحریکات کے اڑن کھٹولے پر بیٹھ کر ان بلندیوں کو چھونے کے قابل ہو جاتا ہے جس تک رسائی اس کے لئے خالی پیٹ ناممکن ہوتی ہے۔ بہر حال یورپین ممالک کی یہ سوچ مثبت ہے کہ اپنے یورپین بھائیوں کو ہر قسم کی سہولیات پہنچانے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

غیر یورپی قوموں کو بھی چاہیے کہ یورپین یونین جیسی سوچ کو پروان چڑھائیں۔خاص طور پر مسلمان امیر ممالک کو اپنی دولت کو غریب ممالک کے بھوکے ننگے عوام کی فلاح کے لئے خرچ کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے۔سعودی عرب اور دوسرے تیل پیدا کرنے والے امیر عرب ممالک کو بھی ان غریب مسلمان بھائیوں کو اپنا بھائی سمجھ کر ہر طرح کی مدد پر کمربستہ ہو جانا چاہیے جو غربت اور جہالت کی وجہ سے بھوک سے بھی مر رہے ہیں اور دہشت گردی جیسی منحوس امن دشمن کاروائیوں میں بھی ملوث ہو رہے ہیں اور دہشت گردی کا شکار بھی بن رہے ہیں۔شنید ہے کہ سعودی عرب اور چند دوسرے عربی ممالک شام میں باغیوں کی مدد کر رہے ہیں، بھاری اسلحہ پاکستان سے خرید کر شام کے باغیوں کو دے رہے ہیں۔انہیں ایسی نفرت انگیز خونی کاروائیوں سے گریز کرنا چاہیے۔امیر مسلمان حکمرانوں کو، نفرتوں کو ایک طرف رکھ کر بھوک اور پسماندگی جیسے عفریت کی موت کا سامان کرنا چاہیے۔تعلیم اور ٹیکنالوجی سے اپنے غریب نونہالوں کو سرفراز کریں تاکہ آج کے بھوکے ننگے کل دنیا کی بھوک مٹانے والے بن جائیں۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے

ہوتا ہے جو شدت ہوس پر مبنی
تا مرگ وہ افلاس نہیں جاتا ہے

☆☆☆

خُونی چُوزے

آخر کار وہی ہوا جس کے بارے میں اہل عقل و دانش کہا کرتے تھے کہ اگر نام نہاد اسلامی مدرسوں میں پلنے والے خونی چوزوں کی پروڈکشن کو نہ روکا گیا تو یہ خونی چوزے اہل ملک کو لہولہان کر دیں گے۔ مدرسوں کے نام سے جو پولٹری فارم کھولے گئے تھے ان میں پروان چڑھنے والے کروڑوں خونی چوزے اس وقت پاکستان کے گلی کوچوں میں خونی کھیل کھیل رہے ہیں اور ان کی پھیلائی ہوئی گندگی کے غلیظ چھینٹے سبھی کے دامن کو ناپاک کر رہے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان چوزوں کی تمام اقسام کی پروڈکشن جاری ہے۔ اس وقت ان چوزوں کا کاروبار انتہائی پرکشش کاروبار بن چکا ہے۔ نام نہاد مولوی حضرات ان کے سب سے بڑے بیوپاری ہیں اور ان کے خریداروں میں سیاست دان، مذہبی جماعتیں، کالعدم مذہبی تنظیمیں، خفیہ ایجنسیاں، طالبان، دہشت گرد، جہادی تنظیمیں، لینڈ مافیا، ڈرگ مافیا اور دشمنان وطن کی خفیہ فوجی ایجنسیاں وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

افغان قوم کی روس کے خلاف مدد کے نام پر جو مجاہد پیدا کیے گئے تھے وہ اب پاکستان کی آزادی کے بھی متمنی ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہو اور یہ اسلامی نظام ایسا ہو جو ان کے مقاصد کو پورا کرنے والا ہو۔ میڈیا پر آنے کا موقع بھی ان عناصر کو حکومت نے مذاکرات کے نام پر مہیا کر دیا ہے اور اب ''مولانا'' عبدالعزیز جیسے لوگ بھی میڈیا کی طاقت سے لیڈر بنائے جا رہے ہیں۔ یہ وہی ''مولانا'' ہیں جو برقع پہن کر جامعہ حفصہ سے فرار ہوئے تھے۔ اس قسم کا پروپیگنڈہ ان دنوں میڈیا پر دیکھنے کو مل رہا ہے جس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ بہت سے لوگ سیاسی بدمعاشیوں اور دہشت گردانہ کارروائیوں سے عاجز آ گئے ہیں اور وہ طالبان کے جھوٹے سچے نعروں سے متاثر ہو کر طالبان کے حق میں آواز بلند کرنے جا رہے ہیں۔ شاید اسی طرح کے پروپیگنڈے کے متعلق جوش ملیح آبادی نے کہا تھا:۔

''پروپیگنڈے کی طاقت تو دیکھئے کہ دین و ملک کے چکر میں آ کر ہم اپنی انسانیت کو قطعاً فراموش کر چکے ہیں، اور یہ دیکھ کر بڑی بے پایاں حیرت ہوتی ہے کہ انسانیت کی اس اکائی میں سے، اعداد کا یہ جرار لشکر

کہاں سے نکل پڑا، عینیت کے اس چشمہ شیریں میں یہ غیریت کا زہر کس نے ملا دیا، اور اس کعبہ وحدت میں، یہ خنزیر شرک کیونکر داخل ہوگیا۔۔ بسوخت عقل زحیرت، کہ ایں چہ بوالعجبی !۔۔۔''

ہمارے سیاست دانوں کی بھی عجیب منطق ہے کہ وہ دہشت گردوں سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں اور کبھی آمروں کی گود میں بیٹھ کر اپنی دولت میں اضافہ کرتے رہتے ہیں اور عصر حاضر میں مذہبی جنونیوں کی نا صرف بیعت کر رہے ہیں بلکہ انہیں بھتہ خوری اور اغواء برائے تاوان جیسی منحوس وارداتوں کے لئے بھی استعمال کر رہے ہیں۔ جوشؔ نے ہی کہا تھا:۔

'' سرمایہ داری کا نظام ایک زبردست تن وتوش کی جونک کے مانند، عامۃ الناس کی گردن پر منہ گارے بڑے مزے لے لے کر ان کا خون چوس رہا ہے۔ اس منحوس نظام نے آنکھوں سے مروت لہجے سے نرمی خیالات سے ہمدردی اور دلوں کی دھڑکنیں چھین لی ہیں، اور ہوس کاروں کو ٹھوس چٹانوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ یقین فرمایئے کہ جب تک آدمی حجاج، ہلاکو، چنگیز، نادر، نیرو، ابن زیاد اور یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر لیتا سرمایہ دار صنعت کار بن ہی نہیں سکتا ۔۔ ۔۔۔ جب ان کے دستر خوان پر مرغ و ماہی کی قابیں چنی جاتی ہیں تو وہ اس تصور کی چٹنی چاٹ چاٹ کر اپنے کھانوں کی لذت اور بھی بڑھا لیتے ہیں کہ اس وقت لاکھوں آدمی روکھے سوکھے ٹکڑے کھا رہے ہوں گے اور راتوں کو جب وہ اپنے گرم ریشمی لحافوں میں دبک کر یہ سوچتے ہیں کہ اس وقت اللہ کے لاکھوں بندے، فٹ پاتھوں پر سردی سے اکڑ رہے ہوں گے، تو ان کے لحافوں کی گرمی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔''

(ایسے سرمایہ داروں اور خونی چوزوں کو ختم نہ کیا گیا تو بقول شیکسپیئر اگر آپ کی آنکھوں میں آنسو باقی بچے ہیں تو انہیں بہانے کے لئے تیار ہو جایئے۔)

جوشؔ نے ہی کہا تھا کہ:۔

'' اللہ اللہ یہ نوجوان بیواؤں کی ٹوٹتی چوڑیاں یتیم بچوں کی یہ کچھ ڈھونڈنے والی آنکھیں، نادار بیماروں کی یہ ابھری ہوئی پسلیاں، دولھاؤں کے زانوں پر یہ دلھنوں کی آخری ہچکیاں، براتوں کی یہ بھری ہوئی ڈوبتی کشتیاں، عاشقوں کے سامنے معشوقوں کی یہ الٹتی پتلیاں ۔۔۔ ماؤں کے آغوش میں یہ پھول سے بچوں

کے ڈھلکتے ہوئے منکے۔۔۔اور بوڑھے باپوں کے کاندھوں پر یہ جواں مرگ بیٹوں کے مچلتے جنازے۔۔‘‘

اگر جوش آج زندہ ہوتے تو ان الفاظ کو اپنے خون سے لکھتے کہ آج وطن عزیز کا کوئی فرد بھی ایسا نہیں ہے جس کے گھر کے دیوار و در نے اپنے خون سے نہانے والوں کا ماتم نہ دیکھا ہو۔ بوڑھے ماں باپ اپنے جوان بیٹوں کے جسموں کے کٹے، پھٹے اور جلے ٹکڑوں کو دیکھ کر ہوش کھو رہے ہیں، جوان بیویاں اپنے شوہروں کی بے وقت موت دیکھ کر مارے صدمے کے در و دیوار سے سر ٹکراتی ہیں اور بچے ان درندوں کی سفاکی دیکھ کر انسانوں سے ڈرنے لگے ہیں۔ بھوک، ننگ، جہالت نے بھی مسلمان کہلانے والوں سے مستقل رشتہ جوڑ لیا ہے۔اللہ رحم کرے۔

طالبان سے مذاکرات کرنا یا طالبان کا جنگ بندی کرنا صرف دھوکہ ہے۔آدم خور جن کو انسانی خون پینے کی لت ہو انہیں ہلاک کرنا ضروری ہوتا ہے) بزبان شاعر ہماری تو دُعا ہے کہ

جن کے سر منتظر تیغ جفا ہیں ان کو
دستِ قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق ملے

☆☆☆

خواتین پر مظالم

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ۲۰۱۳ء کے دوران عورتوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کے ہزاروں واقعات رپورٹ کئے گئے۔جس میں ۱۶ سو سات اغواء کے، ۹۸۹ گھریلو تشدد کے، ۵۸۰ آبروریزی کے، ۸۳ جسموں پر تیزاب پھینکنے کے اور ۷۱ وارداتیں عورتوں کو زندہ جلانے کی تھیں۔اس سال ۴۳۲ خواتین نے خودکشی کی، ۴۳۲ عزت و آبرو کے نام پر قتل کی گئیں اور ایک ہزار ایک سو بتیس وارداتیں عورتوں پر جسمانی تشدد کی ان کے علاوہ تھیں۔ بیان کردہ جرائم کی تعداد صرف ان رپورٹس سے حاصل کی گئی ہے جو متاثرین کی طرف سے تھانوں میں درج کروائی گئی تھیں۔ورنہ عورتوں پر ہر نوع کے تشدد کی کاروائیاں پاکستان کے اکثر گھرانوں میں روز کا معمول ہیں۔

ڈکٹیٹر کی رکھیل

نواز شریف اور ان کے بھائی انتخابی جلسوں میں کچھ اس طرح کے نعرے لگاتے رہے جن سے قوم کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ ن لیگ کی حکومت آنے کے بعد پاکستان میں امن وامان ہوگا، معیشت مظبوط ہونے کی وجہ سے دودھ کی نہریں بہنے لگیں گی، ہر گھر جنّت بن جائے گا، بجلی، پانی اور گیس کی فراوانی ہوگی، انصاف کا دوردورہ ہوگا، بیروزگاری کا خاتمہ ہوجائے گا، مذہبی فرقہ واریت بھائی چارے میں بدل جائے گی، دہشت گردی دم توڑ دے گی، لسانی اور علاقائی تعصّبات دور ہوجائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہوا یہ کہ حکومت ملتے ہی ان بھائیوں نے دکھائے گئے خوابوں کو سیاسی اور انتخابی نعروں کا نام دے کر من مانی کاروائیوں کا آغاز کر دیا ہے۔ ان کاروائیوں نے پاکستان کو نہ صرف لہولہان کر دیا ہے بلکہ اس میں بسنے والے کروڑوں افراد کو دہشت گردی جیسے موذی ٹیومروں کے حوالے کر دیا ہے۔ مذاکرات کی آڑ میں دہشت گردوں کو کھلی چھٹی دے دینے کی وجہ سے عوام الناس اور قانون کے رکھوالے دن رات خون میں نہا رہے ہیں اور انکے عزیز آنسو بہا رہے ہیں۔

رونا تو اپنی آنکھوں کا دستور ہو گیا
حق نے تو دی تھی آنکھ پہ ناسور ہو گیا

پاک فوج ایک ایسا ادارہ ہے جس کی وجہ سے پاکستان امید کی کشتی پر سوار منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اگر ہماری فوج سیاسی بونوں کی کارگزاریوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتی تو شاید پاکستان کا وجود ہی نہ رہتا۔ سابقہ چھ سالہ سیاسی حکومتوں کا دور اس بات کا شاہد ہے کہ فوج کے عمل دخل کی کمی اور جرنیلوں کی نااہلی نے دیگر تمام اداروں کو باغی کر دیا ہے۔ (ایسا جنرل شفاق کیانی کی خودغرضی اور نالائقی کی وجہ سے ہوا۔ یہی وہ جنرل ہے جس نے جسٹس چوہدری افتخار کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جنرل پرویز مشرف کے پاؤں کے نیچے سے قالین کھینچ کر نواز شریف اور زرداری جیسے نااہلوں کے ایوانوں تک پہنچنے کی راہ ہموار کی ہے) یہاں تک کہ دنیا نے مشاہدہ کیا ہے کہ ہماری سپریم کورٹ سوموٹو ایکشن لیتی رہی اور ایک آنکھ سے فیصلے

کرتی رہی ۔ چار ہزار سے زیادہ دہشت گرد پکڑے گئے مگر سزا ایک کو بھی نہ ہوئی ۔عرض یہ ہے کہ فوج ہی وہ واحد ادارہ ہے جسے عوام دوست سمجھا جاتا ہے ۔ ہر مصیبت کے وقت ، جب سیاسی لیڈر ریشمی لحافوں میں دبکے پڑے ہوتے ہیں ، یہ فوجی جوان مردانہ وار اپنے ہم وطنوں کو سکون پہنچانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں ۔ سابق جنرل پرویز مشرف پاک فوج کا ایک ایسا نڈر فوجی ہے جس نے اپنی زندگی کے پینتالیس سال قوم کی خدمت میں گزار دیے ۔حکومت وقت اور اس کے ٹکڑوں پر پلنے والے مشرف جیسے محبّ وطن ، بہادر اور ایماندار فوجی کو غدار ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں ۔لطف کی بات یہ ہے کہ آرٹیکل ۶ کی شق ۱ اور ۲ کو نظر انداز کر کے پرویز مشرف کو غدار ثابت کرنے کے لئے حکومت کی تمام مشینری سرگرم ہو چکی ہے ۔میڈیا کے حامد میر اور انصار عباسی جیسے اینکر پرسن جو سب کچھ جانتے ہیں وہ بھی جنرل صاحب کو پھانسی کے تختے پر دیکھنا چاہتے ہیں ۔ یہ نام نہاد صحافی جو ضیاء الحق کے بھی مداح تھے ،نواز شریف اور بے نظیر کے دوست بھی بن جاتے ہیں دشمن بھی ۔ یہی ابن الوقت لوگ جامعہ حفصہ کے مسئلے پر بار بار کہتے تھے کہ حکومت ان دہشت گردوں پر حملہ کیوں نہیں کرتی ؟ جب حملہ کر دیا گیا تو اس سارے آپریشن کو حکومت کی نالائقی قرار دے دیا۔ حکومت وقت اور اس کے حاشیہ نشین آئین کے آرٹیکل چھ کی شق ایک اور دو کو اس لئے سامنے نہیں لا رہے کہ اس کی زد میں نواز شریف اور بہت سے صحافیوں سمیت ہزاروں لوگ مشرف کے ساتھ موت کی سزا کے حق دار بن جاتے ہیں ۔۳ نومبر ۲۰۰۷ء کی ایمرجنسی جسے ابتر صورتحال میں بالکل جائز طور پر لگایا گیا تھا صرف اسی کو جواز بنا کر مشرف پر غداری کا مقدمہ دائر کیا گیا ہے ۔ حالانکہ مشرف کے سابقہ ساتھی چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ واقعہ ۱۲ اکتوبر کے مارشل لاء کا ہو یا ۳ نومبر کی ایمرجنسی کا ہم سب اس کا حصہ تھے ،اس لئے ہم پر بھی غداری کا مقدمہ چلایا جائے ۔۔۔۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مشرف کے دورِ حکومت میں عوام کو کسی حد تک چین وسکون میسر تھا۔ اس ضمن میں حسن نثار کہتے ہیں کہ :۔

’’پرویز مشرف بارے جو بھی جو کچھ بکتا رہے لیکن اسے کون جھٹلا سکتا ہے کہ اس نے ڈالر کو گریبان سے پکڑ رکھا تھا کیونکہ وہ ڈالروں کا سوداگر نہیں تھا فقط ’’آمر‘‘ تھا ۔ بقول ہمارے دوست قاضی آفاق ۔’’پرویز مشرف میں ایک ہی خامی تھی کہ وہ منتخب نہیں تھا اور اس کے بعد والوں میں ایک ہی خوبی ہے کہ وہ منتخب

ہیں۔’’حقیقت یہ ہے کہ پرویز مشرف کے دور کا ہزار روپے کا نوٹ آج ڈھائی سو روپے کا بھی نہیں رہا۔‘‘

یقیناً جنرل مشرف کا دور سیاسی حکومتوں سے ہزار گنا بہتر تھا۔آج وہی سونا جو مشرف کے دور میں ۱۲ ہزار روپے تولہ تھا،۵۵ ہزار روپے تولہ بک رہا ہے۔

یقیناً ۳ نومبر کی ایمرجنسی حالات کا جبر تھا۔یہ وہ دن تھے جب افتخار چوہدری من مانیاں کر رہے تھے اوران کی یہ من مانیاں پورے سسٹم کو متاثر کر رہی تھیں۔بعد کے حالات نے بھی ثابت کر دیا کہ اندھے قانون کے رکھوالے افتخار چوہدری ایک آنکھ سے فیصلے کرتے رہے۔اگر مشرف غدار ہیں تو افتخار چوہدری بڑے مجرم ہیں کہ انہوں نے پی سی او کے تحت حلف اٹھایا اور مشرف کو تین سال کے لئے آئین کو پامال کرنے کی اجازت دی تھی۔۔۔

بے نظیر عدالتوں کو کنگرو کورٹس کہا کرتی تھیں اور عاصمہ جہانگیر صاحبہ مشرف کے ٹرائل کو کنگرو ٹرائل کہہ رہی ہیں۔افتخار چوہدری ۲۰۰۶ء میں کہہ رہے تھے کہ آئین سے کسی کو انحراف نہیں کرنے دیں گے کوئی خوش ہو یا ناراض۔اور خود آئین کے خلاف ایک آمر کی وفاداری کا حلف اُٹھائے بیٹھے تھے اور ایک آمر کے جاری کردہ آرڈیننسوں پر سوموٹو ایکشن لینے کے لئے تیار نہیں تھے۔

نام نہاد مقدس عدلیہ کے متعلق عرفان صدیقی صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

’’یہ قصہ ہے ۲۰۰۱ء کے وسط کا جب آئین کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں،قانون کی آنکھوں پر پٹی اور ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈلی تھی اور آئین اور قانون کی محافظ عدلیہ۔ایک بدمست ڈکٹیٹر کی رکھیل کا کردار ادا کر رہی تھی۔‘‘

آمریت کا راستہ روکنا ضروری ہے تو تمام آمروں اوران کا ساتھ دینے والوں کو بھی کیفر کردار تک پہنچانا ضروری ہے۔فرد واحد کے خلاف کاروائی کرنا انصاف کا خون کرنا ہوگا۔

☆☆☆

بت گونگی شرافت کا اب توڑ دو تم مل کر | اب بولو بھی منہ میں تمہارے انگارہ نہیں
بیوی بچوں کی ترسی نگاہوں میں رنگ بھرو | اُٹھو اور کہہ دو یہ آئین ہمارا نہیں

قرآن کریم میں مُرتد کی سزا

طالبان نواز انصار عباسی نے کہا ہے کہ ریاستوں میں عقیدے کی آزادی کے نام پر اسلام کی مُرتد کی سزا کو ظالمانہ قرار دیا گیا۔ نیز عقیدے کی اہمیت کو ایک کھلونے سے زیادہ نہیں سمجھا جاتا۔" ایسے ہی نام نہاد دانشور قوموں کی بربادی کا باعث بنتے ہیں۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ مُرتد کی تعریف کیا ہے اور عقیدہ کا اختلاف مسلمان کہلانے والوں کو کس نہج پر لے آیا ہے۔ مرتد اسے کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انکار کر کے کسی دوسرے مذہب کو اعلانیہ اختیار کر لے۔ ہمارے ملک پاکستان میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر کے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ عقیدے کے اختلاف پر اگر کسی کو مرتد کہا جائے اور اس کی سزا موت ہی ہو تو پاکستان میں بسنے والے تمام فرقوں کے مسلمان کہلانے والے افراد کا قتل کرنا ضروری بلکہ اشد ضروری ٹھہرتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تمام فرقے ایک دوسرے کو مرتد، کافر، بدمذہب، زندیق اور نہ جانے کیا کچھ سمجھتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ سبھی اللہ اور اس کے رسول پر نا صرف ایمان رکھتے ہیں بلکہ فرائض اور سنت پر بھی عمل پیرا ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ قرآن کریم فرقان حمید میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ کہا گیا ہو کہ مرتد کو ریاست یا فردِ واحد قتل کر دے۔ (اگر کوئی ایسی آیت کریمہ کسی کے علم میں ہو تو اطلاع دے کر اس نالائق کی اصلاح کا سامان کر دے) ہاں اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ کی آیت ۵۵ میں مرتدین کے متعلق فرماتا ہے "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو اپنے دین سے مُرتد ہو جائے تو ضرور اللہ (اس کے بدلے) ایک ایسی قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہو اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں۔ مومنوں پر وہ بہت مہربان ہوں گے (اور) کافروں پر بہت سخت۔ پھر سورۃ محمد کی آیت ۲۸ میں فرماتا ہے "یقیناً وہ لوگ جو اپنی پیٹھ دکھاتے ہوئے مُرتد ہو گئے بعد اس کے کہ ان پر ہدایت روشن ہو چکی تھی، شیطان نے انہیں (ان کے اعمال) خوبصورت کر کے دکھائے اور اُنہیں جھوٹی امیدیں دلائیں۔" پھر ایسے مُرتدوں کی سزا بیان کرتے ہوئے آیت ۲۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "پس کیا حال ہو گا جب فرشتے انہیں وفات دیں گے؟ وہ ان کے چہروں پر

اور پیٹھوں پر ضربیں لگائیں گے۔'' آیت ۳۵ میں بھی کفر اختیار کرنے والوں کے اعمال ضائع کر دینے کا ذکر ہے۔آیت ۳۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کہ اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوا ایک متبادل قوم لے آئے گا۔ پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔ یہ نتیجہ ہے اس کا کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرتی ہے اور اس کی رضا کو ناپسند کیا، پس اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔'' سورۃ الفتح کی آیت ۱۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھ پر ہے۔ پس جو کوئی عہد توڑے تو وہ اپنے ہی مفاد کے خلاف عہد توڑتا ہے۔ سورۃ الفتح کی آیت ۱۷ میں سزا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''اگر تم پیٹھ پھیر جاؤ گے جیسا کہ پہلے پیٹھ پھیر گئے تھے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔'' آیت ۱۸ میں فرماتا ہے اور جو پیٹھ دکھا جائے گا وہ اسے بہت دردناک عذاب دے گا۔'' سورۃ ال عمران کی آیت ۱۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے اموال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابل پر اُن کے مقابل پر کسی کام نہ آئیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو آگ کا ایندھن ہیں۔'' پھر سورہ ال عمران ہی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' جو بھی اسلام کے سوا کوئی دین پسند کرے تو تو ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔ بھلا کیسے اللہ ایسی قوم کو ہدایت دے گا جو اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہوں اور وہ گواہی دے چکے ہوں کہ یہ رسول حق ہے، اور ان کے پاس کھلے کھلے دلائل آ چکے ہوں۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔ وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔ ان سے عذاب کو ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ کوئی مہلت دیے جائیں گے۔''

اس سے اگلی آیت المعجم جلد ۱۵، توبۃ المرتد، اور التحفۃ جلد ۱۲ میں بیان ہونے والے واقع کے بعد نازل ہوئی۔ واقع یہ ہے کہ انصار میں سے ایک شخص مرتد ہو گیا، کافر ہو گیا اور ایک دوسری قوم میں چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے پیغام بھجوایا کہ کیا میری بھی توبہ ہو سکتی ہے۔ جب صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی'' سوائے ان کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کیا

پھر کفر میں بڑھتے گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔اور یہی وہ لوگ ہیں جو گمراہ ہیں۔یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور مر گئے جبکہ وہ کافر تھے ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اگر چہ وہ اُسے بطور فدیہ دینا چاہے۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔اور ان کے کوئی مددگار نہیں ہوں گے۔'' (سورۃ ال عمران آیات ۸۶تا۹۲)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول خدا ﷺ کو مخاطب کر کے دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

''تیرے پاس کچھ اختیار نہیں۔خواہ وہ ان پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھک جائے یا انہیں عذاب دے، وہ بہرحال ظالم لوگ ہیں۔''

ال عمران آیت ۱۲۹ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ'' آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔''(سورۃ الفتح آیت ۱۵ اور ال عمران ۱۳۰) سورۃ ال عمران کی آیت ۷۸ میں عہد توڑنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''یقیناً وہ لوگ جو اللہ کے عہدوں اور اپنی قسموں کو معمولی قیمت میں بیچ دیتے ہیں یہی ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان پر نظر ڈالے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔اور ان کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔''

پھر اسی سورۃ کی آیت ۱۰۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''جس دن بعض چہرے روشن ہو جائیں گے اور بعض چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔پس وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ پڑ گئے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ پس عذاب کو چکھو اس وجہ سے کہ تم انکار کیا کرتے تھے۔'' پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ان کے لئے بہت دردناک عذاب (مقدر) ہے۔اور ہرگز وہ لوگ گمان نہ کریں جنہوں نے کفر کیا کہ ہم جو انہیں مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ہم تو انہیں محض اس لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور بھی بڑھ جائیں۔اور ان کے لئے رسوا کر دینے والا عذاب (مقدر) ہے۔''(سورۃ ال عمران آیات ۱۷۸، ۱۷۹)

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر انکار کر دیا، پھر ایمان

لائے پھر انکار کر دیا، پھر کُفر میں بڑھتے چلے گئے، اللہ ایسا نہیں کہ اِنہیں معاف کر دے اور اِنہیں راستہ کی ہدایت دے۔'' (سورۃ النساء آیت ۱۳۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک بار نہیں بار بار مرتد ہونیوالوں کو معاف نہیں کرے گا یقیناً ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت بھیانک جرم ہے اور وہ قرآن میں بتاتا ہے کہ میں اس کی سخت ترین سزائیں دوں گا، مگر یہ اختیار کسی انسان کو نہیں دیتا کہ وہ مرتد کو قتل کر کے سزا دے۔ اور اللہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ اگر کوئی انسان توبہ کر لیتا ہے تو وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دین میں جبر نہیں۔ اور'' اور کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے ربّ کی طرف سے ہو پس جو چاہے وہ ایمان لائے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔'' (سورۃ الکھف آیت ۳۰) ان قرآنی تعلیمات کے برعکس مودودی صاحب نے اپنی کتاب مرتد کی سزا میں لکھا تھا کہ:۔

'' مسلمان آبادی کو نوٹس دے دیا جائے کہ جو لوگ اسلام سے اعتقاداً منحرف ہو چکے ہیں اور منحرف ہی رہنا چاہتے ہیں وہ تاریخ اعلان سے ایک سال کے اندر اندر اپنے غیر مسلم ہونے کا باقاعدہ اظہار کر کے ہمارے نظام اجتماعی سے باہر نکل جائیں۔ اس مُدّت کے بعد ان سب لوگوں کو جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوئے، مسلمان سمجھا جائے گا۔ تمام قوانین اسلامی ان پر نافذ کیے جائیں گے۔ فرائض و واجبات دینی کے التزام پر انہیں مجبور کیا جائے گا۔ اور پھر جو کوئی دائرہ اسلام سے باہر قدم رکھے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد انتہائی کوشش کی جائے کہ جس قدر مسلمان زادوں اور مسلمان زادیوں کو کُفر کی گود میں جانے سے بچایا جا سکتا ہے بچایا جائے۔ پھر جو کسی طرح نہ بچائے جا سکیں انہیں دِل پر پتھر رکھ کر ہمیشہ کے لیے سوسائٹی سے کاٹ پھینکا جائے اور اس عمل تطہیر کے بعد اسلامی سوسائٹی کی نئی زندگی کا آغاز صرف ایسے مسلمانوں سے کیا جائے جو اسلام پر راضی ہوں۔''

(یعنی مودودی کے اعتقادات کو تسلیم کرنا ہی اسلام ہے اور باقی سب مسلمان کہلانے والوں کو لازمی ایک مدت مقررہ کے بعد قتل کر دیا جائے۔ اسی طرح تمام فرقوں کے عقائد کی رو سے سبھی مرتد ٹھہرتے ہیں، خود مولانا مودودی صاحب اور مودودی صاحب کی جماعت کے افراد بھی واجب القتل ٹھہرتے ہیں)

مرتد کی سب سے بڑی سزا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو بھی لعنتی زندگی قبول کرتا ہے وہ بڑا ہی بدقسمت ہے جسے اللہ لعنتی قرار دے دے اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ کسی مرتد کو قتل کر دینا اس مرتد کی توبہ کی امید کو بھی ختم کر دینا ہے اور خدا تعالیٰ کی بیان کردہ سزاؤں سے خدائی فوجدار بنتے ہوئے کم تر سزا دینا بھی گستاخی ہے۔ مسلمانوں کو کثرت سے درج ذیل دعا کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے پڑھنا چاہیے۔

''اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تُو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔'' (سورۃ ال عمران آیت ۹)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور آنے والی نسلوں کو ایمان کی سلامتی عطا کرے اور ثابت قدم رکھے۔

☆☆☆

عمران خان اور مولانا فضل الرحمان، طالبان کے ترجمان

نواز شریف نے ۱۶ نومبر ۲۰۱۳ء کو جرگہ نامی پروگرام میں سلیم صافی کے ایک سوال کے جواب میں کہا ہے کہ ''ضروری نہیں کہ صرف حکومت طالبان سے مذاکرات کرے۔ اس مقصد کے لئے میں خود عمران خان، مولانا سمیع الحق، مولانا فضل الرحمان اور مولانا منور حسن سے مدد کے لئے رابطے کروں گا۔''

نواز شریف صاحب کی اس فراست پر دل داد دینے کو چاہتا ہے، کہ جناب اچھی طرح جانتے ہیں کہ طالبان کے تانے بانے کہاں ملتے ہیں۔ ابھی داد دینے کی خواہش نے انگڑائی لی ہی تھی کہ طالبان کا بیان آ گیا کہ ''ہم حکومت یعنی نواز شریف سے مذاکرات کے لئے نواز شریف کی بیان کردہ شخصیات کو کھلی چھٹی دیتے ہیں۔'' اور عمران خان اور فضل الرحمان نے طالبان کا ترجمان بننا قبول کر لیا اور سمیع الحق اور جماعت اسلامی شرگرمی سے مذاکراتی ٹیم کا حصہ بن گئے۔

میاں نواز شریف صاحب ایک وقت آئے گا جب جناب ہماری فراست پر دل کھول کر داد دیں گے۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ طالبان اور ان کے ترجمان آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ معصوم عوام کو ننگی کا ناچ نچائیں گے اور پانی کا وقفہ بھی نہیں لینے دیں گے۔

گورنر پنجاب چوھدری سرور کی لا علمی اور ۲۹۵ سی

۱۵ مارچ ۲۰۱۴ء کی ایک خبر ہے کہ لاڑکانہ میں جناح باغ چوک کے قریب مندر پر مشتعل افراد نے حملہ کر دیا۔ مندر سے منسلک دھرم شالہ کو آگ لگا دی۔ شہر کے مختلف علاقوں میں کشیدگی اور فائرنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ جناح باغ اور ملحقہ علاقوں میں غیر اعلانیہ کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ مشتعل افراد کو منتشر کرنے کے لیے پولیس نے لاٹھی چارج بھی کیا۔ جب یہ واقعات ہو رہے تھے پنجاب کے گورنر چوہدری محمد سرور ساؤتھ آل میں واقع یورپ کے سب سے بڑے گوردوارہ میں بتا رہے تھے کہ پاکستان میں بسنے والی تمام کمیونٹیاں سکھ اور چین کی زندگی گزار رہی ہیں، مذہبی آزادی ہے سبھی اپنی عبادات کرنے میں آزاد ہیں، مندر، گرجا گھر اور دوسری عبادت گاہیں محفوظ اور عبادت گزار چین سے رہتے ہیں۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے درجنوں مساجد، گرجا گھر، مندر، دھرم شالہ، عبادت خانے جلائے جا چکے ہیں، سینکڑوں افراد اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔ عیسائیوں کے گرجا گھر جہاں برباد کیے گئے وہیں عیسائی گھروں کو عورتوں اور بچوں سمیت جلایا جا چکا ہے۔ احمدیوں کی مساجد اور افراد جماعت کو آئے دن قتل کیا جا رہا ہے، شیعہ برادری کے ہزاروں افراد کو قتل کیا جا چکا ہے اسی طرح دوسرے تمام مکاتب فکر کے افراد کو دن رات قتل کیا جا رہا ہے۔ اور گورنر صاحب جہنم کو فردوس بتا رہے ہیں۔ جناب گورنر صاحب ذرا تصور تو کریں جب گوجرہ میں نہتے معصوم بچوں اور عورتوں کو ان کے گھروں میں بند کر کے زندہ جلا دیا گیا تھا، وہ وقت بھی یاد کیجیے جب ایک گرجا گھر میں دھماکوں میں عیسائیوں کے جسموں کے ٹکڑے ہر طرف بکھرے پڑے تھے، آر پی او فیصل آباد نے بتایا ہے کہ سانحہ گوجرہ میں کالعدم تنظیم سپاہ صحابہ کے کارکنوں نے ہوا دی۔ مولانا نفیس الرحمان اور ساتھی ریلوے ٹریک سے ہجوم پر فائرنگ کرتے رہے اور نقاب پوش (علماءِ سُو کے چیلے) عیسائی گھروں کو آگ لگاتے رہے۔ معاملہ ٹھنڈا ہونے لگتا تو مسیحی برادری اور مسلمانوں کے ہجوم پر فائرنگ کی جاتی۔ اس کے ساتھ ہی حمید مسیح کے گھر کو تالا لگا کر جلا دیا گیا جس سے سات افراد مارے گئے۔ شانتی نگر میں اور ملک کے دیگر شہروں میں اس قسم کے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔

ہندوؤں کے مندروں کو توڑنے پھوڑنے اور جلانے کے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کو جماعت احمدیہ کی دو مساجد پر بموں اور گنوں سے حملہ کیا گیا ۸۶ سے زیادہ معصوم پاکستانی شہریوں کی جان گئی اور ڈیڑھ سو کے قریب زخمیوں کو اسپتال میں بھی حملہ کر کے مارنے کی کوشش کی گئی۔ ایسا ہی ایک واقعہ منڈی بہاؤالدین کی احمدیہ مسجد میں بھی ہوا تھا جب ایک درجن سے زیادہ نمازیوں کو ان کے خون میں نہلا دیا گیا تھا۔ پھر ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے شیعہ مرد و زن کو جس بے دردی سے بار بار ہلاک کیا جا رہا ہے وہ ڈھکی چھپی بات تو نہیں ہے۔ جہلم میں ایک عیسائی انسپکٹر کے چار معصوم بارہ سال سے کم عمر کے بچوں اور اس کی بیوی کو ڈنڈوں سے مار مار کر اس لیے ہلاک کر دیا گیا کہ کالونی، عیسائیوں کے رہنے سے ناپاک ہوگئی ہے، سو انہوں نے حافظ محفوظ کی قیادت میں ناپاک عیسائیوں کو مار کر کالونی کو پاکیزگی کا لباس پہنا دیا۔ گورنر صاحب ہزاروں واقعات ہیں اگر آپ غور کریں تو یقیناً آپ بھی اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ پاکستان میں بسنے والی تمام اقلیتیں شدید قسم کے کرب میں مبتلا ہیں۔

گورنر صاحب شاید آپ جانتے نہیں ہیں کہ آئین پاکستان میں چند ایسی شقیں ہیں جنہیں بھٹو اور ضیاء الحق نے آئین کا حصہ بنایا تھا۔ ان قوانین کے نتیجے میں مسلمان کہلانے والوں سمیت سبھی مذاہب کے افراد مصیبت میں گرفتار ہیں۔ جس کا دل چاہتا ہے اپنا غصہ نکالنے کا وہ توہین رسالت، توہین قرآن کا الزام لگا کر اپنے مخالفین کو نا صرف تگنی کا ناچ نچاتا ہے بلکہ بعض دفعہ تو ملزم ناکردہ گناہ کے جرم میں جان سے بھی چلا جاتا ہے۔ ابھی تک کسی ملزم کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کیے گئے ہیں۔ ایسے ملزموں کی ضمانت بھی بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ امتیازی قوانین نے نا صرف اقلیتوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے بلکہ اکثریت کا دعویٰ کرنے والوں کے بھی ہوش گم کر دیے ہیں۔ ان قوانین کے ضمن میں گورنر صاحب کی خدمت میں چند لرزہ خیز واقعات جن کا سامنا پاکستان میں بسنے والی اقلیتی برادری کو آئے روز کرنا پڑتا ہے پیش ہیں۔ لیکن اس سے پہلے سابق گورنر پنجاب کی موت کا حال بھی سن لیجیے۔ سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ممتاز قادری نے قتل کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''میرا تعلق دعوت اسلامی کے ساتھ ہے، یہ تبلیغ اور قرآن وسُنّت کی تنظیم ہے، اِس کے سربراہ مولانا الیاس قادری ہیں، ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو میرے گھر کے سامنے مسلم ٹاؤن میں اِس تنظیم نے تحفظ

ناموس رسالتؐ اور شان اہل بیت کے عنوان سے ایک اجتماع کیا، اِس اجتماع میں امتیاز حسین شاہ کاظمی اور علامہ حنیف قادری نے عشق رسول ﷺ اور شان رسولؐ پر انتہائی پُر اثر اور جذباتی تقاریر کیں، اِن دونوں حضرات کی تقریریں جذبات میں ڈوبی ہوئی تھیں، علامہ حنیف قریشی اپنے بیان کے دوران اِس قدر جذبات میں آ گئے کہ اِن کا عمامہ اُن کے سَر سے گر گیا، اِن کے بال بکھر گئے اور اِن کا مائیک گر گیا، اِن کے اِس بیان اور اِن کی حالت سے اجتماع پر رقت طاری ہوگئی اور تمام حاضرین عشق رسول ﷺ میں دھاڑیں مار کر رونے لگے، اُنھوں نے جب غازی علم دین اور حضرت بلالؓ کے عشق کی بات کی تو جذبات کی شدّت سے میرا دل بھی رو پڑا اور میں نے اُسی وقت وہاں بیٹھے بیٹھے فیصلہ کیا میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو ضرور قتل کروں گا کیونکہ اُنھوں نے ناموس رسالت قانون کو ''کالا قانون'' قرار دیا ہے اور یہ گستاخ رسول آسیہ بی بی کی حمایت بھی کر رہا ہے۔ گورنر صاحب جب مقتول جناب سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مولویوں سے رجوع کیا گیا تو تمام مولویوں نے اِن کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ آخر کار پیپلز پارٹی علماء ونگ پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا افضل چشتی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مذہبی جنونیوں کی نظر میں اُن کا یہ اقدام بھی جُرم ٹھہرا۔ مسلسل خطرناک نتائج کی دھمکیاں ملنے کے بعد مولانا افضل چشتی کو بمعہ اہل وعیال وطن چھوڑنا پڑا۔ پاکستان میں سب اچھا ہے کہنے والے گورنر صاحب! پاکستان وہ پہلا ملک ہے جس نے سلمان تاثیر کے مطابق توہین رسالت جیسا کالا قانون بنایا۔ جناب! سلمان تاثیر پہلے مقتول نہیں ہیں جنہیں مولویوں کی شہ پر کسی نے قتل کیا ہے بلکہ اِس سے پہلے بھی قانون (نام کے قانون) کو ہاتھ میں لیتے ہوئے توہین رسالت کے ملزموں کو قتل کیا گیا ہے۔ چند ایسی ہی دردناک وارداتوں کا حال پیش خدمت ہے۔

۱۹۹۳ء میں ۱۱ سالہ سلامت مسیح، ۳۸ سالہ منظور مسیح اور ۴۴ سالہ رحمت مسیح پر مسجد کی دیوار پر توہین آمیز کلمات لکھنے کا الزام لگا، سیشن کورٹ سے اپنی سُنوائی کے بعد باہر آتے ہوئے منظور مسیح کو قتل کر دیا گیا۔ اور سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو سیشن کورٹ نے موت کی سزا سُنائی۔ ۱۹۹۵ء میں ہائی کورٹ نے انہیں بری کر دیا کہ یہ لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ عربی زبان سے مکمل طور پر نابلد ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ فیصلہ کرنے والے جج عارف حسین بھٹی کو ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو ان کے دفتر میں قتل کر دیا گیا۔ جب قاتل سے پوچھا گیا کہ اُس نے

جج صاحب کو کیوں قتل کیا؟ جواب تھا، کیونکہ اس نے توہین رسالت کے ملزموں کو بری کر دیا تھا۔ مئی ۲۰۰۴ء میں بھی لاہور میں توہین رسالت کے زیرِ حراست ملزم سموئیل مسیح کو بھی ایک کانسٹیبل نے قتل کر دیا تھا۔ اس پر الزام تھا کہ اُس نے مسجد کی دیوار پر تھوکا تھا۔ جون ۲۰۰۶ء میں ایک کانسٹیبل نے گرفتار ملزم کو ہلاک کر دیا تھا۔ کھاریاں میں کانسٹیبل نے توہین رسالت کے ملزم میاں قاسم کو قتل کر دیا۔ ڈی۔ پی۔ او کے مطابق ملزم کو جذبہ ایمانی کے تحت قتل کیا گیا۔ ڈیرہ غازی خان سنٹرل جیل میں سزائے موت کے قیدی نے تیز دھار آلے سے توہین رسالت کے ملزم بشیر احمد کو ذبح کر دیا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے الزام عائد کیا کہ زخمی بشیر احمد دو گھنٹے ایمرجنسی وارڈ میں تڑپتا رہا۔ لاہور کے قریب ایک عیسائی پر توہین آمیز کلمات لکھنے کا مقدمہ قائم ہوا۔ بعد میں معلوم ہوا وہ تو لکھنا پڑھنا جانتا ہی نہیں۔ (ناکردہ جرم میں لمبا عرصہ قید میں رہنے کے بعد رہائی ہوئی)۔ گوجرہ میں بھی یہی صورت حال پیش آئی جس پر توہین رسالت کا الزام لگایا گیا تھا، وہ ان پڑھ تھا۔ گوجرانوالہ میں ایک شخص کو توہین قرآن کے الزام میں مُلّاؤں کے اشتعال دلانے پر (تھانے سے نکال کر) لوگوں نے زندہ جلا دیا تھا، بعد میں معلوم ہوا وہ مسلمان تھا بلکہ حافظ قرآن تھا۔ ۴ اگست ۲۰۰۹ء کو شیخوپورہ میں مشتعل مزدوروں نے فیکٹری مالک نجیب اللہ کو قتل کر دیا اور بعد میں اُس پر توہین رسالت کا الزام لگا دیا۔ بعد میں جماعت اسلامی کے سابق امیر نے بتایا میں اسے جانتا تھا وہ اچھے مسلمان تھے۔ الزام جھوٹا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی موصوف نے توہین رسالت قانون کا دفاع کرنا بھی ضروری سمجھا۔ یہ تضاد سمجھ سے بالاتر ہے۔ توہین رسالت سے متعلق چند دلچسپ الزامات پیش خدمت ہیں:۔

الزام لگایا گیا کہ دیوار پر عربی زبان میں توہین آمیز کلمات لکھے گئے۔ ماں نے کہا کہ میرے بیٹے ان پڑھ ہیں۔ عدالت کو ماں کی بات سچ ماننے میں تین سال کا عرصہ لگا، اس دوران اس کا ایک بیٹا منظور مسیح مذہبی جنونیوں کے ہاتھوں قتل بھی ہو گیا تھا۔ ایوب مسیح کی گرفتاری کی وجہ اُس کے مسلمان پڑوسی محمد اکرم کا یہ بیان بنا: ''ایوب مسیح نے عیسائی مذہب کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔'' گل مسیح کے مسلمان پڑوسی محمد ساجد نے ۱۹۹۲ء الزام لگایا کہ گل مسیح نے کہا: میں نے پڑھا ہے کہ نبی محمدؐ کی گیارہ بیویاں تھیں جن میں ایک کم عمر تھیں۔'' لُطف کی بات یہ ہے کہ اس الزام پر گل مسیح کو سزائے موت سُنا دی گئی۔ اور پھر چھ سال بعد ۱۹۹۸ء میں لاہور

ہائی کورٹ اسے بری کر دیتی ہے۔اکتوبر ۲۰۰۲ء میں یونس شیخ نامی ایک فزیشن پر اپنے ایک لیکچر کے دوران یہ کہنے پر کہ نبی محمدؐ کے والدین غیر مسلم تھے کیونکہ وہ اسلام کی آمد سے قبل ہی وفات پا چکے تھے،طلبہ نے مقدمہ درج کروا دیا۔کورٹ میں جج نے فیصلہ سُنایا کہ یونس ایک لاکھ روپے جُرمانہ ادا کرے اور اس کو پھانسی دی جائے ۔۲۰۰۳ء کو ایک کورٹ نے یونس کو بری کر دیا۔یونس ہمیشہ کے لیے یورپ چلا گیا۔سیموئیل کو مسجد کی دیوار پر تھوکنے پر گرفتار کیا گیا۔ایک مذہبی جنونی کانسٹیبل نے اسپتال میں زیرِ علاج سموئیل کو ہتھوڑے کے وار کر کے قتل کر دیا۔زیب النساء کو قرآن کی بے حُرمتی کے الزام میں ۲۰۱۰ء کو گرفتار کیا گیا۔لاہور ہائی کورٹ نے جُرم ثابت نہ ہونے کی وجہ سے بری کر دیا۔

گورنر صاحب ۹ مارچ ۲۰۱۴ء کو لاہور بادامی باغ سے گرفتار ہونے والے ساون مسیح کو سیشن کورٹ نے مارچ کے مہینے ہی میں سزائے موت سنا دی ہے۔اس کے خلاف اس کے دوست نے جائیداد کے تنازعے پر مقدمہ درج کروا دیا تھا۔یہ سنتے ہی کہ ساون مسیح توہین رسالت کا مرتکب ہوا ہے،مسلمان کہلانے والے وحشی درندوں نے بغیر تحقیق کیے قریب ہی واقعہ جوزف کالونی پر حملہ کر دیا ،دو گرجا گھروں کو جلا دیا،سینکڑوں بائیبلز کی بے حرمتی کی اور ۱۲۵ گھروں کو جلانے کے علاوہ متعدد موٹر سائیکلیں اور رکشہ بھی جلا دیں۔اوران سب جرائم کے مرتکب افراد آزاد ہیں۔کیا ان بائیبل کی بے حرمتی اور معصوموں کی املاک کو برباد کرنے والوں کے لیے کوئی سزا نہیں؟

گورنر صاحب آپ نے ملاحضہ فرمایا کہ نا کردہ گناہ کے جُرم میں کئی برس جیل میں گزارنے کے بعد متاثرین بری ہو جاتے ہیں، کچھ مذہبی جنونیوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔مگر کسی الزام لگانے والے اور قانون ہاتھ میں لے کر قتل کرنے والے مذہبی جنونی کو سزا نہیں ہوئی۔(جماعت احمدیہ پر ہونے والے مظالم کا تفصیلاً اس لیے ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا مقدمہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہے جہاں کسی صورت میں بھی ناانصافی کا اندیشہ نہیں ہوسکتا)

جناب سبط حسن گیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

’’قانون توہین رسالت بذات خود مذہب اور بانیٔ مذہب کی عمدہ تعلیمات کی رُوح کے منافی ہے۔

مذہب اسلام نے سچائی کی بنیاد دلیل و برہان کو قرار دے کر جبر کی ہر صورت کو مسترد کر دیا ہے۔ بانئ اسلام کی اپنی زندگی میں متعدد بار ان کے مخالفین نے اِن سے بدسلوکی کی، اِن کے احترام کے منافی حرکتیں کیں لیکن اُنہوں نے اِس رویے کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ وہ ایک طاقتور قبیلے کے فرد تھے اور ہجرت کے بعد ایک ریاست کے سربراہ بھی تھے۔ وہ چاہتے تو ایسے توہین آمیز اقدامات کا انتقام لے سکتے تھے لیکن ایسا اس لیے نہیں ہوا کہ یہ اُن کی تعلیمات کے خلاف ہوتا بعد میں بڑی بڑی طاقتور اسلامی سلطنتوں میں بھی ایسا کوئی قانون نہیں بنا ہے۔ جب تک ایسے امتیازی قوانین موجود ہیں اور ان پر عمل درآمد کا ٹھیکہ مُلّاؤں کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری بستیاں دُھواں اُگلتی رہیں گی۔''

اقبال حیدر (سابق وزیر قانون) نے کہا تھا کہ:۔

''گوجرہ اور مرید کے جیسے واقعات روکنے کے لیے توہین رسالت قانون ختم کیا جائے۔ آمر ضیاء کے نافذ کردہ اس قانون کا انتہا پسند اور بااثر عناصر نے ہمیشہ منفی استعمال کیا، غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ مسلم شہری بھی ایسے عناصر کا نشانہ بنے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے سزائے موت کے ماہر چیارا سنگیور جیو نے دی نیوز سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان دنیا کے ان ممالک میں سے ایک ہے جہاں سزائے موت پانے والوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جبکہ توہین رسالت اور منشیات کی اسمگلنگ جیسے غیر مہلک جرائم پر موت کی سزا برقرار ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب تک قانونی کتابوں میں سزائے موت موجود ہو گی اس وقت تک ہزاروں قیدیوں کی زندگی خدشات کا شکار رہے گی۔ جناب گورنر صاحب ایک نظر آئین پاکستان کو بھی دیکھ لیں، تا کہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ غیر اسلامی زندگی گزارنے والے سیاست دانوں اور نام نہاد مذہبی لیڈروں نے اسلام کے نام پر کس طرح قوم کو بیوقوف بنایا ہے۔''

جناب گورنر صاحب پاکستان کی سیاسی حالت بھی نہایت ابتر ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ جیسے ذہین اور معاملہ فہم انسان بھی سیاست دانوں کی گندی سیاست کا اہم مہرہ بنتے چلے جا رہے ہیں۔ یاد رکھیں آپ کو آپ کی قابلیت کی وجہ سے گورنر نہیں بنایا گیا بلکہ برطانیہ سے مالی امداد یعنی بھیک لینے کے لیے ایک بھولا بھالا سا ساتھی چاہیے تھا جو انہوں نے حاصل کر لیا۔ ورنہ پاکستان میں ایک سے بڑھ کر ایک بھیک منگا گورنر بننے کے

لیے تیار تھا۔گورنر صاحب آپ نے بھی حقیقت سے نظر چراتے ہوئے گوردوارے میں وہی گھسی پٹی حقائق کے برخلاف باتیں کی ہیں جو حکمران طبقہ مغربی ممالک سے بھیک لینے کے لیے کرتا رہتا ہے۔یادرکھیں آپ غیر حقیقی باتیں کر کے کبھی بھی تاریخ میں آبرومندانہ مقام حاصل نہیں کر سکتے۔چوہدری محمد سرور صاحب ہم آپ کے انسانی بھلائی کے لیے کیے گئے کام کی بے حد قدر کرتے ہیں۔ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ تاریخ میں اچھا مقام چاہتے ہیں۔اورآپ ذاتی طور پر شریف النفس اور ہمدرد انسان ہیں۔ہم توقع رکھتے ہیں کہ جن مسائل کی طرف اس مضمون میں آپ کی توجہ مبذول کروائی گئی ہے اس پر غور کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے عملی اقدام کریں گے۔اللہ آپ کو توفیق دے۔آمین۔

☆☆☆

ساٹھ مارخان

۲۴ مارچ ۲۰۱۴ء کو قومی اسمبلی میں ارکان اسمبلی کے درمیان شدید جھڑپیں ہوئیں جس پر اسپیکر کو کہنا پڑا کہ ’’قومی اسمبلی کوئی اکھاڑہ نہیں ہے، ارکان تہذیب کے دائرے میں رہیں۔‘‘ چوہدری نثار وزیر داخلہ نے کہا کہ ’’بھٹو کے چالیس سال پرانے قصے سنا کر قوم کو پہلوانی نہیں دکھائی جاسکتی۔‘‘ جواب میں پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے رکن قومی اسمبلی خورشید شاہ نے کہا کہ ’’ہم بھاگے تھے نہ جنرل کو خط لکھا تھا، وزیر داخلہ دھمکیاں نہ دیں جنرل کے سامنے کون لیٹا تھا اور رحم کی اپیل کس نے کی تھی، سب کو معلوم ہے، اگر کوئی تیس مارخان بنے گا تو ہم ساٹھ مارخان بنیں گے۔‘‘

(جس قوم کے اس طرح کے لیڈر ہوں اس قوم کے نصیب ہی پھوٹیں گے۔شخصیت پرستی ایسی بلا ہے جو حق اور سچ کی تمیز بھلا دیتی ہے۔)

عجیب سوکھی ہوئی لکڑیاں ہیں یہ دِل دار
جو دُور ہوں تو دھواں دیں ، ملیں تو جل جائیں

چیونٹی (The Ant)

چیونٹی کا جنسی (Generic) نام Formica اس کے جسم سے خارج ہونے والی تیز بُو کی وجہ سے ہے۔ یہ بواس وقت محسوس کی جاسکتی ہے جب ان کے کسی بھٹ کو چھیڑا جائے۔ یہ بُو سرکے کی بُو جیسی ہوتی ہے اور چیونٹیوں کے افراز کئے ہوئے فارمک ایسڈ کی وجہ سے ہوتی ہے جو یہ اپنے گھر کی صفائی، حفاظت اور پاکیزگی کے لئے پیدا کرتی ہے۔ چیونٹی کو عربی زبان میں نمل کہا جاتا ہے۔ سورۃ نمل کی آیت ۲۵ میں حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں بعض مفسرین نمل سے مراد چیونٹی لیتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض مفسرین نمل سے مراد ایک قوم لیتے ہیں۔ چیونٹی مراد لینے والے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت سلیمانؑ اپنے لشکر کے ساتھ جب نمل (چیونٹیوں کی وادی) میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے دوسری سے کہا کہ اپنے اپنے بل میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکری تم کو کچل ڈالیں۔ نمل کو قوم قرار دینے والے اس طرح ترجمہ کرتے ہیں کہ یہاں تک کہ جب وہ نمل کی وادی پر پہنچے تو نمل (قوم) کی ایک عورت نے کہا اے نمل! اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں روند نہ دیں جبکہ انہیں اس کا احساس تک نہ ہو۔ اگر سورۃ نمل پر غور کیا جائے تو دوسرا ترجمہ صحیح قرار دیا جائے گا۔ چیونٹی کا شمار سماجی حشرات میں ہوتا ہے۔ یہ دنیائے حشرات کا ایک اہم رکن ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چیونٹیوں کی جبلت اعلیٰ درجہ کے ممالیہ جانوروں کی سمجھ سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے۔ چیونٹیاں بڑے حیرت انگیز کام کرتی ہیں۔ یہ مخصوص طرز تعمیر پر اپنے گھر بناتی ہیں۔ یہ کیا کم حیرت کی بات ہے کہ یہ چوڑے اور گہرے پانیوں پر پُل بناتی ہیں۔ یہ گھروں اور محلات کے نیچے اپنے بل بناتی ہیں۔ چیونٹیوں دمکوڑ ارر ہائش کا ایک انوکھا نمونہ ہوتا ہے۔ کارکن چیونٹیاں ریزہ ریزہ اکٹھا کر کے اپنا گھر بناتی ہیں۔ یہ اپنا گھر بنانے کے لئے بھربھری مٹی، چکنی مٹی، ریت اور چقماق کے ذرے اکٹھے کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ پودوں کی ننھی ننھی ٹہنیاں، مردہ پتے اور کاغذ کے ٹکڑے تعمیراتی مادے کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ چیونٹیاں ان تمام مادوں کو اچھی طرح پیستی ہیں اور نمدار بناتی ہیں بالکل ایسے ہی جیسے انسان سیمنٹ بناتا ہے۔ بعد میں اس تیار مواد کی مدد سے دیواریں، راستے، احاطے، بڑے

کمرے، چھوٹے کمرے اور بھول بھلیاں تعمیر کی جاتی ہیں۔راستے اس قدر کشادہ بنائے جاتے ہیں کہ بیک وقت دو چیونٹیاں بآسانی آ جا سکتی ہیں اور کمروں کی گنجائش اکثر اتنی ہوتی ہے کہ ان میں سو کے قریب چیونٹیاں بآسانی سما سکیں۔چیونٹیاں اپنے انڈے مخصوص کمروں یا خانوں میں دیتی ہیں جہاں کارکن چیونٹیاں ان کی بہتر پرداخت کر سکیں۔انڈے چکنے اور ننھے ننھے بیضوی دھبوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور محض ایک دملکوڑے میں اوراس کے زیرزمین خانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں اکٹھے پڑے ہوتے ہیں۔چیونٹیوں کی بستیاں، جن میں چیونٹیوں کی تعداد پانچ سو سے ایک ہزار تک ہوتی ہے، کسی بھی طور پوشیدہ یا ڈھکی چھپی نہیں ہوتیں۔چیونٹی کا انڈہ اس کے لئے تقریباً سب سے قیمتی شے ہوتا ہے۔انڈے تقریباً دس دنوں تک سردی اور بارش سے محفوظ گرم بھٹ میں پڑے رہتے ہیں اس کے بعد ان میں سے لاروے پیدا ہوتے ہیں۔

چیونٹیوں میں بھی شہد کی مکھیوں کی طرح نر، مادہ اور کارکن یعنی بانجھ چیونٹیاں ہوتی ہیں۔نر اور مادہ کے ایک خاص وقت کے لئے پَر آتے ہیں۔جب مادہ انڈے دینا شروع کرتی ہیں تو ان کے پَر جھڑ جاتے ہیں یا پھر نَر بڑی بے رحمی سے ان کے پَر کاٹ ڈالتے ہیں۔نَر کے جبڑے بہت مظبوط ہوتے ہیں اور مادہ کے جھلی دار پروں کو ان کی بنیاد کے قریب سے کاٹ ڈالتے ہیں۔نَر مادہ کے پَر کو اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک کہ یہ ٹوٹ کر چیونٹی کے جسم سے الگ نہیں ہو جاتا۔نَر چیونٹیوں کے پَر برقرار رہتے ہیں کیونکہ ان پر کسی قسم کا حملہ نہیں ہوتا۔لیکن ان کی خودسر اور تحکم پسند زندگی بہت مختصر ہوتی ہے۔یہ اپنے موسم کے آغاز ہی میں چند ہفتوں میں مر جاتے ہیں۔کارکن چیونٹیوں کے پَر نہیں ہوتے۔مادہ چیونٹیاں اپنے بچوں کی زیادہ پرواہ نہیں کرتیں۔ چونکہ اپنے انڈے محفوظ کر چکی ہوتی ہیں اس لئے دوگامہ چلتی پھرتی ہیں اور بے شمار کارکن چیونٹیوں پر حکم چلاتی ہیں جو بچوں کی پرورش کے تمام انتظامات احسن طریقے سے انجام دیتی ہیں۔گو یہ بچوں کی سوتیلی مائیں ہوتی ہیں لیکن ان کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کرتی ہیں۔جب مادہ چیونٹیاں انڈے دیتی ہیں تو یہ ایک بے ترتیب ڈھیر کی شکل میں ہوتے ہیں، چنانچہ کارکن چیونٹیاں انہیں الگ الگ کرتی ہیں تا کہ ان میں سے بچے آسانی سے نکل سکیں۔جب ننھے منھے لاروے انڈوں میں سے باہر نکلنے کے لئے خولوں کو کھٹکھٹاتے ہیں تو کارکن چیونٹیاں ایک بار پھر اگر ضروری ہو تو انڈے کے خول پر چیرا لگاتی ہیں۔اور لاروے کو اس میں سے باہر نکلنے

میں مدد دیتی ہیں۔چیونٹی کے لاروے کی ٹانگیں ہوتی ہیں نہ پاؤں۔یہ اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے بل کھاتے ہوئے چلتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کارکن چیونٹیاں ان کی دیکھ بھال کرتی ہیں،انہیں کھانا اور پہلی بار رینگنا سکھاتی ہیں۔

کارکن چیونٹیاں بلا کی محنتی اور موقع شناس ہوتی ہیں۔دن کے وقت یہ اپنے گھر کے داخلی اور خارجی راستے کھلے اور صاف رکھتی ہیں۔داخلی دروازے دو یا خواہ درجن بھر ہوں،چیونٹیاں علی الصبح نہایت احتیاط سے ان کی صفائی کرتی ہیں۔شام کا دھندلکا شروع ہوتے ہی کارکن چیونٹیاں ایک بڑی تعداد میں،بڑی مستعدی سے چھوٹے چھوٹے تنکے اور کھانے والی مختلف چیزوں کے ذرات اپنے بل میں لے جاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔اس کے بعد یہ اپنے بل کے دروازے بند کر دیتی ہیں۔اندھیرا پھیلنے تک تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ہر دروازے پر ایک چوکیدار بٹھا دیا جاتا ہے تا کہ یہ کسی بھی حملہ آور کی آمد کی خبر دے سکے۔ بعض اوقات خوفناک حملہ آور بل پر حملہ کر دیتے ہیں۔بھڑیں،شہد کی مکھیاں اور جنگلی چوہے چیونٹیوں کے انڈوں کی تلاش میں ان کے بل پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن اگر چیونٹیوں کی بستی کافی بڑی ہو تو ان حملہ آوروں کو زبردست مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ مادہ چیونٹیوں کے جسموں پر ڈنک ہوتے ہیں۔یہ اپنے دشمن کو اس قدر شدت سے ڈنک مارتی ہیں کہ حملہ آور لنگڑاتا ہوا اپنی پوری قوت سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

چیونٹی کے لاروے میں کاتنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہوتی ہے۔دو ہفتے یہ خوراک کھاتا رہتا ہے اور اس دوران بل سے باہر نہیں نکلتا۔اس کے بعد یہ ایک عمدہ ریشمی دھاگے کو کاتنا شروع کرتا ہے اور اس سے ایک انڈہ نما کویا بنتا ہے۔اس کویا کا ہر دھاگہ گولائی میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح بنا ہوتا ہے کہ غلاف بہت گھنا ہو جاتا ہے اور ننھا سا لاروا اس میں اچھی طرح چھپ جاتا ہے۔لاروا اس کویا میں چند دن تک کارکن چیونٹیوں کی زیرِ نگرانی رہتا ہے جو کمال درستگی کے ساتھ ان کے پیو پا بننے کے عرصے کا حساب رکھتی ہیں۔جب نوخیز چیونٹی اپنے ریشمی غلاف میں سے باہر نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتی ہے تو کارکن چیونٹیاں اپنے جبڑوں اور ناخنوں کی مدد سے انہیں کویا میں سے باہر نکلنے میں مدد دیتی ہیں اور اس وقت تک ان کی نگہداشت کرتی ہیں جب تک کہ یہ خود اپنا خیال رکھنے کے قابل نہیں ہو جاتیں۔

چیونٹیاں روکھ جوؤں یا پودوں کی جوؤں کی طرف خاص رغبت رکھتی ہیں۔ یہ سبز مکھی کی تلاش میں رہتی ہیں جس کے جسم میں میٹھا رس پایا جاتا ہے۔ یہ درختوں اور جھاڑیوں کے تنوں پر چڑھ کر جوؤں کے انڈے جمع کرتی ہیں اور انہیں آنے والے موسم سرما کے دوران محفوظ کر لیتی ہیں۔ چیونٹیاں انڈوں کو اپنے بل کے سوراخوں میں احتیاط سے رکھ دیتی ہیں اور سرد مہینوں کے دوران ان کی بہت زیادہ دیکھ بھال اور نگہبانی کرتی ہیں تاکہ ان انڈوں میں سے آسانی سے بچے نکل سکیں اور انہیں کافی تعداد میں روکھ جوئیں حاصل ہو سکیں۔ دراصل چیونٹیوں کی اس ظاہری شفقت میں بھی ایک راز ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جوئیں چیونٹیوں کی 'گائیں' ہوتی ہیں اور لمحہ بہ لمحہ ان کا 'دودھ' پیتی رہتی ہیں۔ چیونٹیاں جوؤں کے جسموں میں پایا جانے والا میٹھا رس حاصل کرنے کے لئے ان کی پالتو گائے کی طرح دیکھ بھال کرتی ہیں۔

چیونٹی اپنی پوری زندگی کام کرتے ہوئے گزارتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی جسمانی ساخت قدرتی طور پر کام کرنے کے لئے بہت موزوں ہوتی ہے۔ اس کے چوڑے کرہ نما سر کے اوپر دو تیز آنکھیں ہوتی ہیں۔ چیونٹی کے محاسن میں بارہ یا تیرہ جوڑ ہوتے ہیں۔ سینہ چھوٹا، پتلا اور بھورے رنگ کا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ آٹھ جوڑ دار ٹانگیں جڑی ہوتی ہیں۔ سینے کے ساتھ چیونٹی کا سیاہ جسم ایک انتہائی نازک تعلق کے ساتھ ملا ہوتا ہے جس سے اسے کسی بھی سمت میں تیزی سے بل کھاتے ہوئے چلنے میں مدد ملتی ہے۔

جنگلی چیونٹی (Formica Rufa) جسامت میں کافی بڑی ہوتی ہے۔ یہ جنگلی چیونٹی اس لئے کہلاتی ہے کہ جنگلی چراگاہوں میں رہنے کو ترجیح دیتی ہے۔ اسے 'گھڑ چیونٹی' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نام اسے گھوڑے کے ساتھ کسی قریبی تعلق کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی بڑی جسامت کی وجہ سے دیا جاتا ہے کیونکہ چیونٹیوں کے خاندان میں جسامت کے لحاظ سے یہ سب سے بڑی ہوتی ہے۔ اسے ٹیلے کی چیونٹی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ جس جگہ بھٹ بناتی ہے وہاں پر زمین پر مٹی ابھرنے سے ایک ننھا سا ٹیلا بن جاتا ہے۔ یہ ٹیلا محض چیونٹیوں کی موجودگی والی جگہ کی نشاندہی کرتا ہے جہاں زیر زمین چیونٹیوں کے گھر، کمرے اور آنے جانے کے راستے موجود ہو سکتے ہیں۔ نیز یہاں ہزاروں کی تعداد میں چیونٹیاں بھی مل سکتی ہیں۔

☆☆☆

سیاست زندہ باد؟

ان دنوں تھرپارکر کی صورتحال نے جہاں تھر میں رہنے والوں کا جینا محال کر دیا ہے وہیں درد دل رکھنے والے پاکستانیوں کو بھی غم سے دوچار کر دیا ہے۔ پاکستان میں سیاستدان نامی ایک ایسا طبقہ بھی ہے جس نے مرے ہوئے بچوں اور جانوروں کے مردہ جسموں کو اہمیت نہ دیتے ہوئے، قحط زدہ علاقے میں بابا قائم علی شاہ وزیراعلیٰ سندھ نے پچاس سے زیادہ اعلیٰ افسران کے ساتھ بیٹھ کر پرتکلف کھانا نوش فرمایا۔ جب ایک طرف غریب عوام ایک لقمہ سے بھی بے نصیب تھی تب دوسری طرف ہرن کے کوفتے، بریانی، پرندوں کا گوشت، ملائی بوٹی، زردہ، پلاؤ اور طرح طرح کے کباب کھائے جا رہے تھے۔ اسی طرح جب آغاز قحط تھا اور بچوں کی اموات شروع ہو چکی تھیں سیاستدان سندھ اور پنجاب حکومت کے بالترتیب سندھ میلے اور پنجاب میلے میں ناچ رہے تھے گا رہے تھے، انواع واقسام کے کھانوں سے دل بہلا رہے تھے۔ بابا قائم علی شاہ جیسے بزرگ بھی جن کے پاؤں قبر میں ہیں اللہ سے نہیں ڈرتے، زرداری سے ڈرتے ہیں۔ نواز شریف زندہ باد اور زرداری زندہ باد لگانے والوں کو بھی شرم نہیں آتی کہ وہ ان لوگوں کو زندہ باد کہتے ہیں جن کے چہروں کی لالی انہیں کا خون پینے کی وجہ سے ہے۔ ہمارے بیمار، بھوکے ننگے ہم وطنوں سے وہ لاغر بکری زیادہ عقلمند ہے جو درندوں کی درندگی سے واقف ہونے کی وجہ سے ان کے قریب جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ عجیب ہیں ہمارے ہم وطن جو سانپ کے زہر سے تو واقف ہیں اور سانپ نما لیڈروں کی زندگی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔ ہمارے عوام لیڈروں کو خدا سمجھتے ہوئے ان سے بجلی، گیس روٹی، مکان، علاج جیسی نعمتوں کے حصول کے لیے کبھی دھرنا، کبھی احتجاج اور کبھی جلوس نکالنے جیسی حرکات کرتے ہیں اور لیڈروں سے جوتے کھاتے ہیں۔ اور ہمارے لیڈر انٹرنیشنل بھیک منگے ہیں، اپنی عوام کو ملنے والی بھیک سے بھی دور رکھتے ہیں۔ پچھلے دنوں اسحاق ڈار صاحب جو خزانے کی رکھوالی پر مامور ہیں، عجیب قسم کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے فرما رہے تھے کہ ہمارے دوستوں نے ڈیڑھ ارب ڈالر دیے ہیں۔ پوچھا گیا کہ جناب ذرا ہمیں بھی تو بتائیں یہ دوست کون ہیں؟ فرمانے لگے "یہ بتانا ضروری نہیں ہے۔" انہیں ڈر ہو گا کہ کوئی اور لیڈر بھی بھیک دینے والے کا نام معلوم کر کے ہماری روزی کے دروازے بند کر سکتا ہے۔

☆☆☆

فرقہ واریت

دکھاؤں گا تجھے زاہد اس آفتِ دین کو
خلل دماغ میں تیرے ہے پارسائی کا

جہاں وطن عزیز کا ناتواں بدن اور دوسرے بہت سے کاری زخموں سے چور ہے وہیں فرقہ واریت کا کالا پودا بھی پاکستان کے سینے پر ناسور کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ فرقہ واریت کا ناسور ہی ہے جو دوسری بیماریوں کو بڑھاوا دینے کا باعث بن رہا ہے۔ اگر فرقہ واریت کا علاج ہو جائے تو دوسرے زخم بھی جلد صحت یاب ہوتے چلے جائیں گے۔ فرقوں اور گروہ بندیوں نے اُمّت مُسلمہ کی طاقت کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور اسلام کے وہ سنہری ادوار جن میں مُسلمان زمانے کے راہبر سمجھے جاتے تھے اب قصّہ پارینہ بن چکے ہیں۔ مُسلمان اُن ادوار کے ذکر پر آہ بھر کر رہ جاتے ہیں مگر کوئی بھی وہ راہ اختیار نہیں کرتا جس کے نتیجے میں خُدا کی سچی محبت نصیب ہوتی ہے۔ خُدا تعالیٰ سے سچے تعلق کی بنیاد تقویٰ ہے۔ اور مُتقی انسان کو خُدا تعالیٰ رُسوا نہیں کیا کرتا۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے ہمیشہ فتح و ظفر نے قدم چومے۔ پھر آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے صحابہؓ نے وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ تاریخِ عالم میں اُس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ زمینی اور دِلوں کی فتوحات کسی گروہ یا فرقے نے نہیں کیں تھیں بلکہ غیرت ایمانی سے بھرے یہ دِل صرف خُدا تعالیٰ کی خاطر حضرت محمد ﷺ کے ایک جھنڈے کے نیچے براجمان ہو گئے تھے اور آپ ؐ کی تعلیمات سے اپنے افعال اور کردار کو خُدا کی رضا کے تابع کرنے میں کامیاب ہو گئے، آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور اتحاد و اتفاق کی علامت بن کر دُنیا پر چھا گئے اور آپ ﷺ کی تعلیمات کی رُوحانی بارش نے بہت سی قوموں کے چہروں کی سیاہی کو دھو دیا۔

جب قرآن کریم اور رسولِ خُدا کی تعلیمات کو مُسلمانوں نے نظر انداز کرنا شروع کیا اور گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہونے لگے تو خُدا تعالیٰ نے بھی اپنی تائید اور محبت بھرا ہاتھ کھینچنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں اُمّت مُسلمہ ذلّت کی گہرائیوں میں ڈوبنے لگی۔ آج تک ان تباہیوں اور بربادیوں کے باجود نئے نئے گروہ بن

رہے ہیں۔ عرب قوم جومختلف قبائل میں تقسیم تھی اسلام نے انہیں نا قابل تسخیر قوم میں تبدیل کر دیا تھا۔ حرارت ایمانی نے انہیں وہ طاقت اور قوت بخش دی تھی کہ اُنہوں نے تھوڑے عرصے میں ہی بڑی بڑی طاقتوں کے غروراور تکبر خاک میں ملا دیے۔ اِن سرفروشوں نے نا صرف عربوں کے تکبر کو پارہ پارہ کر دیا بلکہ قیصر وکسریٰ جیسی طاقتور حکومتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہندوستان ،افریقہ، کاشغر، سمرقند، سپین اور ویانا تک کے علاقے نعرہ تکبیر سے گونج اُٹھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اِن مجاہدوں کے بڑھتے قدموں کو اُس وقت تک کوئی طاقت نہ روک سکی جب تک مسلمانوں کے دِلوں میں قوت ایمانی کا سمندر ٹھاٹیں مارتا رہا اور اتحاد کی مالا سیسہ پلائی دیوار کی مانند دُشمنوں کے لیے خوف اور دہشت کی علامت بنی رہی۔ جب آپس میں نفاق پیدا ہوا اور مُلّاؤں نے اتحاد جیسی قیمتی مالا کو توڑ دیا تو مختلف فرقوں کی صورت میں یہ مالا کے بکھرے موتی زمانے کی ٹھوکروں کا نشانہ بن گئے اور مسلمان ذلیل وخوار ہو گئے۔

ایک دفعہ رابعہ بصریؒ نے کسی کو چار درہم دیئے اور اُسے کمبل خرید لانے کو کہا۔ تو اُس نے پوچھا ''سفید لاؤں یا کالا''۔ رابعہ بصریؒ نے بے ساختہ کہا ''لو! کمبل ابھی خریدا نہیں گیا کہ اِس کا رنگ وجہ اختلاف بن گیا'' ''پیسے واپس دے دو، مجھے کمبل نہیں چاہیے۔'' کاش ہمارے فرقہ بازوں کو بھی کچھ عقل ہوتی اور وہ اختلافات کے نتیجے میں اُمّت کی وحدانیت کو پارہ پارہ نہ کرتے۔ معمولی معمولی اختلافات کی وجہ سے کئی فرقوں کا جنم ہوا ہے۔ اِس کی وجہ یقیناً انا نیت کا ناگ ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ گروہوں اور فرقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ ہو گئے، تیرا اُن سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ خُدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر وہ اُن کو اُس کی خبر دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (سورۃ الانعام آیت ۱۶۰) ''فرعون نے یقیناً زمین میں سرکشی کی اور اُس کے باشندوں کو گروہ در گروہ بانٹ دیا۔ وہ اِن میں سے کسی ایک گروہ کو بے بس کر دیتا تھا۔ اُن کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا۔ اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ یقیناً وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔'' (سورۃ القصص آیت ۵) ''اور یقیناً یہ تمہاری اُمّت ایک ہی اُمّت

ہے اور میں تمہارا ربّ ہوں ۔پس مجھ سے ڈرو۔پس اُنہوں نے اپنے معاملہ کو اپنے درمیان ٹکڑے ٹکڑے بانٹ لیا۔سب گروہ اِس پر جو اُن کے پاس تھا اِترانے لگے۔پس انہیں ان کی جہالت میں کچھ مدت کے لیے چھوڑ دے۔''

اللہ تعالیٰ سورۃ الرّوم کی آیت ۳۲ میں فرماتا ہے:۔

'' اوران لوگوں کی طرح نہ ہو جو الگ الگ ہو گئے اورانہوں نے اختلاف کیا۔بعداس کے کہ ان کے پاس کھلے کھلے نشانات آ چکے تھے۔اوریہی ہیں وہ جن کے لیے بڑا عذاب (مقدّر) ہے۔'' (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۵)'' کہہ دے کہ وہ قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا تمہیں شکوک میں مبتلا کر کے گروہوں میں بانٹ دے اور تم میں سے بعض کو بعض دوسروں کی طرف سے عذاب کا مزہ چکھائے ۔دیکھ کس طرح ہم نشانات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ کسی طرح سمجھ جائیں۔''(سورۃ الانعام آیت ٦٥) (قرآنی تعلیمات کے مطابق گروہوں میں بٹ جانا بھی عذاب الٰہی ہے۔عصر حاضر میں دیکھ لیجیے اُمّت مسلمہ کی بربادحالی کی بنیادی وجہ مذہبی گروہ اور مذہبی فرقے ہی ہیں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''(یعنی) اُن میں سے (نہ ہو) جنہوں نے اپنے دین کو تقسیم کردیا اوروہ فرقہ فرقہ (ہوچکے) تھے۔ہرگروہ (والے) جو اُن کے پاس تھا اُس پر اِترارہے تھے۔''

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

''تم میں جو شخص میرے بعد رہے تو بہت اختلافات دیکھے گا تو تم لوگوں پر لازم ہے کہ میری سُنّت اور خلفاء راشدین کی سُنّت کو اختیار کرو۔اِس کو دانتوں سے مضبوط تھامو اور نوایجاد اعمال سے پرہیز کرو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''(رواہ الامام احمد وسنن ابی داؤد وترمذی وابن ماجہ۔سفارینی صفحہ ۲۸۰)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:''بے شک یہ ملّت تہتر فرقوں (تہتّر فرقوں سے مُرا فرقوں کی کثرت بھی مُراد لیا جاتا ہے، ناری فرقوں کی تعداد سینکڑوں بھی ہوسکتی ہے لیکن ناجی جماعت بہرحال ایک ہے) میں بٹ جائے گی۔بہتّر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنّت میں داخل ہو گا اور وہ الجماعت ہوگا۔''(سنن ابی داؤد، السنتہ، باب شرح السنتہ حدیث ۴۵۹۷)''بنی اسرائیل بہتر فرقوں

میں بٹ گئے تھے میری اُمّت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک فرقہ کے سوا باقی سب ناری ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یہ ناجی فرقہ کونسا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا جو میری اور میرے صحابہؓ کی سُنّت پر قائم ہو گا۔(ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ) حضرت محمد ﷺ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا: ''(اے حذیفہؓ) ہمیشہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ وابستہ رہنا۔ اس پر حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا ''(یارسول اللہ) اگر کسی زمانہ میں نہ جماعت ہو اور نہ امام ہو تو پھر کیا کیا جائے رسول اللہؐ نے فرمایا: **فاعتزل تلك الفرق كلّها** ''تمام فرقوں کو چھوڑ دینا۔'' (مسلم کتاب الامارت و بخاری کتاب الفتن باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ)

حقیقت یہی ہے کہ ان فرقوں سے خیر کی توقع عبث ہے۔ ان فرقوں کا حصہ بننا ایسے ہی ہے جیسے سانپ کے منہ میں اُنگلی دینی۔ جناب نسیم لکھنوی نے کیا خوب کہا ہے

جاناں یہ زُلف کف میں لینی ہے سانپ کے مُنہ میں اُنگلی دینی

مولانا مودودی صاحب کہتے ہیں کہ ''خُدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بناء پر اہلحدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور سنی وغیرہ الگ الگ اُمتیں بن سکیں۔ یہ اُمتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں۔'' (خطبات مودودی حصہ چہارم)

دیوبندی مولوی احمد علی جنہیں شیخ التفسیر اور امام الاولیاء کہا جاتا ہے مسلمانوں کو فرقہ واریت سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''برادران اسلام! سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کا ارشاد ہے۔ اے مسلمانو! تم پہلوں کے طریقوں کی بالشت کے بالشت اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ کی تابعداری ضرو کرو گے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آپؐ کی اُمّت میں سے جو ۷۲ فرقے پہلوں یعنی یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے وہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ (ہفت روزہ ختم النبین لاہور ۲۲ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۸)

رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کی تعلیمات سے منہ موڑنے کے نتیجے میں اُمّت مسلمہ فرقوں میں تقسیم ہو کر ذلّت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتی ہی چلی جارہی ہے۔ جناب محمد راغب الحسن فرماتے ہیں:

''مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے کرہ عرض پر کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی جو صرف اللہ کے نام پر ہو اور جہاں تفرقہ بازی نہ ہوتی ہو۔۔۔ غرض القرآن کے ہر اصول، ہر نظریے سے بغاوت کی گئی، اِس کے ہر حُکم

کے برخلاف عمل کیا گیا، اِس کے دیے ہوئے ہر تصور کو بدل ڈالا گیا اور اِس کے باوجود دعویٰ ایمان کا! دعویٰ اسلام کا!! یا للعجب!! مسلم قوم کی مذہبی پیشوائیت نے مسلم قوم میں نہ آنشد اءعلی الکفار کی صفت باقی رہنے دی اور نہ ہی رحماء بینھم کی خوبی۔ انہوں نے فرقہ بندیوں کی ایسی فضا پیدا کر دی کہ مسلم قوم آپس میں ہمیشہ سے دست وگریباں ہے لیکن غیر مسلموں سے نا صرف بے جا مفاہمت کرتے ہیں بلکہ ان کی بالا دستی بھی بخوشی قبول کرلیں۔ اب تو مسلم قوم کا یہ وطیرہ بن گیا ہے کہ دو فرقوں کی لڑائی میں بھی مدد کے لیے غیر مسلموں کا تعاون حاصل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔'' (مھجور القرآن صفحہ ۱۴، ۲۰ کتاب گھر)

اور قائداعظم نے فرمایا: ''صوبہ پرستی ایک لعنت ہے جس طرح مذہبی فرقہ بندی شیعہ، سُنّی وغیرہ بہت بڑی لعنتیں ہیں۔'' (بحوالہ تقاریر بحیثیت گورنر جنرل صفحہ ۸۴)

بے نظیر بھٹو صاحبہ فرماتی ہیں کہ ''مسلم دُنیا کے اندر فرقوں، نظریوں اور اسلام کی تشریحات کے مابین ایک اندرونی خلیج، ایک متشدد محاذ آرائی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہی ہے۔ اسی فرقہ واریت نے بھائی کو بھائی کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ آج مسلمانوں کے مابین یہ فرقہ وارانہ تشدد اس مجنونانہ اور اپنی ہی جڑوں کو کاٹنے والی فرقہ ورانہ خانہ جنگی میں پوری طرح نظر آتا ہے اور مسلم دُنیا میں فرقہ واریت ہر موڑ پر نظر آتی ہے۔''

(مفاہمت از بے نظیر بھٹو صاحبہ صفحہ ۲)

معزز قارئین! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشاد کے عین مطابق مسلمان کہلانے والوں کی غلط کاریوں کے باعث اُمّت محمدیہ فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد درپردہ اُمّت دو فرقوں شیعہ اور سُنّی میں تقسیم ہونا شروع ہو گئی تھی، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ تقسیم واضح ہوتی چلی گئی اور پھر دیکھتے دیکھتے بڑی تیزی سے فرقے بنتے چلے گئے۔ بنیادی طور پر ہندوستان و پاکستان میں تین بڑے گروہوں اہل سنت والجماعت، اہل حدیث اور اہل تشیعہ سے گروہوں کا سیلاب بنا ہے۔ ایک عام مسلمان حیران ہے کہ کس فرقے کو اپنا کر خُدا کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے؟ اِسی حیرانگی کا اظہار رسالہ معارف اسلام کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ صحیح تعلیم کہاں سے ملے؟ اسلام میں اتنے فرقے ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص تعلیم اسلام کی تلاش کرنے نکلے تو ڈر ہے کہ کہیں پہلا ہی قدم دلدل میں نہ

پھنس جائے۔اب ہمیں جناب رسول خُدا ﷺ کا کہنا یاد آیا کہ جس نے صحیح امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی وہ کافر مرا۔" (معارف اسلام نومبر دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۱)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھی راہ پر چلائے۔فرقہ واریت جیسے منحوس عمل سے دور رکھے۔اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کا اطاعت گزار بنائے۔

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹے شیخ سے زنّارِ تسبیح سلیمانی

☆☆☆

چھ فٹ لمبا کالا ناگ

گزشتہ دنوں قومی اخبارات میں ایک خبر چھپی تھی کہ کوٹ غلام محمد میں اچانک چھ فٹ لمبا کالا ناگ نکل آنے پر لوگوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔

معزز قارئین! بھوک،افلاس، بیماری،عدم تحفظ، دہشت گردی، کرپشن جیسے زہریلے پودے لگانے والے خونیوں اور منحوسوں کے جلسے جلوسوں میں انہیں زندہ باد کہنے والے تماشائی ناگ سے تو ڈرتے ہیں مگران کی اوران کے بیوی بچوں کی زندگیوں سے دن رات کھیلنے والے سیاسی و مذہبی خونی درندوں سے انہیں کسی طرح کا خوف محسوس نہیں ہوتا۔صد حیف! پاکستانی عوام غفلت کی نیند سو رہی ہے اور جونہی ان میں سے کسی کی آنکھ کھلتی ہے یا زبان سوال کرتی ہے تو اشرافیہ انہیں ایسے انجکشن لگاتی ہے کہ جن سے کچھ تو پھر سے غفلت کی نیند سو جاتے ہیں اور کچھ ابدی نیند سلا دیتی ہے۔ایک مثال پیش ہے۔ملتان میں زمین کے جھگڑے پر زمیندار نے جیواں مائی نامی خاتون پر کتے چھوڑ دیے جس سے خاتون شدید زخمی ہوگئی۔پولیس نے شخصی ضمانت پر چھوڑ دیا۔بے حس لوگ ناگ کو دیکھتے ہی مار دیتے ہیں اور مذہبی ٹیومروں، جرنیلی ناسوروں اور سیاسی ناگوں کے اشاروں پر نہ صرف ناچتے ہیں بلکہ اپنے بھائیوں، بہنوں، بھانجوں، بھتیجوں یہاں تک کہ ماؤں اور باپوں کو بھی کاٹ کھاتے ہیں۔مظلوم عوام کو ہم یہی کہیں گے

جن کے سر منتظر تیغ جفا ہیں ان کو
دست قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق ملے

ساون مسیح

نہ کسی پہ زخم عیاں کوئی، نہ کسی کو فکر رفو کی ہے   نہ کرم ہے ہم پہ حبیب کا، نہ نگاہ ہم پر عدو کی ہے

۹ مارچ ۲۰۱۴ء کو لاہور بادامی باغ سے ساون مسیح کو گرفتار کیا گیا، اس پر الزام تھا کہ وہ توہین رسالت کا مرتکب ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی کہ ساون مسیح توہین رسالت کا مرتکب ہوا ہے، مسلمان کہلانے والے وحشی درندوں نے بغیر تحقیق کیے قریب ہی واقعہ جوزف کالونی پر حملہ کر دیا، دو گرجا گھروں کو جلا دیا، سینکڑوں بائیبلز کی بے حرمتی کی اور ۱۲۵ گھروں کو جلانے کے علاوہ متعدد موٹر سائیکلیں اور رکشہ بھی جلا دیں۔ اور ان سب جرائم کے مرتکب افراد آزاد ہیں۔ کیا ان بائیبل کی بے حرمتی اور معصوموں کی املاک کو برباد کرنے والوں کے لیے کوئی سزا نہیں؟ ملزم نے عدالت کو بار بار بتایا کہ اس کے دوست نے جائیداد کے تنازعے پر اس کے خلاف مقدمہ درج کروایا ہے۔ مگر اسے توہین رسالت کا مرتکب قرار دے دیا گیا۔ ساون مسیح کو سنائی جانے والی سزائے موت کے بعد جوزف کالونی میں بسنے والے عیسائی اس تشویش میں مبتلا ہیں کہ انہیں ناکردہ گناہ کی سزا دینے کے لیے ان کے گھروں اور املاک کو نقصان پہنچا جا سکتا ہے۔ ساون مسیح کے وکیل نعیم شاکر نے کہا ہے کہ انہیں اپنے موکل کی رہائی کی امید نہیں ہے کیونکہ اس طرح کے حساس معاملات کو اکثر طول دیا جاتا ہے جیسا کہ آسیہ بی بی کے کیس میں ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ساون مسیح کی جان کو جیل میں بھی خطرہ ہے، میرے دو موکلوں کو پہلے بھی جیل میں ہلاک کیا جا چکا ہے۔ نعیم شاکر نے کہا ہے کہ انتہائی ظلم کی بات ہے کہ جب ۱۳ مارچ ۲۰۱۴ء کو سپریم کورٹ نے اس کیس کا از خود نوٹس لیا تو چیف جسٹس نے جب ایف آئی آر کی کاپی دیکھی تو پولیس افسران کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ ایف آئی آر میں درج الزامات میں تو توہین رسالت کے الزام کا ذکر تک نہیں ہے تو پھر کس بنیاد پر ساون مسیح کو گرفتار کیا گیا؟ نعیم شاکر کے مطابق اس کے بعد ایک سپلیمنٹری ایف آئی آر تیار کی گئی جو اصل سے مختلف تھی۔ اس کے باوجود سزائے موت سنانا سمجھ سے بالاتر ہے۔

ابھی ساون مسیح کو سنائی جانے والی سزائے موت پر عیسائی برادری اور اہل درد حضرات صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایڈیشنل سیشن جج میاں عامر حبیب نے گوجرہ کے رہنے والے

شفقت عما نوایل اور اس کی بیوی شگفتہ کوثر کو جنہیں گوجرہ ڈسٹرکٹ سے ۲۱ جولائی ۲۰۱۳ء کو توہین رسالت کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا، ۲۹۵ سی اور اور ۲۹۵ بی کے تحت ۴ اپریل ۲۰۱۴ء کو سزائے موت سنا دی۔ ان کے خلاف تحصیل بار ایسوسی ایشن کے صدر انور منظور اور محمد حسین نامی شخص نے ایف آئی آر درج کروائی تھی کہ شگفتہ کوثر لوگوں کو اپنے موبائل سے گستاخ رسول کے پیغامات بھیجتی تھی۔ اور یہ ٹیلی فون شگفتہ کوثر کے نام رجسٹرڈ ہے۔ ان میاں بیوی کے بیان کے مطابق ان کا فون اس ایف آئی آر سے پہلے چوری ہو چکا تھا۔ اور اہم بات یہ ہے کہ دونوں ملزمان ان پڑھ ہیں، انگلش، اردو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ ان کے وکیل کے مطابق استغاثہ نے عدالت میں نہ سم پیش کی اور نہ پیغامات کا ریکارڈ دیا۔ بغیر کسی ثبوت کے عدالت کا سزائے موت سنانا سمجھ سے بالاتر ہے۔

وطن عزیز میں اقلیتوں کو ناکردہ جرائم کی بنا پر ظلم وستم کی بھٹی میں جھونک کر ہاتھ تاپنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ انسانوں سے ناانصافی کسی بھی نوع کی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ناانصافی کرنے والوں کو نا صرف اس دنیا میں سزا دے بلکہ جہنم کی آگ میں بھی جھلسا دے۔ ہمیں ہمارا اسلام بتاتا ہے کہ ناصرف مسلمانوں سے ناانصافی اور زیادتی نہیں کرنی بلکہ غیروں اور دشمنوں سے بھی ناانصافی نہیں کرنی۔ متذکرہ دونوں واقعات میں ایف آئی آر درج کروانے والوں اور عدالتوں کی ناانصافی صاف دکھائی دے رہی ہے۔ اس کے علاوہ وہ جنونی بھی قابل مذمت ہیں جو اصلیت جانے بغیر مار دو، جلا دو کا نعرہ بلند کرتے ہوئے بے گناہ معصوموں کی املاک اور گھروں کو جلانے کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ توہین رسالت، توہین قرآن اور توہین اہل بیت کا الزام وطن عزیز میں بدلے چکانے کا ذریعہ بن چکا ہے۔ ۴ اپریل ۲۰۱۴ء کو کنزرویٹو رکن برطانوی پارلیمنٹ رحمان چشتی (سابق مشیر محترمہ بے نظیر بھٹو) نے کہا ہے کہ پاکستان کے لیے ہماری (برطانوی) خارجہ پالیسی میں انسانی حقوق، مذہبی اور عقائد کی آزادی کا احترام ایک لازمی جزو ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ وہ توہین رسالت کے قانون میں اصلاحات کرے جو اپنا نام دھندلا اور اپنے لوگوں سے انسانی حقوق سلب کر لیتا ہے۔ انہوں مزید کہا کہ گزشتہ پندرہ سال کے دوران ایک محتاط اندازے کے مطابق توہین رسالت کے قانون کے تحت ایک ہزار دو

سو چوہتر افراد کے خلاف مقدمات درج کیے گئے جبکہ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۸۲ء کے دوران صرف نو کیس رپورٹ ہوئے۔ رحمان چشتی نے اس مجلس میں یورپی وزیر ڈیوڈ لڈنگٹن سے پوچھا کہ آپ ایسے افراد کو مشکلات سے نکالنے کے لیے دوسرے ممالک کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار ہوں گے، جنہیں اپنے ضمیر وعقائد اور رائے کی آزادی کے لیے مقدمہ بازی یا سزائے موت کا سامنا ہے۔ جواب میں ڈیوڈ نے کہا کہ پاکستان میں توہین رسالت قانون کو تجارتی تنازعات میں ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے غلط استعمال کیا جاتا ہے اور انہوں نے قدیم قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو مشکلات سے نکالنے کے لیے اتحادی اقوام کے ہمراہ کام کرنے پر غور کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔

نہیں کہا جاسکتا کہ میڈیا کی طرف سے ہونے والی توہین قرآن اور توہین رسالت کے علاوہ توہین اہل بیت کے مرتکب افراد کا کیا انجام ہوگا۔ یہی میڈیا ہے جو بے گناہ افراد کو مجرم ثابت کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے۔ اب خود پر بن آئی ہے تو متعدد قرآنی آیات اور مقدس احادیث یاد آ گئی ہیں جن میں توبہ کرنے اور توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے۔ جب یہی آیات عام عوام اور اقلیتیں پیش کرتی ہیں تو کہہ دیا جاتا ہے کہ اللہ اور رسول کو معاف کرنے کا اختیار ہے مگر ہمیں یہ اختیار نہیں ہے۔ اس قسم کی معافی نعیم بنوری، کوکب نورانی اوکاڑوی اور طاہر اشرفی جیسے مولانا کہلانے والے حضرات کے نزدیک جیو کے ملازمین کو دی جاسکتی ہے۔ ان حضرات کو چاہیے ساون مسیح، آسیہ بی بی، شگفتہ کوثر اور اس کے شوہر کو جوان پڑھ ہونے کے باوجود موبائل کے ذریعے توہین رسالت کے مرتکب ہونے کے جرم میں سزائے موت کے حقدار ٹھہرائے جا چکے ہیں، کی معافی قبول کرنے کا اعلان کریں۔ دوسری طرف مذہبی راہنماؤں کی اکثریت جیو کے ملازمین اور جیو انتظامیہ کے خلاف قانون توہین رسالت اور توہین قرآن کا مقدمہ درج کرنے کے حق میں ہیں۔ یہ سوچ رکھنے والے مذہبی راہنماؤں کو چاہیے کہ ایسا ضرور کریں کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ان ملزمان کے ساتھ دوہری زیادتی ہوگی جو ناکردہ گناہ کی پاداش میں سزائیں بھگت رہے ہیں۔

جو پیرہن میں کوئی تار محتسب سے بچا دراز دستیء پیر مغاں کی نظر ہوا

جیو کے خلاف درج ہونے والے مقدمات کا فیصلہ بھی فوراً آنا چاہیے کہ جیو کی طرف سے ہونے

والی توہینوں کو کروڑوں افراد نے نا صرف دیکھا ہے بلکہ عوام کی ملزمان سے نفرت کا اظہار ابھی تک جاری ہے۔ہم یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ ان تمام متاثرین کو رہا کیا جائے جنہیں ناجائز طور پر مقدمات کا سامنا ہے، اور ان تمام افراد کو بغیر کسی تردد کے پھانسی دے دی جائے جنہوں نے معصوم افراد کو جھوٹے مقدمات میں پھنسانے جیسا بھیانک جرم کیا ہے۔لیکن کیا کریں نہ ہمارے حکمران کسی قابل ہیں اور نہ عدالتیں انصاف جیسے مقدس لفظ سے آشنا ہیں۔اس لیے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ایسے ناخلف حکمرانوں کو عقل دے دے یا ان کی صف لپیٹ دے اور اسی طرح قاضیوں کو انصاف کرنے کی توفیق دے،اگر ایسا ممکن نہیں تو ناانصاف قاضیوں کو ذلت اور رسوائی کی ایسی مار مار کہ قیامت تک وہ عبرت کا نشان بن جائیں۔آمین۔ایک اور اہم یہ دعا بھی ہم اللہ تعالیٰ کے حضور کرتے ہیں کہ وہ نام نہاد مذہبی راہنما جو خیر کی بجائے شر کے مبلغ بن چکے ہیں انہیں سیدھے رستہ پر چلنے کی توفیق دے،اگر ان کی خباثتیں تیرے نزدیک ختم ہونے والی نہیں ہیں تو انہیں پارہ پارہ کردے اور ان کی خاک اڑا دے۔آمین یا ربّ العالمین۔

جن کا دیں پیروی کذب و ریا ہے ان کو | ہمت کفر ملے ، جرآت تحقیق ملے

نعرہ تکبیر ”اللہ اکبر“

ایرانی صدر حسن روحانی نے کہا ہے کہ ”لکڑی کی تلوار سے بندوق کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔“

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کمزوری، طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔مگر یہ بھی سچ ہے کہ کمزوری کو دور کیا جاسکتا ہے۔کمزوری دور کرنے کے لیے علاج کرنا بھی ضروری ہے جو کمزوری کا علاج نہیں کرتا اس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔جس طرح آج عالم اسلام کی حالت قابل رحم ہے۔کیا عالم اسلام کے پاس وسائل کی کمی ہے؟ دولت اور افراد کی کمی ہے؟نہیں، ہرگز نہیں۔اگر مسلمان ممالک قرآن کے صرف ایک حکم کو جو مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی تعلیم دیتا ہے، پر عمل پیرا ہو جائیں،تو دیکھتے ہی دیکھتے تمام کمزوریاں پیچھا چھوڑ دیں گی،جب ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان ایک نعرہ تکبیر لگانے والے کے جواب میں کہیں گے ”اللہ اکبر“ تو تمام کمزوریاں اس طرح دور ہو جائیں گی جیسے سچی توبہ کے بعد گناہ جھڑ جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سیدھا رستہ دکھائے آمین۔

دو احمدیوں کو قتل کر دیا گیا

۱۶ مئی ۲۰۱۴ء کو جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے ایک ۶۵ سالہ احمدی بزرگ خالد احمد کو شیخوپرہ جیل میں ایک ہائی اسکول کے ۱۶ سالہ طالب علم نے چہرے پر گولیاں ماریں جس سے خالد احمد موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ایک دوسرے احمدی کی بھی مجرم جان لینا چاہتا تھا مگر پستول میں گولی اٹک گئی۔واقعات کے مطابق ۱۲ مئی کو چار احمدی حضرات نے دیوار پر چسپاں نفرت انگیز اشتہار کو ہٹانے کے لیے کہا تھا جس پر ان کے خلاف توہین رسالت کے قانون کے تحت مقدمہ درج کر کے دو احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا جبکہ دو احمدیوں نے ضمانت قبل از گرفتاری کروالی تھی۔وقوعہ کے روز ایک نوجوان نے پولیس سے گرفتار احمدیوں سے ملنے کی اجازت طلب کی،جس پر بغیر کسی تحقیق وتلاشی کے اسے گرفتار احمدیوں سے ملنے کی اجازت دے دی گئی۔یوں دکھائی دیتا ہے کہ پولیس والے بھی اس ظالمانہ کاروائی میں شریک تھے۔

۲۵ مئی ۲۰۱۴ء کو چناب نگر (ربوہ) میں ایک ۵۰ سالہ احمدی ماہرِ امراضِ قلب ڈاکٹر مہدی علی قمر کو بہشتی مقبرہ نامی قبرستان کے سامنے صبح ۵ بجے جب وہ قبرستان سے بزرگوں کے لیے دعا کرنے کے بعد باہر آرہے تھے تو دو موٹر سائیکل سواروں نے انہیں گیارہ گولیاں ماریں جس سے وہ موقع پر جاں بحق ہو گئے۔اس وقت ان کے ساتھ ان کے تین کمسن بیٹے اور رفیقہ حیات بھی تھیں۔ڈاکٹر مہدی علی قمر امریکہ سے چند روز قبل ہی خدمت خلق کے لیے پاکستان آئے تھے۔ان کے مختصر دورے کا مقصد ربوہ میں واقع طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں مریضوں کا مفت علاج کرنا تھا۔

اس واقع سے چند روز قبل شبان ختم نبوت سرگودھا نے درج ذیل اشتہار شائع کیا تھا۔

چناب نگر میں قادیانیوں کا ایک مشہور ہسپتال (اسپتال) (طاہر ہارٹ سنٹر) ہے اس ہسپتال میں کسی بھی ڈاکٹر سے چیک اپ اور ہسپتال میں علاج کروانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

یاد رہے احمدیوں کو ۱۹۷۴ء میں بھٹو حکومت نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔باوجود احمدیوں کے خود کو مسلمان سمجھنے کے یہ فیصلہ سنایا گیا تھا اور اس کی مثال اسلامی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی کہ کسی اسلامی حکومت نے

کسی مسلمان کہلانے والے کے مذہب کا فیصلہ کیا ہو۔ باوجود اس فیصلے کے ایک بھی احمدی ایسا نہیں ہے جو خود کو مسلمان نہ سمجھتا ہو، احمدی قرآن پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں، رسول خدا ﷺ کے باغِ سیرت سے پھول چنتے ہیں اور خود کو ان کی خوشبو سے معطر کرنے کی ہر لمحہ کوشش کرتے ہیں۔ اور پاکستانی آئین کے مطابق احمدی حضرات کے لیے قرآن پڑھنا، لکھنا اور سننا، رسول اللہ ﷺ سے عقیدت واحترام رکھنا بھی جرم کے زمرے میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خلاف کچھ اس طرح کے مقدمات درج ہوتے ہیں۔ شادی کے کارڈ پر بسم اللہ لکھ کر دل آزاری کی گئی، شادی کے کارڈ پر انشاءاللہ لکھ کر دل آزاری کی گئی، اذان دے کر، کلمہ طیبہ کو سینے پر لگا کر، خود کو مسلمان کہہ کر، قرآن پڑھ کر، ڈش انٹینا پر ایم ٹی اے دیکھ کر، نماز پڑھ کر، عید قربان پر قربانی دے کر اور دوسرے اسلامی شعائر کو اپنا کر احمدی ہماری دل آزاری کا باعث بنے۔

ان کو اسلام کے لٹ جانے کا ڈر اتنا ہے
اب وہ کافر کو مسلماں نہیں کرنے دیتے

☆☆☆

کھڑے ہو کر سلام نہ کرنے پر۔۔۔

ایک خبر ہے کہ ''کھڑے ہو کر سلام نہ کرنے پر ن لیگ کے ایم پی اے راؤ کاشف نے پی ایم اے کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر عرفان کی دھلائی کر دی''۔

حکمرانوں کا یہی وطیرہ بن چکا ہے۔ پاکستان میں کلرک بھی بادشاہ ہوتے ہیں، وہ بھی سائل کو تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں۔ راؤ کاشف تو سب کچھ کر سکتے ہیں، ڈاکٹر جی کو شکر کرنا چاہیے کہ ان کی صرف دھلائی کر کے جان چھوڑ دی گئی ورنہ انہیں اغواء بھی کیا جا سکتا تھا اور جیل کی ہوا بھی کھانی پڑ سکتی تھی اور مزید یہ کہ انہیں بھٹی میں بھی جھونکا جا سکتا تھا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ ان کے سلام کرنے کو جرم نہیں سمجھا گیا، صرف کھڑے ہو کر سلام نہ کرنے کو جرم خیال کیا گیا۔ ورنہ اسلامی جمہوری پاکستان کی جیلوں میں درجنوں افراد ایسے ہیں جن کو اسلام علیکم یعنی تم پر سلامتی ہو کہنے پر پابند سلاسل کیا گیا ہے۔

تحریک الخرمیہ اور تحریک قرامطہ کی تباہ کاریاں

مامون کے عہد میں بابک خرمی جو کہ الخرمیہ تحریک کا بانی تھا نے خروج کیا۔اس شخص نے بھی المقنع جس کا نام عطاء بھی بتایا جاتا ہے کی طرح الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔المقنع نے جادو اور طلسمات میں مہارت حاصل کر کے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔اس کا عقیدہ تھا کہ سب سے پہلے خدا نے آدم میں حلول کیا، یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔الغرض خدا اسی طرح تمام انبیاء میں حلول کرتا کرتا ابومسلم خراسانی کے جسم میں داخل ہوا اور اس کی وفات کے بعد اب خدا نے میرے اندر حلول کیا ہے۔عطاء نہایت کریہہ المنظر، کانا، ہکلا اور بدنما چہرے کا مالک تھا اسی لیے ہر وقت چہرے پر سنہرا نقاب ڈالے رہتا تھا۔اسی سنہرے نقاب کی وجہ سے اسے المقنع کہا جاتا تھا۔المقنع اور بابک نے خدائی کا دعویٰ کر کے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کیا اور بقول مسعودی (کتاب التنبیہ) بابک نے پانچ لاکھ کے قریب مسلمانوں کو قتل کیا۔بقول طبری بابک نے بیس سال تک ایران میں شدید ہنگامہ برپا رکھا۔آخر کار عباسی خلیفہ المعتصم کے زمانہ میں افشین نے ۲۲۳ ہجری میں اسے قتل کر دیا۔ہسٹری آف سیریا کے مطابق الخرمیہ تحریک کے ماننے والے بہنوں اور پوتیوں سے نکاح جائز سمجھتے تھے۔(قدیم مصری اور سیریانز بابل اور ایرانی تہذیب تحفظ وخاندان کی خاطر بہن بھائی کی شادی کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔(ہسٹری آف سیریا صفحہ ۳۰۳۔عجیب بات یہ ہے کہ مولوی، آدمؑ کو پہلا انسان سمجھنے کے ساتھ ساتھ ان کی اولاد میں بہن بھائی کی شادیوں پر یقین رکھتے ہیں) ان دونوں کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن میمون القداح کی تخریبی سرگرمیوں کے لیے زمین ہموار کی۔اس شخص کی تحریک نے مسلمانوں کو سو سال سے زیادہ عرصہ تک مصیبتوں میں مبتلا کیے رکھا۔اس کے بعد قرمطہ اور پھر ابو طاہر عباسی حکومت کے لیے دردِ سر بنے رہے۔

عبداللہ بن میمون الاسماعیلی نے اپنے عارضی مرکز اہواز سے اپنے ایک داعی الحسین الاہوازی کو دعوت اسماعیلیہ کی اشاعت کے سلسلہ میں سواد کوفہ کی طرف بھیجا جہاں وہ حمدان بن الاشعث قرمط (بہت چھوٹی ٹانگیں ہونے کی وجہ سے اسے قرمطہ کہا جاتا تھا) جو عراقی کاشتکار تھا سے ملا جس نے اسماعیلی تحریک میں شمولیت

اختیار کر لی، بعد میں انچارج داعی بن گیا۔ یہی شخص قرامطہ تحریک کا بانی کہلایا۔ اس تحریک کو سبعی، باطنی، فاطمی،، قرمطی اور حشیشی بھی کہا جاتا تھا، لیکن مورخوں نے اس تحریک کو ملاحدہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس تحریک کے بانیوں نے اس تحریک کی پرورش کے لیے اگلے سال لوٹ مار کو پیشہ بنایا، لوگوں کو ہتھیار بند کیا، الفطرہ کے نام سے چندہ لینا شروع کر دیا۔ بالآخر ابوسعید الحسن بہرام القرمطی بحرین میں قرامطہ کی حکومت کا بانی بنا۔ بعد میں دمشق پر بھی قابض ہو گیا اور فاطمی والی کو قتل کر دیا۔ قرامطہ ابن القاسم اور ابوطاہر کی قیادت میں حاجیوں کے قافلوں پر حملے کرتے، اُن کے اموال لوٹتے اور قتل و غارت کرتے ۳۱۷ھ ہجری میں ابوطاہر قرمطی نے حج کے ایام میں مکّہ پر حملہ کیا اور حاجیوں کو بکثرت قتل کیا، سینکڑوں لاشیں چاہ زم زم میں پھینکوا دیں، اموال لوٹ لیے اور حجراسود کو اکھیڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ اور عبداللہ بن سباء نے حجراسود کو اپنے پیشوا کے مکان کی دہلیز میں دفن کر دیا تا کہ ہر آنے اور جانے والا اس کا تقدس پامال کرتا رہے۔ اِس وجہ سے سارا عالم اسلام ہل کر رہ گیا، سخت شور پڑا۔ فاطمی خلیفہ نے پچاس ہزار دینار کی پیشکش کی جسے ٹھکرا دیا گیا۔ ہر طرف سے زور ڈالنے پر قریباً بائیس سال کے بعد ۳۳۹ھ ہجری میں حجراسود واپس کرنے پر قرامطہ مجبور ہو گئے۔ تقریباً ایک سو سال اُمّت مُسلمہ کو نقصان پہنچانے کے بعد باہمی نزاعوں اور حربی دھچکوں کے ہاتھوں کمزور ہو کر آخر عباسی فوجوں سے جنگوں میں نابود ہو گئے۔ (الجمیعات السریۃ صفحہ ۳۶، ۳۷۔ الفرق بین الفرق صفحہ ۲۱۹)

سلیم یوسف چشتی مرحوم اپنی کتاب تصوف میں غیراسلامی نظریات میں لکھتے ہیں :۔

’’جس زمانے میں قرامطہ نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں مسلمانوں میں تصوف کا آغاز ہو چکا تھا اور مختلف سلسلے قائم ہو چکے تھے۔ قرامطہ نے صوفیوں کے حلقوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کیا۔ یعنی تصوف کے لباس میں صوفیوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اور اسلامی تصوف میں غیر اسلامی عقائد کی آمیزش کر کے ایران میں اس غیر اسلامی تصوف کی بنیاد رکھ دی، جو رفتہ رفتہ تمام مسلمانوں میں شائع ہو گیا اور اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو گیا کہ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں امتیاز کرنا عوام کے لیے ناممکن ہو گیا، کیونکہ جاہل عوام ہر زمانے میں اور ہر ملک میں دین اسلام کی حقیقت سے بیگانہ رہے ہیں، یعنی غیر اللہ کو دستگیر، مشکل کشا اور حاجت روا مانتے رہے ہیں اور آج بھی مانتے ہیں۔ قرامطہ نے

غیر اسلامی عقائد تصوف کے لباس میں ایرانیوں کے سامنے پیش کیے، مثلاً حلول، اتحاد، تجسم، تناسخ وغیرہ وہ سب ایسے تھے جو قبل اسلام ایران کے مختلف طبقوں میں مروج تھے، اس لیے ان لوگوں نے ان عقائد کو بخوشی قبول کرلیا۔'' (ہندوستان میں) ''عوام میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اپنے ناموں سے پہلے ''پیر'' کے لفظ کا اضافہ کیا۔قرامطہ کا یہی طریق کار تھا کہ جس طرح ہو سکے تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے اندر الحاد اور بے دینی کی اشاعت کی جائے، اور اس مقصد میں وہ کامیاب ہو گئے، یعنی انہوں نے تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے دلوں میں غیر اسلامی عقائد جاگزیں کر دیے۔'''' قرامطہ نے فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، مثنوی مولانا روم، دیوان شمس تبریز احیاء العلوم اور دوسری بہت سی کتابوں میں اپنی طرف سے اشعار اور عبارتیں شامل کر دی ہیں۔'' (تصوف میں غیر اسلامی نظریات صفحہ ۲۷، ۳۱، ۳۸)

مشہور محقق پروفیسر سعید نفیسی قرامطہ تحریک کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''قرامطہ نے صوفی بن کر اپنے عقائد باطلہ کو اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مخلط کر دیا کہ عوام کے لئے امتیاز بین الحق والباطل ناممکن ہو گیا۔تصوف کے نام سے عامۃ المسلمین میں اپنے عقائد شائع کر دیے اور شیخ طریقت بن کر ان عقائد کو دن رات اپنی مجلسوں میں بیان کر کے جاہل اور سادہ لوح اہل سنّت کے دل و دماغ میں اس طرح پیوست کر دیا کہ وہ ان کی جذباتی، اَخلاقی اور روحانی زندگی کا جزو لانیفک بن کر رہ گئے۔ چنانچہ وہ ہر مصیبت کے وقت اللہ کے بجائے کسی غیر اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ان کی زبان پر بے ساختہ کسی اپنے ہی جیسے عاجز اور فانی انسان کا نام آ جاتا ہے۔ حالانکہ تصوف نام ہی ہے نقش غیر کو لوحِ دل سے مٹا دینے کا۔ اسلام کے ان دشمنوں نے تصوف کی مشہور کتابوں میں اپنے عقائد شامل کر دیے اور جہاں موقع ملا اسلامی عقائد کو حذف کر دیا۔تقیہ کی بدولت عوام اور خواص دونوں کو مغالطے میں رکھا۔مشہور صوفیوں کے ناموں کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنی لکھی ہوئی کتب کو اہل سنّت کے مستند مشائخ روحانی سے منسوب کر دیا۔تصوف کی دنیا میں رفتہ رفتہ ایک غلطی یہ عام ہوگئی کہ بعض جاہل مریدوں نے سمجھ لیا کہ اس راہ میں مرید مسلوب الارادہ ہو جانے کے ساتھ ساتھ مسلوب العقل بھی ہو جانا چاہیے۔اسی عقل وفہم سے بے گانہ ہو جانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ تصوف کی کتابوں میں جو خلافِ شرع اور خلافِ عقل باتیں دشمنانِ اسلام کی تدسیس وتحریف وتدلیس سے

داخل ہوگئی ہیں، کوئی شخص نہ ان کی تغلیط و تکذیب کی جرات کرتا ہے نہ انہیں ان کتابوں سے خارج کرنے کا خیال دل میں لاسکتا ہے۔ یہ ہے وہ تقلید کور یا اندھی عقیدت جس نے تصوف کو بھی بدنام کیا اور مسلمانوں کی عقلی زندگی کو بھی مفلوج کر دیا۔ گزشتہ بیس سال میں تصوف کی جس قدر کتابیں نظر سے گزریں اکثر و بیشتر کتابوں میں ایسی روایات موجود پائیں جو نہ عقلاً اظہر من الشّمس ہے۔ ''

سید سلمان ندوی سیرت حضرت عائشہؓ میں لکھتے ہیں:۔

''میں بھی اسلامی ادب کا پچاس سال سے زائد عرصے تک مطالعہ کرنے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قرآن کریم کو چھوڑ کر دشمنانِ اسلام نے ہر علم و فن کی کتابوں میں خصوصاً تاریخ، حدیث اور تصوف کی کتابوں میں حذف و اضافہ کر دیا ہے۔ سلیم یوسف چشتی اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان مسلمانوں کی مجلس میں ان جھوٹی روایات کو جھوٹا کہہ دے تو تمام سنّی مسلمان اس کو سنگسار کر دیں گے۔''

(سیرت حضرت عائشہ صفحہ ۵۶)

قرامطہ نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے جہاں اور بہت سے حربے اختیار کیے وہاں یہ ہتھکنڈہ بھی استعمال کیا کہ اپنی مجلسوں میں مسلسل اس گمراہ کن عقیدے کی تبلیغ کی کہ ''شریعت اور طریقت'' دو جداگانہ چیزیں ہیں، اور جب ایک شخص طریقت کے دائرے میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لیے شریعت کی پابندی لازمی نہیں رہتی۔ جی چاہے پابندی کرے، جی چاہے نہ کرے۔ جہاں ملوکیت نے دین اور دنیا میں تفریق قائم کر دی تھی اور اس غیر اسلامی تعلیم نے مسلمانوں کی اجتماعی، اخلاقی اور دینی زندگی کو تباہ کر دیا تھا رہی سہی کسر اس غیر اسلامی تصوف نے پوری کر دی، کیونکہ طریقت اور شریعت کی تفریق سے اباحتِ مطلقہ کا دروازہ کھل گیا اور مسلمانوں کی روحانی زندگی ختم ہو کر رہ گئی۔ قرامطہ تحریک کے جعلی صوفیوں کے حاشیہ نشینوں نے عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کیا کہ نمازِ پنجگانہ تو عوام کے لیے ہے، یہ حضرات (جعلی صوفی) تو ہر وقت نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں قلندری اور ملامتی درویشوں کی جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ ان دونوں جماعتوں کے افراد پابندیٔ شریعت سے آزاد رہتے تھے بلکہ اس آزادی میں فخر محسوس کرتے تھے اور تحقیر شریعت کو اپنے لیے طغرائے امتیاز بناتے تھے۔ قلندروں نے سیاحت اور صحرا نوردی کو اپنا شعار بنا لیا، کیونکہ

اس طرح سیر وتفریح کے مواقع با آسانی میسر آتے اور جدوجہد کے بغیر زندگی بسر ہوسکتی تھی یعنی جس شہر میں پہنچے وہاں کے مسلمانوں پر اپنے تقدس (ترکِ دنیا) کا سکہ جما کر اعلیٰ درجہ کی ضیافت کا انتظام کرلیا۔رفتہ رفتہ ان کے اخلاق بالکل تباہ ہوگئے۔اور ملامتی فرقے کے لوگوں نے اسلام کو شدید ضعف کا شکار کیا اور دین کی بنیاد ہی منہدم کردی۔انہوں نے ہراس فعل کا ارتکاب کیا جس کی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے۔قرامطہ کی ابلیسی ذہانت نے انہیں بتایا کہ تصوف کا مقصود نفس امارہ کو مغلوب کرنا ہے اسے مغلوب کرنے کا ایک طریقہ اس کی تذلیل بھی ہے۔اس لیے ایسے کام کرو جن کی وجہ سے لوگ تمہیں برا کہیں۔جب لوگ تمہیں برا سمجھیں گے، گالیاں دیں گے، دین اسلام سے خارج کردیں گے، تمہارا سوشل بائیکاٹ کریں گے تو یقیناً نفس امارہ، نفس مطمئنہ میں تبدیل ہوجائے گا۔یہ ملامتی طریقہ بہت جلد مقبول ہوگیا اور آج بھی ہندو پاکستان کے مختلف شہروں میں آپ کو ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو علانیہ شریعت اور طریقت میں تفریق کرتے ہیں اور پیر ہونے کے باوجود نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزہ رکھتے ہیں، نہ اتباع شریعت کرتے ہیں۔وجہ کیا ہے؟ صرف یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اب روحانیت کے اس مقام پر فائز ہیں جہاں یہ رسوم ظاہری بیکار ہوجاتی ہیں اور اپنے زعم باطل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں: ترجمہ: اپنے ربّ کی اس وقت تک عبادت کر جب تک تجھ میں یقین کی کیفیت پیدا نہ ہو'' اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے اندر یقین پیدا ہوچکا ہے اس لیے اب ہمیں عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔(یاد رہے ہمارے حبیب آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخر وقت تک نماز پڑھتے رہے) درویشی کے پردے میں ایسے لوگ بدترین گناہ کرتے ہیں، شراب پیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب حرامکاریاں اس لیے کرتے ہیں کہ لوگ ہمیں برا کہیں، اس طرح ہمارا نفس مردہ ہوجائے گا جو مقصود اسلام ہے۔اس سلسلے میں مخدوم جہاں اپنی کتاب معدن المعانی کے صفحہ ۲۶۸ میں لکھتے ہیں:۔

''سالک کو راہ سلوک میں ایک ایسا مقام آتا ہے کہ روزہ، نماز اور نوافل چھوٹ جاتے ہیں۔یہ طالبان کے حق میں جائز ہے کیونکہ روزہ اور نماز مقصود کے حصول کے لیے ہیں اور یہ طالبان صادق ہی جانتے ہیں کہ میرا مقصود خرابات میں جانے سے حاصل ہوگا تو ایسی حالت میں ان لوگوں کے لیے ترک صوم و صلوٰۃ فرض ہوجاتا ہے لیکن یہ فرض حالی ہے فرض شرعی نہیں۔'' اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''شیخ علاؤالدین

نے ایک قلندر کے مصافحے کے لیے بڑھے ہاتھ کوتھامنے سے انکار کر دیا۔مخدوم جہاں نے ایک مرید سے اس کی وجہ پوچھنے پر بتایا کہ اہل طریقت کے لیے ان کے حال کے اعتبار سے یہ جائز ہے کہ اگر کسی عمل کے بجا لانے میں یہ دیکھیں کہ نفس کو رعونت حاصل ہوتی ہے تو اسے ترک کر دیں۔اس پر یہ سوال کیا گیا کہ متاثرہ شخص کی جو دل شکنی ہوتی ہے اس کا کیا جواب دیں گے۔وہ مصافحہ کرنا چاہتا ہے، ہاتھ چومنا چاہتا ہے۔مخدوم جہاں نے جواب دیا ہے کہ مومن کا دل توڑنے کا ارادہ نہیں ہے اس کی نیت اپنی انکساری سے اپنے دین کی تکمیل مراد ہے اگر اس ضمنی طور پر کسی کی شکستگی خاطر ہو تو کوئی خوف نہیں اور اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔'' اسی ضمن میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ'' بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہاء نے لکھا ہے کہ ''سُنّتیں'' بھی ایسے شخص کو معاف ہیں، لیکن الحمد للہ کبھی نہ چھوڑیں، نفل البتہ اس روز سے چھوڑ دیئے ہیں۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد۴ صفحہ ۵۰ بحوالہ اعلیٰ حضرت کی چند خطرناک غلطیاں)

شیخ ضیاءالدین سہروردی اپنی کتاب آدابِ مریدین میں لکھتے ہیں:'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض نماز کے ایک فریضہ ہے اور بعض صوفیہ نے بیان کیا ہے کہ حلال کا طلب کرنا ہر شخص پر فرض ہے، اور حلال کا ترک اس طائفہ صوفیہ پر فرض ہے، مگر یہ کہ بقدر ضرورت ہو۔''

مولانا عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

'' جو صوفی شریعت اور طریقت میں فرق کرتا ہے، وہ صوفی نہیں ہے بلکہ فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھتا ہے۔یقیناً اس غیر اسلامی تصوف کا بیج قرامطہ نے بویا انہوں نے اپنے عقائد مذمومہ کی تبلیغ کے لیے تصوف کو آلہ کار بنایا اور صوفیوں کے لباس میں بے شمار مسلمانوں کو گمراہ کیا۔''

معزز قارئین! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تصوف بارے چند دانشور کہلانے والوں کی رائے بھی بیان کر دی جائے۔

جناب غلام پرویز صاحب اپنی کتاب تصوف کی حقیقت کے صفحہ ۹۰ میں لکھتے ہیں کہ'' کس طرح وحدت الوجود ان شاعروں کے رگ رگ میں سمو گیا۔بُلھے شاہ، شاہ حسین، خواجہ غلام فرید، سُلطان باہو، علی حیدر شاہ، وغیرہ پنجابی شاعروں اور شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، شہباز قلندر، سندھی صوفیاء وغیرہ نے وہ

دھمال رچائی کہ اسلام کا نام ونشان تک اس غبار میں گُم ہو کر رہ گیا۔ اسلام کا نام ہی نہیں جب بات ملائیہ یا قلندریہ تک پہنچی تو ہر قسم کی شرعی پابندیاں اُٹھ گئیں اور جس قدر کوئی بزرگ فواحش ومُنکرات کا مُرتکب ہو، وہ اُتنا ہی پہنچا ہوا قرار پا گیا۔ مُلتان کے جلالیہ، شاہ مدار کے مداری، لال شہباز قلندر کے ملنگ، گوگا پیر کے الف شاہی، شاہ بوعلی قلندر کے مست ملنگ، مولانا روم کے رقاص درویش، غرض کس کس کا نام لیجیے اور کس کس کا رونا روئیے یہ سب مقربین بارگاہِ خُداوندی قرار پا گئے۔''

اور ڈاکٹر محمد اقبالؔ تصوف کی عمارت پر الفاظ کی بم باری کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میں یہ بات مسلمانوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ عجمی تصوف جزوِ اسلام نہیں۔ یہ ایک قسم کی رہبانیت ہے جس سے اسلام کو قطعاً تعلق نہیں اور جس کے اثر سے اسلامی اقوام میں قوّتِ عمل مفقود ہو گئی ہے۔ تصّوف کا تو لفظ بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود نہ تھا۔ ۱۵۰ ہجری میں یہ لفظ پہلے پہل استعمال میں آیا۔'' (اخبار وکیل امرت سر ۹ فروری ۱۹۱۶ء بحوالہ مذہبی وسیاسی فرقہ بندیاں از اشرف ظفر)

تصوّف کے بارے میں اقبالؔ، سیّد سلمان ندوی کو لکھے گئے خط میں فرماتے ہیں:۔

''اس میں ذرہ شک نہیں کہ تصوّف کا وجود ہی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے، جس نے عجمیوں کی دماغی آب وہوا میں پرورش پائی ہے۔'' (بحوالہ اہل بدعت کے شُبہات کا رَد)

اقبالؔ نے اپنے ایک خط جو سیّد فصیح الدین کاظمی کے نام ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء میں لکھا تھا میں فرماتے ہیں کہ ''میرے نزدیک تصوّف وجودی مذہب، ''اسلام'' کا کوئی جُزو نہیں بلکہ مذہب اسلام کے خلاف ہے اور یہ تعلیم غیر مُسلم اقوام سے مُسلمانوں میں آئی ہے۔'' (خطوط اقبال، مرتبہ رفیع الدین ہاشمی شائع کردہ مکتبہ خیابان ادب لاہور صفحہ ۱۲۷ بحوالہ مذہبی وسیاسی فرقہ بندیاں)

تصوّف کے علم بردار شیخ اکبر حضرت محی الدینؒ کی تصنیف فصوص الحکم کے بارے میں اقبالؔ فرماتے ہیں کہ ''جہاں تک مجھے علم ہے فصوص الحکم میں سوائے الحاد اور کفر کے کچھ نہیں۔''

(اقبال نامہ صفحہ ۱۴۴، بحوالہ اہل بدعت کے شُبہات کا رَد)

اقبالؔ نے یہ بھی کہا ہے کہ ''میرے نزدیک حافظ شیرازی کی شاعری نے بالخصوص اور عجمی شاعری نے

بالعموم مسلمانوں کی سیرت اور عام زندگی پر نہایت مذموم اثر کیا ہے اس واسطے میں نے ان کے خلاف لکھا ہے مجھے امید تھی کہ لوگ مخالفت کریں گے اور گالیاں دیں گے لیکن میرا ایمان گوارہ نہیں کرتا کہ حق بات نہ کہوں۔ شاعری میرے لیے ذریعہ معاش نہیں کہ مَیں لوگوں کے اعتراضات سے ڈروں۔''

(بحوالہ خطبات اقبال صفحہ ۱۲۸ خط بنام رفیع الدین ہاشمی ۱۴ جولائی ۱۹۱۶ء)

اور مولانا مودودی صاحب اپنی کتاب تنقیہات کے صفحہ ۱۴۳ میں فرماتے ہیں کہ:۔

''اسلام کی صورت کو تصوف کے ماننے والوں نے مسخ کر دیا ہے، اس تصوف کو مٹانا اتنا ہی ضروری ہے جیسا مغربی تہذیب جاہلیت جدیدہ کو مٹانا، تصوف کو بے مٹائے خُدا کا دین قائم ہی نہیں ہوسکتا جو پیروں ولیوں کو مانتے ہیں سب کی دماغی حالت گھٹیا قسم کی ہوتی ہے۔ صوفیوں کے احزاب اعمال اور ادو وظائف اسلام کے مخالف اور جاہلیت ہیں۔ خانقاہی اسلام دین اسلام نہیں، سراسر جاہلیت راہبہ ومشرکانہ۔''

قرامطہ تحریک کے غیر اسلامی عقائد کی جھلک عصر حاضر میں بھی مسلمانوں کے غیر اسلامی افعال و عقائد کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہے۔ نام نہاد پیروں، صوفیوں، مجاوروں، مجذوبوں، ملنگوں، قلندروں، جبہ پوشوں، خلیفوں، مداریوں اور رقاص درویشوں وغیرہ نے مسلمان عوام کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا کرے اور قرامطہ جیسی خلاف اسلام تحریکوں کے اثرات سے محفوظ و مامون رکھے۔

☆☆☆

ھیئر ڈریسر اور لپ سٹک

''حکمران لیپ ٹاپ کے بعد ہیئر ڈریسر اور لپ سٹک بھی تقسیم کریں گے۔'' شیخ رشید

شیخ جی کے لیے اس اعلان میں سوائے مایوسی کے اور کچھ نہیں ہے کہ ان کی گھر والی نہیں ہے۔ جہاں تک حکمرانوں کی عہد شکنیوں اور کرتوتوں کا تعلق ہے انہیں دیکھ کر فیضؔ کا ایک شعر یاد آتا ہے

تا حشر زمانہ تمہیں مکار کہے گا
تم عہد شکن ہو، تمہیں غدار کہے گا

انسانیت کے دشمن

نسل،قومیت،کلیسا،سلطنت،تہذیب،رنگ   خواجگی نے خوب چُن چُن کے بنائے مُسکرات

اس دنیا میں آنے والا ہر انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے،اس کا وجود گوشت اور ہڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے،اس کی رگوں میں خون دوڑتا ہے جس سے زندگی کا سفر رواں دواں رہتا ہے۔یہی انسان جب بڑا ہوتا ہے تو اپنے جیسے دوسرے انسانوں کا دشمن بن جاتا ہے۔اس کی دوسرے انسانوں سے دشمنی اور نفرت، مذہب،قومیت،رنگ اور حسد وغیرہ کی سیڑھی چڑھ کر درندگی اختیار کر لیتی ہے۔جب انسان درندہ بن جاتا ہے تو اس کی نگاہ میں اتحاد و اتفاق، انصاف، اخلاق اور دین کی خوبصورت تعلیمات کوئی حقیقت اور معنی نہیں رکھتیں، اسے دوسرا انسان صرف ایک ایسا ذلیل وحقیر دشمن دکھائی دیتا ہے جسے چیرنا پھاڑنا وہ اپنا مذہبی اور قومی فرض سمجھتا ہے۔عصر حاضر میں جب ہم مغرب، مشرق،شمال اور جنوب میں واقع ممالک کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ ان ممالک کے حکمران اور عوام شدید کرب میں مبتلا ہونے اور درد والم کی سنگینی سے آشنا ہونے کے باوجود دوسرے ممالک کے باشندوں کو زیرِنگیں کر کے مظالم ڈھانے کے لیے خود کو تیار پاتے ہیں۔امریکہ میں بسنے والے افراد سمجھتے ہیں کہ وہ تبھی امن سے رہ سکتے ہیں جب دنیا کے تمام ممالک ان کی ظالمانہ غلامی اختیار کر لیں اسی طرح کی خواہش یورپ،آسٹریلیا،ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے ممالک اور افراد کو بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام ممالک ایٹمی ہتھیار حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت انسان کہلانے والے، انسان نما دشمنوں کی آنے والی نسلوں کو بھی عبرت کا نشان بنا دیں۔اور اس قسم کی ناپاک خواہشات رکھنے والے ممالک کی اندرونی حالت بھی نہایت دردناک ہے۔ان ممالک میں بسنے والے اربوں انسانوں کی قسمت کے فیصلے مٹھی بھر امراء کرتے ہیں۔اس طرح کی صورتحال صرف امیر ممالک تک محدود نہیں ہے۔افریقہ جیسے غریب اور محتاج ممالک میں بھی چند دولت مند افراد اپنی درندگی اور حکمرانی قائم رکھنے کے لیے اپنی عوام کو کسمپرسی میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔سب سے زیادہ بری حالت ہمیں مسلمان ممالک میں دکھائی دیتی ہے، جہاں دینی اور دنیاوی جہالت کے مہیب سائے چھا چکے ہیں۔عرب ممالک اس طرح ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہیں کہ

ہمسایہ مسلمان ممالک میں بسنے والے عربی بھائیوں کے جلے، کٹے اور پھٹے لاشے دیکھ کر خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں۔عراق اور لیبیا جو ترقی کی طرف گامزن ممالک تھے، تباہ و برباد ہو چکے ہیں، ان دنوں ان ممالک کے عوام علاقوں اور فرقوں کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں۔ملک شام کھنڈر بن چکا ہے، ہزاروں لوگ مارے جا چکے ہیں اور لاکھوں افراد مہاجر بن چکے ہیں۔اس عظیم قتل عام کی وجہ شیعہ اور سنّی فساد بھی ہے۔سعودی عرب اور چند دوسرے عرب ممالک کے علاوہ چند مغربی ممالک سنّی باغیوں کی مدد کر رہے ہیں۔یہ مدد اس لیے ہے کہ حکمران شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔اس جنگ کے نتیجہ میں مسلمان کہلانے والے شیعہ اور سنّی عوام کٹ مر رہے ہیں۔پاکستان اور افغانستان بھی مٹھی بھر اشرافیہ کی ظالمانہ کاروائیوں کی زد میں ہیں۔ان دونوں ممالک میں بسنے والے افراد بے بسی کی تصویر بنے اپنے پیاروں کے لاشے دن رات اٹھا رہے ہیں۔جنگلی درندے ناحق بدنام ہیں ان سے زیادہ خونخوار درندے گھروں، گلیوں، قصبوں، شہروں اور ملکوں میں انسانی شکل وصورت میں دندناتے پھرتے ہیں۔کاش عصر حاضر کے انسان چیونٹی کی زندگی کا مشاہدہ ہی کر لیں، ان کے اتحاد و اتفاق، ایثار، محبت اور یگانت، خلوص و وفا، محنت و ایمان داری، دفاع، آدابِ حکمرانی اور عوام کی ذمہ داریوں جیسے اوصاف سے سبق سیکھ لیں۔جوشؔ ملیح آبادی نے کہا تھا:

''ہر چند مستقبل انسانی بے حد روشن ہے۔اور مجھ کو یقین کامل ہے کہ یہ دوزخ زمین ایک دن جنّت بن جائے گی۔یہ درندہ آدمی انسان کے مرتبے پر فائز ہو کر دم لے گا، نہ عدالتیں ہی رہیں گی، نہ فوجیں، نہ پولیس نہ اسلحہ سازی کے کارخانے، پیری، مستقل جوانی بن جائے گی اور موت کا گلا گھونٹ دیا جائے گا، زندگی کی پیشانی پر حیات ابدی کا تاج رکھ دیا جائے گا، شمس وقمر ہمارے پاؤں چومیں گے۔ہم مشتری میں اگر ناشتہ کریں گے تو زہرا میں رات کا کھانا کھائیں گے۔اور قوائے کائنات خدمت کاروں کے مانند ہمارے برآمدوں میں کھڑے رہا کریں گے لیکن اس میں لگیں گے بھی لاکھوں برس جب کہ میری ہڈیاں تک بھی باقی نہیں رہیں گی۔اس تصور سے جو ایک دن ایک ٹھوس حقیقت بننے والا ہے، ہر چند میرے دل کو بڑی تسکین ہوتی ہے پھر بھی یہ خلش رہ جاتی ہے کہ

مَیں نے مانا کہ کل وہ آئیں گے عقل حیراں ہے ، آج کیا کیجیے

آج تو انسان اس قدر آفات میں گھرا ہوا ہے کہ دل چٹکیوں میں مَلا کرتا ہے۔ جب کسی مفلس کے گھر کے چولہے میں آگ روشن نہیں ہوتی میرے سینے سے دھواں اٹھنے لگتا ہے۔ جب کسی یتیم کی پسلیاں نکلی نظر آتی ہیں، میرے بدن میں خود اپنی ہڈیاں چبھنے لگتی ہیں، جب کسی گوشے سے رونے کی آواز آتی ہے میری کمبخت آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں، اور جب کسی گھر سے بھی جنازہ نکلتا ہے تو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ جنازہ خود میرے ہی گھر سے نکل رہا ہے۔ ہر چند امریکہ ظالم ہے اور ویت نام مظلوم، لیکن ویت نام کے مظلوم شہیدوں پر ہی نہیں امریکہ کے ظالم مقتولوں پر بھی ماتم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ اللہ نہ کرے کہ کسی بد بخت کے سینے میں ابوالانسان کا دل دھڑکنے لگے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ سارے جہاں کا درد، ہمارے جگر میں ہے

یہ ایک نا قابل ابطال حقیقت ہے کہ انفس و انفاق یعنی تمام ذی حیات و غیر ذی حیات واحد العناصر، واحد الخمیر، واحد القوام، واحد العلت، واحد النسل اور واحد الاصل ہیں۔ اور اس طرح واحد النسل ہیں جس طرح پلاسٹک کے کھلونے اور پلاسٹک کے پھول ہر چند اسماء اشکال اور اجسام کے اعتبار سے تمام کھلونے اور پھول، ایک دوسرے سے قطعی طور پر مختلف و متضاد نظر آتے ہیں لیکن اگر انہیں پگھلا دیں گے تو پلاسٹک کے سوا اور کچھ باقی ہی نہیں رہ جائے گا۔ اور سب سے بڑی قیامت تو یہ ہے کہ جاہل ہوس پرور اور لئیم سیاست نے اپنے شیطانی جذبات کی آسودگی کی خاطر انفس و آفاق کی اس وحدت کو ایک دوسرے سے نفرت کرنے والی کثرت میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ارباب سیاست کا یہ خیال ہے کہ دانائی اسی میں ہے کہ نادانوں کو ثقافت، لسان، اوطان اور ادیان میں الجھا کر چھوٹی چھوٹی برسر جنگ ٹولیوں میں تقسیم کر دیا جائے اور پھر بڑے اطمینان کے ساتھ ان پر فرمانروائی کی جائے۔

انہوں نے انتہائی بد دیانتی کے ساتھ بین الاقوام کی ترکیب تراشی ہے اور نوع انسانی کو جو مشرق سے لے کر مغرب تک صرف ایک قوم ہے زبانوں، وطنوں، دینوں اور رنگوں کی آویزشوں میں مبتلا کر کے پوری دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ وہ بانیان فساد خود تو سلامتی کے گوشوں میں دبکے بیٹھے ہیں اور روٹی کی خاطر اپنے بھائیوں کی جانیں لینے والی فوجوں کو للکار دیا ہے کہ وہ خون کی ہولی کھیلتے پھریں۔ جہالت کی لے اس قدر بڑھ

چکی ہے کہ خود بڑے بڑے تعلیم یافتہ افراد بھی اس دھوکے میں آ چکے ہیں کہ ہم پاکستانی، ہندوستانی، افغانستانی، ترکستانی اور انگلستانی ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ ہر فرد یہ سمجھتا ہے کہ میں ہندو ہوں، مسلمان ہوں، عیسائی ہوں، زرتشتی ہوں، یہودی ہوں لیکن ان سادہ لوحوں کے ذہنوں میں یہ تصور اجاگر ہی نہیں ہوتا کہ میں انسان ہوں، سب سے پہلے انسان ہوں اور اس کے بعد کچھ اور۔

جو کرے گا امتیازِ رنگ وخوں، مٹ جائے گا ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابی والا گُہر

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھا رستہ دکھائے۔ آمین

☆☆☆

مربے اور چوہے مار گولیاں

سپریم کورٹ کے جسٹس جواد خواجہ نے لیاقت بلوچ کی آٹے کے متعلق درخواست سماعت کے لیے منظور کرتے ہوئے ریمارکس دیتے ہوئے کہا ہے کہ ''حکمرانوں کے کتے بھی مربے کھاتے ہیں جبکہ عوام کو چوہے مار گولیاں کھانے کو دے دی گئی ہیں۔'' انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ''کروڑوں روپے خرچ کر کے میلے منعقد کیے جا رہے ہیں، لیکن غریب آدمی کا کسی کو احساس نہیں۔'' انہوں نے مزید کہا ''حکمران سن لیں کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر سپریم کورٹ مداخلت کرے گی۔''

منصف جواد خواجہ جی نے سچ فرمایا ہے، یقیناً اس ظلم پر مداخلت منصف صاحب کا فرض بنتا ہے۔ کوئی جج یہ بھی تو بتائے عدالتوں میں غریب آدمی کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے، ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سبھی کا ایک ہی جواب ہوگا یعنی جانوروں سے بدتر بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ کتوں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے، کہ کتوں کو مار پیٹ کر بھگا دیا جاتا ہے مگر غریب انصاف کے متلاشی کو ایک ایسا کتا بنا دیا جاتا ہے جو گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا۔ اگر منصف ادھر ادھر منہ مارنا چھوڑ کر انصاف کے تقاضے پورے کریں تو وزیر اعظم سے لے کر ریڑھی والے تک سبھی جب اپنے حقوق پانے لگیں گے تو اپنے فرائض بھی احسن طریقے سے ادا کرنے لگ جائیں گے۔ انشاءاللہ۔

کرپٹ نظام کی نماز جنازہ

نامور دانشور جناب حسن نثار صاحب نے کہا ہے کہ" مولانا طاہر القادری میں بے پناہ انتظامی صلاحیت ہے، ایسے آدمی کو نہ آزمانا بدقسمتی ہوگی۔"

حسن نثار صاحب ہمارے ملک کے نہایت قابل اور بے باک دانشور ہیں۔ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ موجودہ اور سابقہ حکمرانوں اوران کی خباثتوں سے پیچھا چھڑانے کے لیےاس حدتک جذباتی ہو چکے ہیں کہ وہ پہلے عمران خان کی چرب زبانی کوقوم کی نجات سمجھ بیٹھےاوراب طاہر القادری کی شعلہ بیانی سے متاثر ہورہے ہیں۔اللہ حسن نثار صاحب کی بیتاب روح کوسکون دے،ایک ایسا لیڈر پاکستان کومل جائے جوقوم کے دکھوں کا مداوا کرے۔جہاں تک طاہر القادری کا تعلق ہے اُن کا پاکستان آنا سوائے بربادی لانے کے اور کچھ نہیں ہے۔جو کچھ وہ کہتے ہیں اسے ایک ریڑھی بان بھی جانتا ہے۔کسی پاکستانی سے بھی پوچھ لیں وہ وہی باتیں کرے گا جوطاہر القادری صاحب کرتے ہیں،فرق یہ ہے کہ قادری صاحب شعلہ بیان مقرر ہیں اور ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بننا چاہتے ہیں۔قادری صاحب کے لیے ہمدردانہ مشورہ ہے کہ وہ لوگوں کو پر امن تعلیم سے مزین کریں اوراپنے فلاحی کاموں کو جاری رکھیں۔تاریخ اس خدمت کی بدولت انہیں یادرکھے گی،اور آئندہ چند دہائیوں کے بعد تعلیم یافتہ پرامن لوگ، شیطان صفت،بدکردارلیڈروں کی جگہ لے لیں گے۔گندی سیاست سے دور رہیں،ابھی جناب نے عملی جدوجہد کا آغاز بھی نہیں کیا اور سیاست دان آپ کو کرپٹ،کینیڈین اداکار،سیاسی بے روزگار،فضول آدمی، بھٹکا ہواپروفیسر،گمراہ اورنجانے کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔

رحیق عباسی کہتے ہیں کہ" پاکستان کے کرپٹ نظام کی نماز جنازہ کاوقت آگیا ہے۔اس نظام کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے اقامت ہوگئی ہے اب اسے دفن کرنا باقی رہ گیا ہے اس نظام کو دفن کرنے کی بجائے سمندر برد کردیا جائے گا۔"

رحیق عباسی صاحب یادرکھیئے اقامت تو آپ نے کہہ دی ہےمگرنہ آپ نماز جنازہ مکمل کرسکیں گے اور نہ کرپٹ نظام کی تدفین ہوگی،ہاں اس طویل نمازہ جنازہ کے دوران اللہ نہ کرے،آپ کے بہت سے

ساتھیوں اور آپ کی نماز جنازہ اور تدفین ہوسکتی ہے۔۶۵ سالہ طویل بیماری کی جڑوں کو کاٹنا اور انہیں دفن کرنا، جذباتی تقریروں سے ممکن نہیں ہے۔(یادرہے ۱۷ جون کولاہور واقعہ میں ۱۸ افراد مر گئے تھے)

☆☆☆

دفاتر کو کلمہ پڑھ کر دھوئیں

۲۱ مئی ۲۰۱۴ء کو دنیا نیوز میں ایک خبر چھپی تھی کہ" مولانا فضل الرحمان نے کہا ہے کہ خیبر پختونخواہ حکومت چند دن کی مہمان ہے۔"

کیونکہ مولانا فضل الرحمان، عمران خان کو یہودی اور یہودیوں کا ایجنٹ کہہ چکے ہیں اس لیے اب ان کا فرض بن گیا ہے کہ اسلامی ملک کے ایک صوبے کو پاکیزگی کا لباس پہنائیں، عمران خان کی حکومت کو چلتا کریں اور بعد اس کے تمام حکومتی اداروں کے دفاتر کو کلمہ پڑھ کر دھوئیں یا دھلوائیں، جن چیزوں کو پاک کرنا مشکل ہو انہیں بدل دیا جائے۔ سب سے اہم یہ کام کیا جائے کہ جن ووٹروں نے عمران خان کو ووٹ دیے ہیں انہیں کلمہ پڑھوایا جائے اور ان کے نکاح جو ٹوٹ چکے ہیں دوبارہ پڑھوائے جائیں۔ مولانا جانتے ہیں کہ یہ سب اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک عمران خان کی حکومت ختم نہ ہو کیونکہ بظاہر مسلمانوں کی اکثریت انہیں سچا اور پکا اور وفادار مسلمان سمجھتی ہے۔ اگر مولانا کی پیشگوئی پوری ہو جاتی ہے اور عمران خان کی حکومت واقعی چند دن میں ختم ہو جاتی ہے تو مولانا اور ان کے ساتھی مولانا حضرات کا کام بہت بڑھ جانے والا ہے اس لیے مولانا اور ان کے ساتھیوں کو لاکھوں نکاح فارم اور عمارتوں کو پاکیزہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے محلول اور عطریات کا انتظام بروقت کر لینا چاہیے۔ قارئین پریشان نہ ہوں مولانا کا چند دن والا بیان بھونڈا مذاق ہے اور ہمارا تبصرہ حقیقت پر مبنی ہے۔ ہمارے ملک پاکستان میں بے شمار افراد کے نکاح ٹوٹنے کے بعد جوڑے گئے ہیں اور سینکڑوں مساجد اور دوسری پاکیزہ عمارتوں کو مختلف فرقوں اور مذاہب کے ماننے والوں کے داخل ہو جانے پر دھو کر پاک کیا گیا ہے۔

گھریلو مکھّی (The House-fly)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ''اے لوگو! ایک بات تمہیں بتائی جاتی ہے تم اسے غور سے سنو! تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکیں گے خواہ سب کے سب جمع ہو جائیں، بلکہ اگر ایک مکھی ان کے آگے سے کوئی چیز اچک کر لے جائے تو وہ اس چیز کو (بھی) چھڑا نہیں سکتے۔ یہ دعائیں مانگنے والا (بھی) اور جس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں (وہ بھی) کتنے کمزور ہیں۔'' (سورۃ الحج آیت ۷۴)

محققین نے ثابت کر دیا ہے کہ جب مکھی چینی کے ایک دانے پر اپنی زبان رکھتی ہے تو اس کے منہ میں سے لعاب کا ایک بہت ہی چھوٹا قطرہ گرتا ہے۔ اس سے چینی کی ایک انتہائی خفیف مقدار مائع میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ لعاب میں گھلی ہوئی چینی کو کھلی نالیوں کے ذریعے مکھی فوراً چوس لیتی ہے۔ اور وہ مادے جنہیں لعاب پگھلا نہ سکے انہیں کھانے کے لیے مکھی کے دانت ہوتے ہیں اور ان کی تعداد پچاس تک ہوتی ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی اس سے چوسی ہوئی چیز یا کھائی ہوئی چیز واپس چھین سکے۔

گھریلو مکھی کا جسم نیلگوں سیاہ ہوتا ہے اور سیاہ رنگ کے بالوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ اور اس کے جسم پر جما ہوا کہر جیسا مادہ ہوتا ہے۔ جس میں سخت بال گھلے ملے ہوتے ہیں۔ یہ مادہ آنکھوں کے ارد گرد زیادہ واضح نظر آتا ہے۔ مکھی کے پیر میں پانچ جوڑ ہوتے ہیں، پیر کے سرے پر ایک ہک نما چنگل اور دو نرم گدیاں ہوتی ہیں جن کے درمیان ایک سیاہ مہرہ ہوتا ہے، گدیاں اصل میں گوشت دار تھیلیاں ہوتی ہیں جن میں سے ہر ایک کے اوپر تقریباً بارہ سو کھوکھلے بال دار ریشے ہوتے ہیں اور ان کے منہ کھلے ہوتے ہیں، پیروں کے پانچوں سروں کے اندر ایک غدہ ہوتا ہے جس سے ایک سفید چپچپا مادہ افراز ہوتا ہے۔ یہ غدہ ہر گدی میں پہنچتا ہے اور چپچپے کو بال دار ریشوں میں سے باہر نکالتا ہے، چنانچہ ان ریشوں کے سوراخوں تک چپچپا مادہ مسلسل پہنچتا رہتا ہے او چونکہ بارہ گدیوں پر بارہ ہزار سے زائد جگھوں سے چپچپا مادہ نکلتا ہے، اس لیے مکھی بہت آسانی سے کسی بھی سطح پر چمٹی رہتی ہے، یہی مادہ ہے جو اسے شیشوں اور دیواروں کے عمودی ہونے کے باوجود ان پر بیٹھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس کے دو جالی دار پَر ہوتے ہیں۔ مکھی کے پَر دیکھنے میں انتہائی نازک اور کمزور معلوم ہوتے

ہیں لیکن یہ اس قدر تیزی سے مرتعش ہوتے ہیں کہ تصور محال ہے۔ نیلی مکھی کے پَر اڑنے کے دوران ایک سیکنڈ میں تقریباً تین سو مرتبہ مرتعش ہوتے ہیں۔ گھریلو مکھی کی کئی قسمیں ہیں نیلی مکھی او مانس مکھی بھی ان اقسام میں شامل ہیں۔ مانس مکھی کے پَروں کی بھنبھناہٹ کا اس کے پَروں کی حرکت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر اسے ہاتھ میں پکڑ بھی لیا جائے تو بھی اس کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی ہے جبکہ اس کے پَر حرکت میں نہیں ہوتے۔ بھنبھناہٹ کی مخصوص آواز اس کے نتھنوں یا سانس لینے والے سوراخوں میں سے پیدا ہوتی ہے۔ مکھی کے نتھنوں کی جالی کے بالکل نیچے ایک ننھا سا جوف ہوتا ہے جس میں کئی ٹھوس ذرات بند ہوتے ہیں یہ بہت چھوٹے ہوتے ہیں لیکن ان کی تیز حرکت ہی ناگوار بھنبھناہٹ کا سبب ہوتی ہے۔ چونکہ مکھی کے جسم کی اطراف میں متعدد نتھنے ایک ترتیب سے ہوتے ہیں، اس لیے ان تمام میں سے پیدا ہونے والی آوازیں بلند آواز بھنبھناہٹ کی صورت میں سنائی دیتی ہے۔ گویا یہ مانس مکھی کی آمد کا اعلان ہوتی ہے۔

گھریلو مکھیاں کوڑے کے ڈھیروں میں پیدا ہوتی ہیں اور اپنی زندگی کا زیادہ عرصہ جراثیم کی پیدائش والی جگہوں پر گزارتی ہے۔ مکھی اپنی افزائش نسل کے لیے نمدار گلے سڑے مادوں کا انتخاب کرتی ہے۔ مادہ مکھی ایک اعشاریہ دو ملی میٹر سائز کے سفید انڈے دیتی ہے۔ ہر انڈے میں سے ایک نازک سی سنڈی پیدا ہوتی ہے۔ اصل میں یہ مکھی کا لاروا ہوتا ہے۔ پانچ یا چھ دن گزرنے کے بعد لاروے کی کھال سخت ہو کر سانولے رنگ کی ہو جاتی ہے۔ اب یہ پیوپا بن جاتا ہے اور چند روز آرام کرتا ہے۔ پانچ یا چھ دن مزید گزرنے کے بعد اس کی کھال میں سے ایک مکمل مکھی برآمد ہوتی ہے، اس کے بعد اس کی جسامت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ تقریباً دس دن بعد مکھی جنسی ملاپ کرتی ہے اور اس کے جلد ہی بعد مادہ سو سے ڈیڑھ سو تک انڈے دیتی ہے۔ مکھی کی ننھی سی جان کو بہت سے خطرات کا سامنا ہوتا ہے۔ اس پر ایک فنگس Empusa Muscae حملہ آور ہوتا ہے اور بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ مکھی کے جسم پر بہت دیر تک پڑا رہتا ہے۔ مکھی کے پیروں کی گدیوں میں موجود چپچپا مادہ ٹھوس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی باقی زندگی اس تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے ختم ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

قصر الزهرا یا مدینۃ الزھرا

اندلس کے مسلمان حکمران خلیفہ عبدالرحمان الثالث نے اپنی عیسائی بیوی زہرہ کے لئے قرطبہ سے چار میل کے فاصلے پر جبل العروس کے پرفضا دامن میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا۔ یہ اس قدر وسیع عمارت تھی کہ اسے قصر الزہرہ کے بجائے مدینۃ الزہرا کہا جانے لگا تھا۔ اس محل کی وسعت کا اندازہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کے احاطے کی دیواروں میں پندرہ ہزار بلند اور شاندار دروازے تھے۔ اس محل کا طول چار میل اور اور عرض قریباً تین میل تھا ۳۲۵ھ سے اس قصر کی تعمیر شروع ہوکر ۳۵۰ھ میں پچیس سال کے اندر ختم ہوئی۔ ۱۰ ہزار معمار، ۴ ہزار اونٹ اور خچروں سے روزانہ اس کے بنانے میں کام لیا جاتا تھا۔ یہ قصر ۴ ہزار تین سو سولہ برجوں اور ستونوں پر جو سنگ مرمر وغیرہ قیمتی پتھروں کے بنے ہوئے تھے قائم تھا۔ ان ستونوں میں سے بعض ستون فرانس وقسطنطنیہ وغیرہ کے بادشاہوں نے ہدیۃً عبدالرحمان ناصر کی خدمت میں بھیجے تھے۔ ماہر انجینئروں کو بھیج کر سنگ مرمر کی ایک مقدار افریقہ سے منگوائی گئی تھی۔ ایک سب سے بڑا فوارہ جو سونے کا معلوم ہوتا تھا اور اس پر نہایت خوشنما نقش ونگار تھے جو احمد یونانی اور ربیع پادری قسطنطنیہ سے لائے تھے۔ ایک فوارہ سنگ سبز کا ملک شام سے منگوایا گیا تھا۔ بارہ پرند اور چرند جانوروں کی صورتیں مختلف جواہرات اور سونے کی بنی ہوئی اس میں لگائی گئی تھیں۔ ہر جانور کے منہ یا چونچ میں سے پانی کا فوارہ بلند ہوتا تھا۔

اس محل کا حصہ قصر الخلفاء بھی قابل دید تھا۔ اس کی چھت خالص سونے اور ایسے شفاف سنگ مرمر سے بنی ہوئی تھی کہ دوسری طرف کی چیز مثل آئینہ کے نظر آتی تھی۔ یہ چھت باہر کی جانب سونے چاندی کے سفالوں سے سجی ہوئی تھی۔ اس کے وسط میں ایک خوبصورت مرصع فوارہ نصب تھا۔ جس کے سر پر وہ مشہور موتی جڑا ہوا تھا۔ جس کو شہنشاہ یونان نے بطور تحفہ عبدالرحمٰن ثالث کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس فوارے کے علاوہ قصر کے بیچ میں ایک فوارہ نما طشت پارہ سے لبریز رکھا تھا۔ اس قصر کے گرد نہایت خوشنما آئینے ہاتھی دانت کے چوکٹوں میں جڑے ہوئے تھے۔ مختلف اقسام کی لکڑیوں سے مرصع دروازے سنگ مرمر اور بلوری چوکٹوں پر نصب تھے۔ جس وقت یہ دروازے کھول دیئے جاتے اور آفتاب کی شعاع سے مکان روشن ومنور ہوتا تو کسی کی

مجال نہ تھی کہ وہ اس کی چھت اور دیواروں کی طرف نظر بھر کے دیکھ سکے۔اس حالت میں اگر پارہ ہلا دیا جاتا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام مکان جنبش میں ہے، جولوگ اس راز سے واقف نہ تھے، وہ مکان کو فی الحقیقت جنبش میں سمجھ کر بے حد خائف ہوتے۔مدینۃ الزہرہ کے صدر دروازے پر ملکہ زہرا کا ایک مجسمہ بھی بنایا گیا تھا۔

اس قصر کے انتظام اور نگرانی کے لئے ۱۳ ہزار سات سو پچاس ملازم اور ۱۳ ہزار تین سو بیاسی غلام جو نصاریٰ قوم کے مقرر تھے۔حرم سرا کے اندر چھ ہزار عورتیں خدمت گزاری کے لئے حاضر رہا کرتی تھیں۔ حوضوں میں روزانہ ۱۲ ہزار روٹیاں، علاوہ اور چیزوں کے مچھلیوں کی خورش کے لیے ڈالی جاتی تھیں، مدینۃ الزہرہ وہ نادرالوجود قصر تھا جس کی وسعت سنگ مرمر کی عمارات، دربار عام وخاص کی شان وشوکت، اس کے باغات کا پرفضا سماں، جہاں ہزارہا فوارے اچھلتے، نہریں اور حوض پانی سے چھلکتے تھے، دیکھنے کے لیے دور دور سے سیاح آتے تھے۔عربوں نے اس قصر کو اپنی صنعت وحرفت اور دستکاری کی نمائش گاہ بنا دیا تھا۔افسوس عیسائی وحشیوں نے آئندہ زمانے میں جب قرطبہ پر قبضہ کیا تو سب کچھ برباد کرڈالا، قبروں کو ڈھادیا، مقبروں کو بھی مسمار کر کے قبروں تک کو ادھیڑ ڈالا۔قصر الزہرا کو بھی کھنڈر بنا دیا گیا ہے۔یاد رہے ۱۰۱۰ء میں بربروں نے جب قرطبہ کا محاصرہ کرلیا تھا تب عبدالرحمان سوم کے تعمیر کردہ مدینہ الزہرا پر حملہ کر کے اس کی تمام آبادی کو تہ تیغ کر دیا اور اسے لوٹنے کے بعد آگ لگا کر ملبے کا ڈھیر کر دیا تھا۔

اندلس کی بربادی کی وجہ مسلمانوں کی آپس میں نااتفاقی، حکمرانوں کی نااہلی، ملاؤں کی فرعونیت، اور غداروں کے عیسائیوں سے گہرے تعلقات بنے تھے۔ایسی ہی صورت حال تقریباً تمام اسلامی ممالک کو عصر حاضر میں بھی درپیش ہے۔فقہی اختلافات نے اندلس کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے اتنا دور کر دیا تھا کہ وہ کفر کے فتووں سے بھی آگے نکل کر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔درج ذیل واقع بھی اس دور کے حالات کی کسی حد تک تصویر کشی کرتا ہے۔

مراطبین کے عہد حکومت میں فقہا کا بہت زور شور تھا۔یوسف بن تاشقین اور علی بن تاشقین دونوں بادشاہ مالکی مذہب کے پیرو اور فقہا کے بے حد قدردان تھے۔بڑے عابد، زاہد اور علم دوست فرمانروا تھے۔مگر وہ اس معاملے میں اس قدر بڑھ گئے تھے کہ فلسفہ اور علم الکلام کے جانی دشمن مشہور تھے۔قاضی عیاض نے شکایت کر کے امام غزالیؒ کی

تصانیف کے خلاف دربارشاہی سے احکام جاری کرا دیے تھے جن کی رُو سے ہر ایک وہ شخص جس کے پاس سے امام غزالیؒ کی کوئی مصنفہ کتاب برآمد ہو کشتنی و گردن زدنی قرار دے دیا جاتا تھا۔اورانہیں دو بادشاہوں کے دور میں امام غزالیؒ کی کتب کو جلانے کا حکم دیا گیا تھا۔ابن رشد کے ساتھ بھی برا سلوک کیا گیا۔ابن رشد کی کتابوں کو بھی جلا دیا گیا تھا۔ابن رشد مذہب کو ریاست سے جدا کرنے کا حامی تھا۔

آج مسلمان اندلس کی تاریخ پڑھ مگر مچھ کے آنسو تو بہاتے ہیں مگر موجودہ صورت حال جو اندلس کے حالات سے زیادہ خوفناک ہے اس پر غور نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ مسلمان حکمرانوں اور عوام الناس کو عقل سلیم عطا فرمائے۔آمین

مسجد قرطبہ (سپین)

مسجد قرطبہ کی تعمیر کا کام عبدالرحمان اول کے زمانہ (۷۸۵ء) میں شروع ہو کر اس کے بیٹے ہشام کے زمانے میں ختم ہوا۔مورخین کے مطابق امیر عبدالرحمٰن روزانہ ایک گھنٹہ مزدوروں کے شانہ بشانہ اپنے ہاتھ سے اس مسجد کی تعمیر کا کام کرتا تھا۔اندلس کے سبھی حکمرانوں نے مسجد قرطبہ کی تعمیر و تزئین میں حصہ لیا ہے،خلیفہ عبدالرحمان ثالث نے بھی پچاس لاکھ روپے مسجد کی آرائش اور تعمیر پر خرچ کئے۔اس مسجد کا طول شرق سے غرب تک پانچ سو فٹ تھا۔اس کی خوبصورت محرابیں ایک ہزار چار سو سترہ سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم تھیں۔محراب کے قریب ایک بلند ممبر خالص ہاتھی دانت اور چھتیس ہزار مختلف رنگ اور وضع کی لکڑی کے ٹکڑوں سے بنا اور ہر قسم کے جواہرات سے جڑا ہوا رکھا تھا۔یہ منبر سات سال کے عرصہ میں تیار ہوا تھا۔مسجد کے میناروں پر چڑھنے کے لئے ایک سو سات سیڑھیاں تھیں۔اس مسجد میں چھوٹے بڑے دس ہزار جھاڑ روشنی کے جلا کرتے تھے جن میں تین سب سے بڑے جھاڑ خالص چاندی کے اور باقی پیتل کے تھے۔بڑے بڑے جھاڑوں میں ایک ہزار چار سو اسّی پیالے روشن ہوتے تھے اوران تین چاندی کے جھاڑوں میں چھتیس سیر تیل جلا کرتا تھا۔تین سو ملازم اور خدام اس مسجد کے لئے متعین تھے۔سپین میں عیسائی حکومت قائم ہو جانے کے بعد مسجد قرطبہ کو اور دوسری مساجد کو گرجا گھروں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔عیسائی حکومت کی کوشش تھی کہ سپین میں اسلام کی تمام نشانیاں مٹا دی جائیں اور کوئی مسلمان نہ رہے۔اور ایسا ہو بھی گیا تھا۔

ظلم کی سزا

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے کہ ”یہ (وہ) فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ان لوگوں کو اکٹھا کرو جنھوں نے ظلم کیے اور ان کے ساتھیوں کو بھی اور ان کو بھی جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا۔ پس انہیں جہنم کے رستے پر ڈال دو۔“ (سورۃ الصّافّات آیات ۲۲ تا ۲۴)

عصر حاضر میں جہاں اسلامی کہلانے والے ممالک غیر مسلم قوتوں کے مظالم کا نشانہ بن رہے ہیں وہیں ان اسلامی ممالک کی عوام اپنے حکمرانوں کے جبر وستم کا شکار ہو کر انسانیت کا مفہوم بھول کر بداَخلاقی کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ مسلمان حکمران بالعموم اور پاکستانی حکمران بالخصوص انتہائی ظالم، اول درجہ کے جھوٹے، خائن، بدیانت، ضمیر فروش، بداَخلاق، قاتل، زنا کار، شراب نوش، جواری اور تمام معلوم برائیوں میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ اپنے غیر ملکی آقاؤں کو اپنا خدا سمجھتے ہیں، اپنی تمام کامیابیوں اور ناکامیوں کو انہی آقاؤں سے منسوب کرتے ہیں، انہیں آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے اپنی عوام کے خون سے ہولی کھیلتے ہیں، ناجائز طریقے سے اپنی عوام کی خون پسینے سے کمائی گئی کمائی کو لوٹ کر اپنے آقاؤں کے قدموں میں ڈال کر اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہیں، ہر قسم کی عزت وشرف کا منبع انہیں کو سمجھتے ہیں۔ سبھی مسلمان حکمران اسی روش کو اختیار کیے ہوئے ہیں لیکن پاکستانی حکمران لیبیا، عراق، افغانستان، مصر وشام کے حکمرانوں کے دردناک انجام سے بھی نصیحت حاصل نہیں کر پا رہے ہیں، بڑی بے شرمی سے لالچ جیسی منحوس دیوی کے پجاری بنے ہوئے ہیں، یہ سب دیکھتے ہوئے بھی کہ اپنے انجام کو پہنچ جانے والے حکمرانوں کی دولت اور اختیارات واثر ورسوخ دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں اور ان کی ذلّت آمیز عبرت ناک موت عوام کو مزید بربادی سے دوچار کر گئی ہے۔ ان برباد حال قوموں کے ساتھ ایک بہت بڑا ظلم یہ ہوا کہ ان کے حکمرانوں کی عوام سے لوٹی رقم کو بھی عوام دشمن غیر ملکی قوتوں نے ہڑپ کر لیا ہے اور ملکی وسائل پر بھی قبضہ کر لیا گیا ہے۔ ظلم کی انتہا ہے کہ عالمی طاقتوں کے ہاتھوں بڑی تباہی کے بعد اب ان مسلمان ممالک میں خانہ جنگی نے ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے

اپنی محنت کا صلہ اہل قیادت سے نہ مانگ مُردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے

ہر وہ عمل جس کے نتیجے میں کسی بھی قسم کے شرک کا پہلو نکلتا ہو اور انسان و جانور کو تکلیف پہنچے وہ ظلم کہلاتا ہے۔اگر اس وقت اسلامی دنیا کا جائزہ لیا جائے تو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ نہ صرف حکمران عوام الناس پر کرپشن اور جھوٹ کے گھوڑے پر سوار ہو کر ظلم ڈھا رہے ہیں بلکہ عوام الناس بھی بداخلاقی کی انتہائی حدوں کو چھو رہے ہیں بلکہ آخری حد تک پہنچ چکے ہیں۔دونوں طبقات حقیقی اسلامی تعلیمات کو بھول کر ہزاروں بتوں کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا باعث سمجھتے ہیں۔حکمران حکمرانی حاصل کرنے کے لیے جھوٹ جیسے غلیظ بت کی پوجا کرتے ہیں، وعدہ خلافی جیسی منحوس مورتی سے دل لگاتے ہیں، کرپشن کا بت اور آوارگی کا بت وغیرہ ان کے دل پسند بت ہیں۔عدالتیں ناانصافی اور بے ایمانی جیسی لعنتی دیویوں کی عبادت میں مصروف ہیں۔عوام بھی تمام معلوم برائیوں کی پرستش میں مصروف ہے۔جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ظالم اور مظلوم میں پہچان مشکل ہو گئی ہے۔اگر کسی مظلوم دکھائی دینے والے کی تفتیش کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک معاملہ میں وہ مظلوم ہے اور دوسرے بہت سے معاملات میں ظالم ہے۔مذہبی ٹھیکیدار بھی لاتعداد بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں، بظاہر وہ اللہ کی عبادت کے دعویدار ہوتے ہیں مگر اکثر ''مولوی'' فتنہ و فساد پرستی اور فرقہ پرستی میں مبتلا ہیں۔یہ وہ طبقہ ہے جسے اللہ پر توکل قطعاً نہیں ہے اسی لیے جھوٹ اور کفر کے فتوے ان کا اوڑھنا بچھونا ہیں۔یہ ایک ایسا پیٹ بھرو ٹولہ ہے جس نے نہایت ظالمانہ طریق پر لوگوں کو لوٹنے اور پریشان کرنے کے لیے بے شمار رسومات کو اسلامی تعلیمات قرار دے کر اپنے پیٹ بھرنے کا سامان کر لیا ہے۔اس نا ہنجار گروہ کثیر نے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اسلام جیسے مقدس دین کو استعمال کیا ہے۔

''مولوی یا مولانا یا علماء'' کہلانے والے مذہبی ٹھیکیداروں کے متعلق شورش کاشمیری صاحب نے فرمایا تھا:۔

''شخصی احترام کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان علماء کی ننانوے فیصد اکثریت ایسی ہے کہ ہمارے دِل میں ان کے لیے ذہنی احترام مفقود ہے۔ہم اسلام سے براہ راست آگاہ نہ ہوتے تو ان بزرگوں کا وجود ہی اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے کافی تھا۔نئی نسلیں اسلام سے کٹ رہی ہیں۔اس کی وجہ خود

ہمارے علماء (وارثان منبر ومحراب) کا وجود ہے۔ اور وہ نسل جو پچھلے دس پندرہ برس میں جوان ہوئی ہے اس کی ایک خاصی تعداد بیزار ہے اور ایک غالب تعداد ہے کہ تاریخ اسلام میں ان بزرگوں کا وجود گورگن سے زیادہ کوئی مرتبہ یا معنی نہیں رکھتا۔'' (اداریہ چٹان ۲۳ اپریل ۱۹۷۹ء بحوالہ مذہبی وسیاسی فرقہ بندیاں صفحہ ۱۴۷)

اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری روزنامہ آزاد ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں کہ:۔

''ہمارا اسلام ہم نے اسلام کے نام جو کچھ اختیار کر رکھا ہے وہ تو صریحی کفر ہے۔ ہمارے دل دین کی سمجھ سے دور، ہماری آنکھیں بصیرت سے نا آشنا، کان سچی بات سننے سے گریزاں۔''

یہ فرقہ مولویاں اس قدر ظالم ہے کہ بے شمار مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بن چکا ہے۔ ان کی ظالمانہ، مفسدانہ اور فتنہ انگیز کاروائیوں نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ اقلیتوں کا بھی جینا حرام کر رکھا ہے۔

وہ اسیرِ خود پسندی وہ رہینِ خود ستائی
اُنہیں کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ آشنائی

مسلمان کہلانے والے عوام الناس کی حالت زار اور ان کی ظالمانہ مشرکانہ حرکات کے متعلق اخبار زمیندار نے مسلمانانِ ہند کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

''تم کہلاتے تو میری اُمّت ہو، مگر کام یہودیوں، بت پرستوں کے کرتے ہو۔ تمہارا شیوہ وہی ہو رہا ہے جو عاد اور ثمود کا تھا کہ ربّ العالمین کو چھوڑ کر بعل یغوث نسریٰ اور یعوق کی پرستش کر رہے ہیں۔ تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو میری توہین کرتے ہیں۔'' (اخبار زمیندار ۱۸ ستمبر ۱۹۲۵ء)

تمام ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے اس مقدس فرمان پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

''اور انہیں قریب آجانے والی عقوبت کے دن سے ڈرا جب دل غم اور خوف سے حلق تک آ پہنچیں گے۔ ظالموں کے لیے نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارش کرنے والا جس کی بات مانی جائے۔'' (سورۃ المومن آیت ۱۹) دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''یقیناً جرم کرنے والے جہنم کے عذاب میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔ وہ (عذاب) ان سے کم نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے ہوں گے۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنے

والے تھے۔ اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک! تیرا ربّ ہمیں موت ہی دے دے۔وہ کہے گا تم یقیناً (یہیں) ٹھہرے رہنے والے ہو۔'' (سورۃ الزخرف آیات ۷۵تا۷۸)

ہمارے حبیب آقا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:۔

''ظلم سے بچو، کیونکہ قیامت کے دن ظلم تاریکیوں کا باعث ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

''اور جو ایک بالشت کے قدر ظلم کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر سات زمینوں کے طوق ڈالے گا۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم) رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی مقدس ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ پہلے تو ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے، پھر جب اسے پکڑتا ہے تو پھر کوئی مہلت نہیں دیتا۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

بزبانِ مبشرؔ راجیکی ہماری بھی دُعا ہے کہ

لُطف پر لُطف اے خُدا کر دے
حق پرستوں کو حق نما کر دے
جُرم و عصیاں کی روک دے یلغار
نفس و شیطاں کو زیرِ پا کر دے
ہر بھنور کام دے سفینے کا
ہر تھپیڑے کو ناخدا کر دے
حق و باطل میں کھینچ دے دیوار
خیر و شر کو جُدا جُدا کردے
پَر شکستہ کو دے پرِ پرواز
لب گرفتہ کو لب کُشا کر دے

آمین یا ربّ العالمین۔

☆☆☆

بلغاریہ

(ضیاءاور کیمونزم کے مجوزہ قانون مجریہ ۱۹۸۴ء میں مماثلت)

بلغاریہ کی سب سے بڑی اقلیت مسلمان ہیں ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق بلغاریہ میں مسلمان کہلانے والوں کی کل تعداد پانچ لاکھ ستتر ہزار ایک سو انتالیس ہے جو کل آبادی کا سات اعشاریہ آٹھ فیصد بنتا ہے۔مسلمان آبادی ترک ،بلغارین اور جپسیز افراد پر مشتمل ہے۔زیادہ تعداد سنّی کہلانے والے مسلمانوں کی ہے۔شیعہ حضرات کی تعداد محض اکیس ہزار چھ سو دس ہے۔ان کے علاوہ احمدیہ مسلمان کمیونٹی بھی بلغاریہ میں ترقی کی منزلیں طے کررہی ہے۔

نویں صدی کے وسط میں بلغاریہ میں اسلام کا نفوذ ہوا تھا۔تاہم گیارہویں اور بارہویں صدی میں ترکوں کے بلغاریہ میں داخل ہونے پر مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔تیرہویں صدی میں سلجوقی ترک بھی بلغاریہ میں داخل ہو گئے ۔۱۳۸۵ء میں صوفیہ پر قبضے کے بعد بلغاریہ دولت عثمانیہ کا حصہ بن گیا ۔ چودھویں صدی کے آخر پر بلقان ریاستوں پر سلطنت عثمانیہ کا پرچم لہرانے لگا تھا۔ بلغاریہ کی آزادی تک بلغاریہ میں اسلام کا پھیلاؤ جاری رہا۔کہا جاتا ہے کہ عثمانی دور میں دو ہزار تین سو چھپن مساجد اور ایک سو بیالیس مدرسے تھے۔جب انیس ویں صدی میں ترک اور روس کی جنگ میں بلقان ریاستیں روس نے آزاد کروا لیں تو بہت بڑی تعداد میں مساجد کو شہید کر دیا گیا اور مدرسوں کو بند کر کے دوسرے امور کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔روسی کیمونسٹ حکومت نے جب مذہبی آزادیاں چھین لیں تو ان مذہبی پابندیوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا یہی وجہ ہے کہ تین لاکھ سے زائد ترک افراد بلغاریہ سے ہجرت کر گئے ۔۱۹۸۴ء میں مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ بلغارین نام رکھیں اور تمام اسلامی رسوم کو خیر آباد کہہ دیں۔اس قدر سختی کی گئی کہ اگر کسی خط پر مسلم نام لکھا جاتا تو کبھی بھی منزل مقصود تک نہ پہنچ پاتا۔وہ سڑکیں اور بازار جن کے نام اسلامی تھے ان کے نام بدل دیے گئے۔ترک لڑکیوں کو بلغاری لڑکوں سے تعلقات قائم کرنے کے مواقع اس طرح دیے جاتے کہ ان لڑکیوں کو بلغاری لڑکوں کے ساتھ کام دیا جاتا یا اسکولوں میں مخلوط تعلیم دی جاتی۔حد یہ ہے کہ ترکوں کی ہجرت پر

بھی پابندی عائد کر دی گئی۔قرآن پڑھنے اور سکھانے پر بھی مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔۱۹۸۹ء میں کیمونزم کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلمانوں نے بھی آزادی کا سانس لیا۔حقیقت ہے کہ جابرانہ اقدام سے اقلیتوں کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔

۱۹۸۴ء ہی وہ دور ہے جب ضیاء الحق پاکستان میں احمدیہ مسلمان کہلانے والی کمیونٹی کو بے جا پابندیوں کے ذریعے مظالم کا نشانہ بنا رہا تھا۔ڈکٹیٹر ضیاء الحق جس کے بارے میں حسن نثار نے کہا تھا کہ ’’ٹریک ریکارڈ تو جتنا شرمناک ضیاء الحق کا ہے اتنا کسی اور جرنیل کا نہیں۔‘‘اسی جرنیل کا فرمان تھا کہ احمدی مسلمان کلمہ طیبہ لکھ پڑھ نہیں سکتے،قرآن نہ پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ سکھا سکتے ہیں،مسلمانوں کے قبرستان میں احمدی مردے دفن نہیں ہو سکتے،اذان نہیں دے سکتے،انشاءاللہ،ماشاءاللہ نہیں کہہ سکتے تبلیغ نہیں کر سکتے،قربانی نہیں دے سکتے،مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے،اسلامی نام نہیں رکھ سکتے،اسلام علیکم نہیں کہہ سکتے وغیرہ وغیرہ۔اسلامی شعائر کو احمدیوں کے لیے شجر ممنوعہ قرار دے کر ضیاء الحق نے سمجھا کہ انہوں نے نیک مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ ایک احمدی بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے نماز پڑھنا،سلام کرنا،قرآن پڑھنا،قربانی دینا اور دوسرے اسلامی شعائر سے خود کو الگ کر لیا ہو۔اس کے برعکس ضیاء الحق کو سوائے ذلت اور نامرادی کی موت کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔جس طرح کیمونیزم بلغاریہ سے اسلام کو ختم کرتا کرتا خود ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اسی طرح ضیاء الحق احمدیوں کے سینے سے کلمہ طیبہ نوچتے نوچتے خود ریزہ ریزہ ہو گیا۔

موجودہ دور میں ۲۰۱۱ء میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق بلغاریہ میں مسلمانوں کی حالت زار کچھ اس طرح ہے کہ اڑتالیس اعشاریہ چھ فیصد افراد خود کو مذہبی اور اٹھائیس اعشاریہ پانچ فیصد ان میں زیادہ مذہبی سمجھتے ہیں،اکتالیس فیصد کبھی بھی مسجد نہیں گئے،۵۹ فیصد گھر پر بھی نماز نہیں پڑھتے،تقریباً ۷۹ فیصد تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کے پردہ کرنے کے خلاف ہیں،۸۸ فیصد لڑکوں کا ختنہ کرتے ہیں اور ۹۶ فیصد اسلامی طریق پر مردے کو دفن کرتے ہیں۔آدھی مسلمان کہلانے والی آبادی بغیر شادی کے جنسی تعلقات کو قبول کرنے والی ہے،اڑتیس اعشاریہ آٹھ فیصد خنزیر کا گوشت کھاتی ہے اور تینتالیس اعشاریہ تین فیصد شراب نوشی کرتی ہے۔لطف کی بات یہ ہے کہ ۲۰۱۱ء میں کیے گئے سروے کے مطابق تقریباً ۱۵ ہزار ترکوں نے خود کو لامذہب قرار

دیا ہے۔ بلغاریہ کی کل آبادی میں ۳۲ فیصد لا مذہب ہیں۔

۱۹۸۴ء کے اینٹی احمدیہ قوانین بننے کے بعد پاکستان کی صورحال کچھ اس طرح ہے۔ پاکستان میں بسنے والے سبھی مولوی ایک دوسرے کو نہ صرف کافر بلکہ واجب القتل سمجھتے ہیں، اغواء برائے تاوان، بچوں سے زیادتی، زنا، لوٹ گھسوٹ، چہروں پر تیزاب پھینکنا، مسجدوں، گرجا گھروں اور دوسری عبادت گاہوں کو بموں سے اڑانا اور جلانا، جنازوں پر اور زائرین کی بسوں کو تباہ کرنا، ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی کرنا، جعلی ادویات بنانا اور ہر طرح کی سماجی و معاشرتی برائیاں پاکستانیوں کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے۔ جب سے مولویوں نے مدرسوں میں اسلامی تعلیم کے نام پر بچوں کے معصوم ذہنوں میں زہر بھرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے تب سے پاکستانیوں کو اپنے خون سے اس کی قیمت چکانی پڑ رہی ہے۔

محترمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کی ایک طویل نظم سے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

اب مسلمان اور یہودی ، ایک ہیں پہچان میں
بڑھ گئے اک دوسرے سے کفر کے میدان میں
یوں مشابہ ہیں کہ گویا پاؤں کی دو جوتیاں
تھا یہی لکھا رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں
سَر کو چڑھ جاتا ہے جب کافر بنانے کا نشہ
اُن دِنوں پھر مولوی رہتا نہیں اوسان میں
پھن کو پھلا کر کھڑا ہوتا ہے دین کی راہ میں
ڈالتا ہے وسوسے پھر ہر دِلِ نادان میں
اور سودا کوئی بھی رکھتا نہیں یہ شر پسند
کفر کے فتوے بہت شیطان کی دُکان میں
جال میں اپنے ہی پھنس جاتا ہے آخر بے شعور
بس یہی اک فرق ہے دانا میں اور نادان میں

عمران کا وزیر خزانہ عاطف میاں؟

جناب عمران خان ان دنوں پاکستان کو نیا پاکستان بنانے کے لیے آزادی کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کو کرپٹ نظام سے چھٹکارہ دلایا جائے اور قائداعظم نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا اسے پورا کیا جائے۔یقیناً یہ ایک خوبصورت نعرہ ہے اور نیک ارادہ ہے۔مگر خوبصورت نعرے اور نیک ارادے جب تک حقیقت نہیں بن جاتے تب تک دیوانے کی بڑ کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔اور پھر یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ شخصیت جو نعرے لگا رہی ہے اور آزادی کے خواب دکھا رہی ہے اس کا اپنا معیار کیا ہے؟ اس کے قول و فعل میں تضاد تو نہیں ہے؟ کیا قائداعظم کی آزادی کی لڑائی اور موجودہ آزادی کی لڑائی میں مماثلت ہے؟ آیئے آزادی کا نعرہ لگانے والے ماڈرن قائداعظم کے خیالات کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔عمران خان نے دھرنے کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

''پروفیسر عاطف میاں کو جو ایک پاکستانی ہیں دنیا کہ ۲۵ ٹاپ اکنامسٹ میں شامل کرلیا گیا ہے۔ کیا میں اپنے سالے یا بہنوئی کو وزیر خزانہ بناؤں گا؟ نہیں، میں اسے وزیر خزانہ بناؤں گا۔اخباروں نے لکھا کہ عمران خان نے کہا ہے کہ تحریک انصاف کا وزیر خزانہ عاطف میاں ہوگا۔''

مولانا فضل الرحمان جسے مولانا ڈیزل بھی کہا جاتا ہے نے عمران خان کے اس بیان کے فوراً بعد ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا ہے کہ:۔

''عمران کی انتخابی مہم کے اخراجات قادیانی ادا کر رہے ہیں ۔ پی۔ٹی۔آئی اقتدار میں آ کر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی آئینی ترمیم پر نظر ثانی کرے گی۔''

ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ:''عمران قادیانی اور یہودی لابی کے لیے کام کر رہے ہیں اور ملک کو ان کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔''

اور جہاں تک تعلق ہے مولانا فضل الرحمان صاحب کا ان کے متعلق طلال بگٹی صاحب نے نمائندہ امت کے استفسار پر کہا تھا کہ:۔

''جی ہاں،سوائے جے یو آئی کے باقی تمام مذہبی جماعتوں کے نمائندے کانفرنس میں موجود تھے۔جے یو آئی کو ہم نے خود دعوت نہیں دی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے کسی نے بتایا کہ آپ ۳۰ لاکھ روپے دے کر مولانا فضل الرحمان سے کوئی بھی فتویٰ لے سکتے ہیں۔میں نے سوچا کہ ایسی پارٹی کے نمائندے کو بلانا نہ صرف بیکار ہوگا بلکہ جو فتویٰ جاری کیا، اسکی حیثیت بھی مشکوک ہو جائے گی۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ جے یو آئی (ف) اسلام کے نام پر لوگوں کو ٹھگ رہی ہے اور مال بنانے میں مصروف ہے۔''

جب عمران خان کو معلوم ہوا کہ عاطف میاں جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور پتہ چلا کہ مخالفین فضل الرحمان وغیرہ جیسے مولوی مجھے رگید رہے ہیں تو انہوں نے ایک ٹی وی انٹرویو میں فرمایا:۔

''وہ نہیں جانتے تھے کہ پروفیسر عاطف میاں قادیانی ہیں اور مسلمان نہیں ہیں، میں نے قرآن پڑھی ہے، قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت محمدﷺ آخری نبی ہیں تو جو ایسا نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہے۔'' یعنی وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی پاکستانی جتنا بھی قابل ہو اگر وہ قادیانی ہے اور قانون کی نظر میں مسلمان نہیں ہے، وہ پاکستان کا وزیر خزانہ نہیں بن سکتا۔جبکہ قائدِ اعظم پاکستان کی جب بنیاد رکھ رہے تھے تو اپنی کابینہ میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب (احمدی) اور جگندر لال (ہندو) کو بلا تعصب اور بغیر مذہبی منافرت کے شامل کیا تھا۔اگر عمران صاحب نئے پاکستان کی بنیاد مذہبی منافرت پر ہی رکھنا چاہتے ہیں تو پاکستان کی عوام کو قائدِ اعظم کے خیالات جیسا خواب نہ دکھائیں کیونکہ قائدِ اعظم نے پاکستان کی بنیاد رکھتے ہوئے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو فرمایا تھا:۔

''تم آزاد ہو،اس مملکت پاکستان میں تم اپنے مندروں، اپنی مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے میں پوری طرح آزاد ہو۔تمہارا مذہب، تمہاری ذات اور تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو اس کا اس بنیادی اصول سے کوئی تعلق نہیں کے ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور برابر کے شہری ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں اِسی نصب العین کو پیشِ نظر رکھنا چاہئیے، پھر تم دیکھو گے کے وقت گزرنے کے ساتھ نہ ہندو ہندو رہیں گے نہ مسلمان مسلمان رہیں گے، مذہبی معنوں میں نہیں، کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی رنگ میں ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہونگے۔''

عمران خان صاحب نے اپنے انٹرویو میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

''وہ اپنے ایمان کی وجہ سے سیاست میں آئے ہیں تا کہ ملک سے ظلم اور زیادتی ختم کر کے اسلام کا بول بالا کریں، اور اس غرض کو پورا کرنے کے لیے وہ میثاق مدینہ کو ماڈل بنا کر ملک کو امن کی راہوں پر ڈال دیں گے۔'' اور ساتھ ہی یہ بھی فرمانا نہیں بھولے کہ اقتدار ملنے پر احمدیوں کے خلاف کی گئی قانون سازی کو وہ ختم نہیں کریں گے۔

جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے وہ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ جس قدر ہم رسول خدا ﷺ کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اس کا عشر عشیر بھی دوسرے مسلمان نہیں کرتے، ان حضرات کا قول و فعل بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عاشقانہ روح کے ساتھ عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سیّدنا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: **نحن نحکم بالظاھر واللّٰہ یتولی السرائر**۔ ہمارا کام ظاہر پر حکم لگانا ہے اور مخفی راز اللہ کے سپرد ہیں۔

عمران خان بھی عجیب انسان ہیں، پاکستانی شہریوں کو برابر کے حقوق دینا چاہتے ہیں مگر عاطف میاں جو وزارت خزانہ کے متمنی ہی نہیں ہیں، انہیں خود ہی اپنے خیالی اقتدار کی کابینہ میں شامل کر لیا اور احمدی ہونے کی وجہ سے کابینہ سے باہر نکال بھی دیا۔

حبیب آقا خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا مقدس ارشاد ہے کہ کوئی شخص کسی بھائی کو کوئی شے ہبہ (دے) کر کے واپس لیتا ہے تو اُس کی مثال کُتّے کی سی ہے، جو قے کر کے کھالیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

مسلمان کون ہے؟ اس کا فیصلہ بھی مسلمانوں کی پہلی ریاست مدینہ میں ہی رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا تھا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی فہرست تیار کرنے کا ارشاد فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ "**واکتبوالی من یلفظ با الا سلام من الناس**" ترجمہ: لوگوں میں سے جو شخص اپنی زبان سے اسلام کا اقرار کرتا ہے اس کا نام میرے لیے تیار ہونے والی فہرست میں لکھ لو۔ (بخاری کتاب الجہاد باب کتابۃ الامام الناس) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''عرب کے جنگلی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تُو اُن سے

کہہ دے کہ تم حقیقتاً ایمان نہیں لائے۔ لیکن ہاں تم کہہ سکتے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں کیونکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ الحجرات آیت ۱۵)

یقیناً احمدیوں کے خلاف بنایا گیا قانون اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، ایسی جماعت جو خود کو مسلمان سمجھتی ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت اسے ایسا سمجھنے سے روک نہیں سکتی۔ ایسا قانون جو اللہ اور اس کی تعلیمات کے منافی ہو وہ رد کیے جانے کے قابل ہے۔ غیر اسلامی قوانین بنانے والے اور اس کا تحفظ کرنے والے کسی صورت میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ان غیر اسلامی قوانین ہی کی بدولتَ پاکستان کی موجودہ حالت زار ایک ایسے بچے کی ہو چکی ہے جس کے سر سے والدین کا سایہ اُٹھ چکا ہو، جو تقریباً ساڑھے سات ارب افراد پر مشتمل دنیا میں خود کو اکیلا پاتا ہو۔ آج پاکستان کے ناک سے پانی نہیں بلکہ خون بہہ رہا ہے، بھوک نے اسے لاچار کر دیا ہے، بیماری نے اسے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا ہے، تنہائی سے اس کا دم گھٹ رہا ہے، پیاس سے بلک رہا ہے، جہالت نے اسے ذلیل و رسوا کر دیا ہے، ظلمت کے اندھیروں نے اسے اندھا کر دیا ہے اور ناانصافی جیسی منحوسیت نے اس کے بدن کو ناسوروں سے بھر دیا ہے۔ ایسی حالت میں اس کے وجود ناتواں پر پرجوش نعروں کا میچ کھیلنا، اس کے وجود کو پارہ پارہ کر دینے کی کوشش کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ عمران خان کے نظریات طالبان سے محبت رکھتے ہیں، وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ کلین شیو عمران کے پیٹ میں داڑھی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ نواز شریف اور دوسرے نام نہاد خدمت گار دودھ کے نہائے ہیں، یقیناً وہ بھی پاکستانی عوام جو جہالت کے اندھیروں اور بد اخلاقی جیسے غلیظ جوہڑ میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے کے حقوق غصب کیے بیٹھے ہیں۔ عمران خان جسے نجات دہندہ سمجھا جا رہا ہے اس کے افکار و نظریات ثابت کرتے ہیں کہ وہ جس شاندار آزادی کی عمارت کا نقشہ عوام کو سمجھا رہے ہیں وہ کبھی بھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچ پائے گی۔ ایک پرانی ضرب المثل ہے کہ:۔

''جب لکڑی ہی ٹیڑھی ہو تو سایہ کیسے سیدھا ہو گا۔''

☆☆☆

''کافرستان''

بلاول بھٹو زرداری صاحب کہتے ہیں کہ:۔

''دہشت گرد پاکستان کے چہرے پر دھبہ ہیں، ضیاء الحق نے تاریخ کو مسخ کیا، اسی کے دور میں فرقہ واریت بڑھی۔''

اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ بلاول بھٹو کی سبھی باتیں درست ہیں، یہ باتیں ویسے ہی سچ ہیں جیسے یہ کہا جائے کہ بلاول، بھٹو نہیں زرداری ہیں۔ جہاں تک فرقہ واریت کا تعلق ہے یقیناً جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں فرقہ واریت جیسے منحوس ناگ نے اپنا پھن پھیلایا تھا اور لوگوں کی زندگیوں کو زہر آلود کرنا شروع کر دیا تھا۔ نوجوان بلاول کو یاد رکھنا ہوگا کہ ان کے نانا نے ۱۹۷۳ء میں آئین بنایا اور ۱۹۷۴ء میں اپنے ہی بنائے آئین کی بے حرمتی کرتے ہوئے آئین میں ایک ایسی ترمیم کی جس کے نتیجے میں آج تک اسلامی جمہوریہ پاکستان کے گلی کوچوں میں شیعہ کافر، دیوبندی کافر، وہابی کافر، اہل حدیث کافر، بریلوی کافر اور چکڑالوی کافر کی صدائیں سنائی دیتی ہیں اور ان فتووں کو سن کر لگتا ہے کہ پاکستان، کافرستان بن چکا ہے۔ اگر سبھی کے فتووں کو مان لیا جائے تو پاکستان میں ڈھونڈے سے بھی مسلمان نہیں ملے گا یہ سب اس لیے ہے کہ آپ کے نانا جان نے ایک ایسی جماعت کے افراد کو کافر قرار دیا تھا جو خود کو مسلمان کہتے ہیں۔

☆☆☆

''شیطان سے شادی''

ایک خاتون اپنے شوہر کی شراب پینے کی عادت سے تنگ آ کر طلاق لینا چاہتی تھی۔ وہ گاؤں کے مولوی صاحب کے پاس گئی اور بولی: ''مجھے اپنے خاوند پر اتنا غصہ ہے کہ دل کرتا ہے کہ اس سے طلاق لے کر کسی شیطان سے شادی کر لوں۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟'' مولوی صاحب نے شرماتے اور لجاتے ہوئے آہستہ سے کہا: ''کا کی! فیر مینوں ای شیطان سمجھ لے۔''

”بھو بڑھاپے کا سہارا“

ساس بہو کی لڑائی ایسی حماقت ہے جس کے نتیجے میں گھروں کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ساس اور بہو اگر دونوں ہی سخت مزاج اور غصیلے ہوں تو گھر ہر وقت میدان جنگ کا منظر پیش کرتے ہیں اور دیگر اہل خانہ کے جذبات اور معصوم بچوں کے احساسات کا دن رات خون ہوتا ہے۔ جہالت، تکبر کا ناگ اور انا پرستی یہ وہ تین نحوستیں ہیں جن کا شکار بن کر خواتین غیر اسلامی حرکات کی مرتکب ہوتی ہیں۔ ساس سسر کے حقوق پر بہت کچھ لکھا جاتا ہے مگر بہو کے حقوق کو عام طور پر بیان نہیں کیا جاتا۔ بہوؤں کو ہمارے معاشرے میں عام طور پر ایسا غلام سمجھا جاتا ہے جس سے ہر قسم کی مشقت لی جا سکتی ہے۔ وہ خاتون جو شادی ایک مرد سے کرتی ہے، مگر اسے شوہر کے والدین، بہن بھائی سبھی کی بے لوث اور بے زبان خدمت کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں جہاں عام طور پر بیٹے شادی کے بعد اپنے والدین کے ساتھ رہتے ہیں ساس بہو اور بھابی نند کی لڑائی معمول کی بات ہے۔ جس طرح بعض طاقت ور بہوئیں ساس سسر کو تگنی کا ناچ نچاتی ہیں اسی طرح بعض اوقات بہویں بھی بڑی مظلوم ہوتی ہیں جن پر ساس، بیٹا اور نندیں اور بعض دفعہ سُسر بھی مل کر ستم ڈھاتے ہیں۔ ایسی خواتین کا جُرم عام طور پر غریب ہونا، ان پڑھ ہونا، جہیز نہ لانا اور شریکہ ہوتا ہے۔ بہو جب اپنے گھر آتی ہے تو اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے بھرے جنگل میں مختلف صلاحتیں رکھنے والے جانوروں کے درمیان نازک سی چڑیا کو چھوڑ دیا جائے۔ دراصل بہو ایک ایسی موم کی گڑیا ہوتی ہے جسے نازک ہاتھوں سے سنوار کر اس کے حسن میں اضافہ ممکن ہوتا ہے، لیکن اگر بد اخلاقی، جھوٹ اور مکاری سے اسے سخت ہاتھ لگایا جائے تو اس کی اچھی خاصی صورت بگڑ سکتی ہے۔ عام طور پر یہ گناہ ساسیں کرتی ہیں۔ ہر بات پر بہو کو طعنے دینا، یہ توقع کرنا کہ بہو صرف اس کی مرضی کے مطابق پہنے، کھائے پیئے، آئے جائے، سوئے جاگے، ملے ملائے، بہو کو چین سے نہ بیٹھنے دینا، ہر بات پر اپنی مثال دینا کہ میں تو ایسے کرتی تھی ویسے کرتی تھی، بیٹے کے بہو کے خلاف کان بھرنا، سہیلیوں کے سامنے بہو کی برائیاں کرنا وغیرہ جیسے غیر اسلامی کام کرنا اور خود کو پاکیزہ ثابت کرنا بُری ساسوں کا عام طور پر وطیرہ ہوتا ہے۔ بہو کی شادی بیٹے سے ہوئی ہوتی ہے، خوفناک تھانیدار ساسیں بن جاتی

ہیں۔ایسی حرکات کرنے والی ساسوں کواللہ سے ڈرنا چاہیے۔ایسی ساسیں دنیا کوتو دھوکا دے سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے ایسے بے ہودہ مکروں کونہیں چھپایا جاسکتا۔دیکھا گیا ہے کہ ایسی ساسوں کے اپنے بیٹے بھی جب ماں کے مکروں،جھوٹ اور بداخلاقی کومحسوس کرلیتے ہیں تو نہ صرف دکھی ہوجاتے ہیں بلکہ متنفر بھی ہوجاتے ہیں۔یاد رکھنا چاہیے جھوٹ،مکراور بداخلاقی وغیرہ سے دل لگانا شیطانی کام ہےاور شیطانی کام کرنے سے کبھی بھی نہ اللہ خوش ہوتا ہےاور نہ سکون نصیب ہوتا ہے۔

اگرکوئی متقی اوررحم دل شوہراپنی بیوی کی جائزطور پرطرفداری کرتا ہے یامحبت اور پیار کاسلوک کرتا ہےتواس کوجوروکاغلام کہہ کرمذاق اُڑایا جاتا ہے۔اسلام بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنےکوبھی نیکی قرار دیتا ہےمگر اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جواللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں،رسول اللہ ﷺ سے محبت بھی جتاتے ہیں اور ساتھ ساتھ بیوی کے ساتھ بیٹھ کرکھانے کوبھی بُرا خیال کرتے ہیں۔یہاں تک کہ اگرصوفے یا چارپائی پرمیاں بیوی بیٹھ جائیں تو کہا جاتا ہے کہ میاں جوروکاغلام ہوگیا ہے۔یہ سب جہالت کی باتیں ہیں جنہیں روایات کے طور پر اپنالیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ میاں بیوی کوایک دوسرے کے لباس قرار دیتا ہے۔(ساس کولباس قرار نہیں دیتا بری ساس خوامخواہ میاں بیوی کے لباس ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی درپے ہوجاتی ہے)ہمارے حبیب آقا حضرت محمد ﷺ کا اپنی بیویوں سے سلوک ایسی بے ہودہ روایات کی نفی کرتا ہے۔اس ضمن میں مشعل راہ جلد۵ میں لکھا ہے کہ:۔

’’آج کل بعض لوگ صرف اس خیال سے بیویوں کاخیال نہیں رکھتے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ بیوی کاغلام ہوگیا ہے۔بلکہ حیرت ہوتی ہے بعض لڑکوں کے،مَردوں کے بڑے بزرگ رشتہ دار بھی بچوں کو کہہ دیتے ہیں کہ بیوی کے غلام نہ بنو۔بجائے اس کے کہ آپس میں ان کی محبت اورسلوک میں اضافہ کرنے کاباعث بنیں۔اپنے لئے کچھ اور پسند کررہے ہوتے ہیں۔دوسروں کے لئے کچھ اور پسند کررہے ہوتے ہیں۔‘‘مزید لکھا ہے کہ’’بعض دفعہ گھروں میں چھوٹی موٹی چپقلشیں ہوتی ہیں ان میں عورتیں بحثیت ساس کیونکہ ان کی طبیعت ایسی ہوتی ہے وہ کہہ دیتی ہیں کہ بہوکوگھر سے نکالو لیکن حیرت اس وقت ہوتی ہے جب سسر بھی،مرد بھی جن کواللہ تعالیٰ نے عقل دی ہوئی ہے اپنی بیویوں کی باتوں میں آکر یا خود ہی بہوؤں کو بُرا بھلا کہنا شروع کر

دیتے ہیں حتیٰ کہ بلاوجہ بہوؤں پہ ہاتھ بھی اُٹھا لیتے ہیں۔ پھر بیٹوں کو بھی کہتے ہیں کہ ماروا گر مرگئی تو کوئی فرق نہیں پڑتا اور بیوی لے آئیں گے۔ اللہ عقل دے ایسے مردوں کو۔ ان کو یہ الفاظ یاد رکھنے چاہئیں کہ ایسے مرد بزدل اور نامرد ہیں۔''

اسلامی تعلیمات کے مطابق میاں بیوی کے درمیان وسوسہ ڈالنا شیطانی کام بیان ہوا ہے۔ شوہروں کو اپنی بیویوں کا حد درجہ خیال رکھنا چاہیے اور ملنے جلنے والوں کو بھی چاہیے کہ میاں بیوی کے درمیان الفت پیدا کرنے کے لئے کوشش کریں۔ بعض ساسیں، سسر اور دوسرے عزیز اپنی بہو اور اپنے بیٹے کو محبت اور اُلفت سے زندگی گزارتے نہیں دیکھ سکتے، میاں بیوی کے درمیان نفرت کی شیطانی دیوار کھڑی کرنے کے لیے جھوٹ جیسے غلیظ گناہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر وسوسے اور بدگمانی جیسے گندے اور بدبودار جراثیم پھیلا دیتے ہیں۔ ایسے شیطانی فعل سے دل بہلانے والوں کو درج ذیل اللہ تعالیٰ کے فرمان پر غور وفکر کرنا چاہیے۔ اور اپنے لیے سب اچھا اور بچوں کے لیے برا سوچنے جیسے دہرے معیار کو ترک کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اور اس کے نشانات میں سے (ایک یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔'' (سورۃ الرّوم آیت ۲۲)

ایسے لوگ جو شیطان کے چیلے بنتے ہوئے میاں بیوی کے درمیان بدگمانیاں پیدا کر کے اُن کی راہیں جدا کر کے خوش ہوتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تو میاں بیوی کے درمیان محبت اور رحمت رکھی ہے۔ ایسے ناہنجار جو شیطان کی چاکری کرتے ہوئے میاں بیوی کے درمیان نفرت اور بدگمانی کی دیوار کھڑی کر دیتے ہیں اُن کے متعلق ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

''ابلیس اپنے مرکز سے زمین کے ہر گوشے میں اپنے پیروکار روانہ کرتا ہے۔ پھر وہ پیروکار واپس آ کر اپنی اپنی کارروائیاں سناتے ہیں، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں شر پھیلایا۔ مگر ابلیس ہر ایک سے کہتا ہے کہ تُو نے کچھ نہ کیا۔ پھر ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایک عورت اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈالی ہے۔ یہ

سن کر ابلیس اسے گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف تُو کام کر کے آیا ہے۔‘‘

معزز قارئین یہ ایسی شیطانی حرکت ہے جس کے نتیجے میں نا صرف میاں بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے بلکہ دو خاندانوں پر تباہی آتی ہے۔اس کے نتیجے میں بچوں کی زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے اور ایسے بچے احساس کمتری کا شکار ہو کر خود بھی بھٹک جاتے ہیں اور معاشرے کے لئے بھی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کہ عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اکسائے ، یا کسی غلام کو اس کے آقا کا مخالف بنائے۔‘‘

(سنن ابی داوٗد، مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’اے عورتو! خیرات دو کہ میں نے تمہاری اکثریت کو جہنم میں دیکھا ہے۔‘‘ کسی ایک نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔کیوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:’’تم طعنے بہت دیتی ہو اور تم اپنے شوہروں کی ناشکر گزار ہو۔‘‘

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ بعض ساسیں اپنی بہوؤں کے ساتھ ناجائز طور پر شدید سختی کرتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ساس کی صورت میں ایک ایسی جہنم اس کے نصیب میں آ گئی ہے جس کے شعلے بہو کو دن رات جلاتے ہیں۔ایسی ظالم ساسوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح اچھی ساس بہو کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں اسی طرح اچھی بہو بھی ساس سسر کے لیے ایک خوبصورت نعمت ہے۔اگر بہو کی قدر کی جائے تو بڑھاپے میں جب ساس سسر کی بیٹیاں اپنے گھروں میں مصروف ہو جاتی ہیں ، بیٹوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور وہ والدین کی بھرپور خدمت نہیں کر پاتے تو اچھی بہو ہی وہ وجود مسعود ہوتا ہے جو اپنے بچوں سمیت اچھے ساس سسر کی دن رات خدمت پر جُت جاتا ہے۔آج بہو کو محبت اور پیار دیں اور کمزوری کی حالت میں ان کی خدمت کا لطف لے کر دعا دیں۔

ساس سُسر کو چاہیے کہ ایسی خواتین جن کی تربیت میں کمی رہ گئی ہو اُنہیں محبت اور شفقت سے سمجھائیں اور سکھائیں۔اپنی بہوؤں کو اپنی بیٹیاں سمجھیں۔عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ ہم تو

اپنی بہوؤں کو بیٹیوں کی طرح سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ بیٹیوں کو نوازتے وقت کسی تنگی ترشی کو خاطر میں نہیں لایا جاتا مگر بہو کو دیتے وقت کچھ اس طرح کے حالات خراب ہوتے ہیں کہ ان کو کچھ دیتے وقت ہاتھ کانپتے ہیں۔ حالانکہ دیکھا جائے تو بہو ایک ایسا وجود ہے جس کو اگر عزت دی جائے تو وہ ساری عمر خدمت کرتی ہے۔ عام طور پر بہویں اچھی ہوتی ہیں، کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ نہایت بدتمیز، بدزبان اور اکھڑ قسم کی بہوؤں کو برداشت کرنا پڑے۔ لیکن یاد رہے کہ اچھی ساس کا وجود بھی بہوؤں کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔ بہوؤں کو بھی چاہیے کہ اپنے ساس سُسر کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ بہو اور ساس یاد رکھیں شیطانی اعمال کرنے والی خواتین کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ **النساء حبائل الشیطان**۔ عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ قارئین جہاں تک گناہ یا ثواب کا تعلق ہے ساس، بیٹے اور بہو کو یاد رکھنا چاہیے کہ اُن کی غیر اسلامی حرکات کی سزا دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اسی طرح نیکی کا انجام کبھی بھی بد نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی جنّت عطا کرتا ہے اور اخروی جنّت کا وعدہ بھی فرماتا ہے۔ اگر ساس بحیثیت بہو اچھی نہ رہی ہو تو اس کی اولاد بھی اپنی ماں سے بیزار ہوتی ہے۔ پھر ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

خیر کم خیر کم لاھلہ و انا خیر کم لاھلی۔ (بخاری کتاب النکاح)

''تم میں سے خدا کے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہے اور (خدا کے فضل سے) میں تم سب میں اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔'' اس حدیث کی تشریح میں چالیس جواہر پارے کے صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے کہ:۔

''کوئی شریف بیوی کسی نیک مسلمان کے گھر میں دکھ کی زندگی میں مبتلا نہیں ہوسکتی اور حق یہ ہے کہ اگر عورت کو خاوند کی طرف سے سکھ ہو تو وہ دنیا کی ہر دوسری تکلیف کو خوشی سے برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے اور اس سکھ کے مقابلہ میں کسی شریف عورت کے نزدیک دنیا کی کوئی اور نعمت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ لیکن اگر ایک عورت کے ساتھ اس کے خاوند کا سلوک اچھا نہیں تو خاوند کی دولت بھی اس کے لیے لعنت ہے۔ خاوند کی عزت بھی اس کے لیے لعنت ہے، خاوند کی صحت بھی اس کے لیے لعنت ہے کیونکہ ان چیزوں کی قدر صرف خاوند کی محبت اور گھر کی سکینت کے میدان میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس اس میں ذرہ بھر بھی شک کی

گنجائش نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک ارشاد گھروں کی چار دیواری کو جنّت بنا سکتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کو تسکین قلب اور ایک دوسرے کے حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

☆☆☆

دن کو دھرنے ، رات کو مجرے

مولانا فضل الرحمان نے مولانا طاہر القادری پر چوٹ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:۔

''خواب کی دلیلیں دینے والے کو شیخ الاسلام نہیں شیخ الالہام کہتے ہیں۔ اسلام آباد میں دن کو دھرنے، رات کو مجرے ہو رہے ہیں۔''

مولانا کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ قادری صاحب نہ ہی شیخ الاسلام ہیں (کیونکہ وہ ایک فرقے سے تعلق رکھنے والی چھوٹی سی جماعت کے سربراہ ہیں) اور نہ ہی شیخ الالہام ہیں (کیونکہ چھوٹے موٹے خواب دیکھنے والا کسی بھی صورت میں ملہم نہیں کہلا سکتا، قادری صاحب نے کبھی بھی ملہم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ پیٹ کی خرابی یا ذہنی ابتری کی وجہ سے آنے والے خواب کسی اہمیت کے حامل نہیں ہوتے۔ سچے خواب بھی دوسرے لوگوں کے لیے حجت نہیں ہوتے، ہاں نبیوں کے خواب سبھی کے لیے حجت بھی ہوتے ہیں اور دلیل بھی۔ قادری صاحب نہ نبی ہیں نہ ولی اللہ۔ ولی اللہ بھی ملہم ہوتے ہیں) جہاں تک دھرنے کا تعلق ہے اس کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ شاید مولوی صاحب نے تصنیفی کام کی وجہ سے ہونے والی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے مہنگا ترین میلہ سجایا ہے۔ ہلکے پھلکے ناچ گانے کو مجرا کہنا شاید صحیح نہیں ہے کیونکہ مجرا چند امیر عیاش مل کر دیکھتے ہیں۔ اور یہاں دھرنے میں ہونے والا ناچ گانا پوری دنیا میں بسنے والے ہر قماش کے لوگ دیکھتے ہیں۔ بہرحال ایک بات تو سچ ہے کہ ناچ گانا تو ہو رہا ہے عمران کا ہو یا قادری صاحب کا دھرنا۔ مولانا قادری کہتے ہیں کہ مجرا نہیں ہو رہا اور مولانا فضل کہتے ہیں کہ ہر رات دھرنوں میں مجرا ہوتا ہے۔ دو مولویوں کی لڑائی کو عوام دیکھ رہے ہیں اور ناچ گانے سے دل بھی بہلا رہے ہیں۔

ملالہ یوسف زئی اور علم کے دُشمن

اب اس کو میکدہ کہنا عجیب لگتا ہے
جہاں نہ ساقی نہ جام نہ سبو نہ مے لوگو

۱۲ جنوری ۱۹۹۷ء کو مینگورہ خیبر پختونخواہ میں پیدا ہونے والی پشتون بہادر لڑکی ملالہ یوسف زئی جسے گل مکئی بھی کہا جاتا ہے نے امن نوبل انعام برائے سال ۲۰۱۴ء حاصل کر کے پاکستانی قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ یہ عاجز محترمہ ملالہ یوسف زئی اور ان کے خاندان کے علاوہ تمام پاکستانی قوم کو مبارک باد کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ ملالہ یوسف زئی صاحبہ پاکستان کی دوسری مسلمان شخصیت ہیں جنھوں نے نوبل پرائز حاصل کیا۔ ان سے پہلے ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو پیدا ہونے والے پاکستانی مسلمان سائنسدان جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام ۱۹۷۹ء میں فزکس کا نوبل انعام حاصل کر چکے ہیں۔ مسلمان دنیا میں آپ دوسرے مسلمان ہیں جنھوں نے نوبل انعام حاصل کیا، آپ سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۱۸ء کو مصر میں پیدا ہونے والے مصر کے صدر انور سادات ۱۹۷۸ء میں امن کا نوبل انعام حاصل کر چکے تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام پہلے مسلمان طبیعات دان ہیں جنھوں نے نوبل انعام حاصل کیا تھا۔

جنوری کے مہینے میں پیدا ہونے والے، نوبل پرائز حاصل کرنے والے، دونوں عظیم پاکستانیوں سے، پاکستان کو برباد کرنے کے درپے مذہبی بنیاد پرستوں نے اچھا سلوک نہیں کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام کو اسلام سے ہی خارج کر دیا گیا اور انہیں اور ان کی جماعت کو قانون سازی کر کے اسلامی شعائر استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ ملالہ یوسف زئی صاحبہ کو تعلیم سے محبت کرنے کے جرم میں گولی مار کر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام اور ملالہ یوسف زئی کو جاہل مذہبی بنیاد پرستوں نے وطن سے دور رہنے پر مجبور کر دیا۔ ڈاکٹر محمد عبدالسلام نے پاکستانی قوم کو تعلیم خاص طور پر سائنس کی تعلیم کی طرف راغب کرنے کی بے انتہا کوشش کی مگر پاکستانی قوم جو انہیں کافر سمجھتی ہے، ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اب ملالہ یوسف زئی بچوں کی تعلیم کے لیے بے حد کوشش فرما رہی ہیں۔ جس طرح پروفیسر محمد عبدالسلام کی خدمات

کی پاکستانیوں کوضرورت نہ تھی ویسے ہی ملالہ کی خدمات کو بھی مذاق سمجھا گیا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام کی تحقیقات کی بنیاد پر علم دوست مما لک ترقی کی شاہراہوں پر گامزن ہیں اور غریب مگر علم دوست مما لک ملالہ کی تعلیمی خدمات سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ ملالہ کی طرف سے ملنے والی مالی امداد سے اپنے ننھے ہونہاروں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو بھی عقل سلیم عطا کرے۔ آمین۔

اگر ہم پاکستان میں تعلیم کے شعبے پر نظر دوڑائیں تو ہمیں سوائے بربادی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ جہاں اسکولوں میں بچوں کو بے دردی سے شہید کیا جاتا ہو، اساتذہ کو زندہ جلایا جاتا ہو اور تعلیمی اداروں کو توڑا پھوڑا اور جلایا جاتا ہو وہاں اجالوں کی توقع یا تمنا رکھنا سوائے فضول خیال کے کچھ نہیں ہے۔ گلوبل کولیشن فار پروٹیکشن آف اسکول کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۲ء کے دوران پاکستان میں اسکولوں پر ۸۰۰ سے زیادہ حملے ہوئے۔ صرف سوات میں تین سو اسکولوں کو ملبے کا ڈھیر بنایا گیا۔ ایک خبر کے مطابق کراچی میں ۲۰۰ سرکاری اسکولوں کی عمارتیں نجی تحویل میں دی جا چکی ہیں۔ گل حمید منصوری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ المیہ ہے کہ اسکول کی عمارتیں خالی کرا کے وہاں نہاری ہاؤس، بریانی سینٹر اور پلازہ بنائے جا رہے ہیں۔ یاد رکھیئے کوئی ایسی قوم ترقی، خوشحالی اور امن کا منہ نہیں دیکھ سکتی جو تعلیم کی دشمن ہو۔ اگر پاکستانی قوم عالمی برادری میں آبرومندانہ مقام حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے مذہبی انتہا پسندوں سے پیچھا چھڑانا ہی ہوگا۔ اسلام کی سچی اور حقیقی تعلیم جو ہمیں سیرت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں نظر آتی ہے اسے اپنانا ہوگا۔ ہمیں تمام علوم کو حاصل کرنا ہوگا اس دعا کے ساتھ کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ کر۔ پاکستانی قوم کو ان تمام نام نہاد مولویوں کو امامت سے ہٹانا ہوگا جو نفرت اور قتل و غارت کی تعلیم دیتے ہیں، فرقہ پرستی اور انتہا پرستی جیسی لعنت میں مبتلا ہیں۔ ان تمام مذہبی جنونیوں اور قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہوگا جو بچوں کو، نہتوں کو، اقلیتوں کو قتل کرتے ہیں، مسجدوں، مندروں، گرجوں اور تعلیمی اداروں کو برباد اور عبادت گزاروں، اساتذہ اور طالب علموں سمیت جلاتے ہیں۔ یاد رکھیئے کہ نام نہاد مولوی اور دہشت گرد دانش مندی اور نیکی سے دست بردار ہو چکے ہیں۔ بدکاری اور گناہ سے باز نہیں آتے۔ کمینگی اور بدکاری ان کی ماں اور غرور و گناہ ان کا باپ اور جھوٹ ان کا معبود بن چکا ہے۔ ریاکاری جیسی نحوست ان کی سرشت میں داخل ہو چکی ہے۔ حماقت اور خباثت ان کے چہروں سے ٹپکتی

ہے۔ یہ لوگ شرارت کے پتلے اور بدی کے مجسمے بن چکے ہیں۔ گمراہی کی نجاست نے ان کو قابل نفرت وجود بنا دیا ہے۔ یہ ایسے بھوکے درندے ہیں جن کا کام صرف چیر پھاڑ کرنا اور اپنے شکار کا خون پینا اور گوشت کھانا ہوتا ہے۔ یہ ایسا آگ کا بدبودار جوہڑ ہیں جو بندے اور خدا کے درمیان حائل ہو چکا ہے۔ ان سے دور رہ کر ہی گمراہی کی بدبو سے چھٹکارہ ممکن ہے۔ یہ ایسی تاریکی ہیں جن کے ہوتے ہوئے مکمل اجالا ممکن نہیں۔ سادہ لوح انسانوں کا دانشمند بننا مشکل ہے، منور اور درخشاں ہونا دور بات دکھائی دیتی ہے۔ یہ ایسی چٹانیں ہیں جن سے دامن چھڑائے بغیر امن کی امید رکھنا بیکار اور فضول خیال ہے۔ ان بدکاروں سے جان چھڑانا ہی دُنیا کے امن کی ضمانت ہے۔ ان کے غیض وغضب کی موت ہی انسانیت کے لئے سکون بخش تحفہ ہوسکتا ہے۔

آخر میں ہماری خدائے ذوالجلال سے دعا ہے کہ وہ خود ہی بے خوف، علم دشمن لوگوں کو ہدایت دے دے یا ان کی گردن دبوچ لے۔ اگر ان کی شرارتیں معافی کے قابل نہیں تو انہیں اپنے غضب کی آگ سے بھسم کردے۔ اے میرے پیارے خدا! اپنے پیاروں کو ان درندوں کی گرفت سے چھڑا۔ بدکاری، کمینگی، ریاکاری، ہر قسم کی بدی، سرکشی، گمراہی، بدکاری، درندگی، تاریکی، فخر وغرور، شرارت اور جھوٹ وغیرہ کے پرستاروں پر فتح عظیم عطا فرما۔ خبیثوں کی درندگی کے شکار انسانوں کو عقل و دانش جیسا انمول نُور عطا فرما۔ سنگلاخ چٹانوں کی بجائے ان کے دل تیرے خوف سے کانپیں۔ انہیں وہ فرزانگی عطا کر کہ تیرے لئے ہی جئیں اور تیری محبت میں ہنستے ہنستے جان نچھاور کرنے کے لئے ہر دم تیار رہیں۔ خدا خوفی رکھنے والوں سے شفقت فرما اور اپنے پیار کی گود میں بٹھا، ان کی خطائیں اور گناہ بخش دے اور ان کو مصیبتوں سے رہائی بخش دے۔ اے میرے خدا! اپنے پیارے بندوں پر سکینت نازل فرما اور جن کی اصلاح تیرے علم کے مطابق ممکن نہیں انہیں مسکنت کی مار مار۔ کمینگی کو اپنی طاقت سمجھنے اور فریب کو اپنا آقا قرار دینے والوں کو پارہ پارہ کردے اور ان کی خاک اُڑا دے۔ اور ان غارت گروں کی چیرہ دستیوں سے غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کو بچا۔ ان بد بختوں کی وہ زبانیں کاٹ دے جو تلوار کی طرح تیرے نیک بندوں پر چلتی ہیں۔ آمین یاربّ العالمین۔

چلو کہ ہاتھ اُٹھائیں دُعا کریں قدسی
عجیب موسموں کی زد میں ہے وطن میرا

عظیم شہر بغداد

بغداد شہر دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے قریب واقع ہے۔ بغداد شہر کی بنیاد عباسی خلیفہ المنصور نے ۷۶۲ء میں رکھی۔ چار سال (۷۶۲ء تا ۷۶۶ء) میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اس شہر کی تعمیر پر پانچ لاکھ دینار خرچ ہوئے تھے۔ بغداد خلیفہ المنصور نے شہر کی بنیاد کی اینٹ اپنے ہاتھ سے خود رکھی تھی۔ شہر کی تعمیر کے لیے ایک لاکھ افراد نے کام کیا، جن میں لوہار، ترخان، معمار اور سنگ تراش شامل تھے۔ بغداد شہر گول دائرے کی شکل میں بنایا گیا تھا جس کی وجہ سے اسے لوگ گول شہر کہتے تھے، شاعر اس شہر کو اپنے شعروں میں اسے اسکوائز وراء (Winding City) کہتے تھے جبکہ اس شہر کا نام دارلسلام تھا، اس میں چار دروازے تھے، شامی دروازہ، کوفہ دروازہ، بصرہ دروازہ اور خراسان دروازہ۔ شہر کے اردگرد چار دروازوں کے گیٹ اتنے اونچے تھے کہ گھوڑ سوار نیزہ اوپر کر کے ان میں سے گزر سکتا تھا۔ ان گیٹوں پر لگے لوہے کے دروازے اتنے بھاری تھے کہ ان کو کھولنے کے لیے کئی نوجوان سپاہیوں کی ضرورت ہوتی تھی شہر کے چاروں طرف فصیل تھی جس کے ساتھ پانی تھا، فصیل کی دیوار کی اونچائی ۸۰ فٹ اور چوڑائی ۴۰ فٹ تھی، فصیل کی دیوار پر گھوڑ سوار گھوڑے کو با آسانی دوڑا سکتا تھا، فصیل کے ساتھ شہزادوں کے محل، پھر سرکاری دفاتر اور عین درمیان میں خلیفہ کا عظیم الشان محل تھا۔ خلیفہ کے محل کا رقبہ ایک میل کے برابر تھا۔ اس محل کے اندر خلیفہ کی بیویوں، لونڈیوں، غلاموں اور محافظوں کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کیے گئے تھے۔

شہر کے تعمیر ہوتے ہی اس کے اردگرد دیگر عمارتیں، مساجد، دفاتر اور پبلک حمام بننے شروع ہو گئے۔ شہر میں پانی لانے کے لیے نہریں بنائی گئیں۔ مشرق میں یہ شہر شہر استنبول سے کسی صورت سے کم نہ تھا بلکہ علمی لحاظ سے اس کو استنبول پر فضیلت حاصل تھی۔ استنبول جیسے عالمگیر شہرت حاصل تھی سے بغداد اپنے رقبہ کے لحاظ سے دنیا میں ذرا سا کم تھا۔

چونکہ یہ شہر ایران سے قریب تھا اس لیے جلد ہی ایرانی خواتین، لونڈیاں محل میں آنے لگیں ان کے ساتھ ایرانی فیشن بھی بغداد میں در آیا۔ عباسی خاندان کے ۳۷ خلفاء نے یہاں خلافت کی اور ان میں سے

صرف ایک خلیفہ کے دونوں والدین کا تعلق قریش قبیلہ سے تھا۔المنصور نے سب سے پہلے ایرانی طرز کا تاج پہننا شروع کیا اور ایرانی طرز کی پگڑی کو رواج دیا۔دیکھتے ہی دیکھتے محل کے تمام وزیر،امراء اور خادم بھی ایرانی طرز کا لباس زیب تن کرنے لگے۔بغداد میں رفتہ رفتہ معاشی اور سیاسی تبدیلی آتی گئی اور یہاں تاجروں،ہنر مندوں،علماء اور اسکالرز کی ایک نئی نسل نے جنم لیا جن کا تعلق عرب قوم سے نہ تھا۔شہر میں خلافت اسلامیہ کے ہر ملک سے مال فروخت کے لیے آنے لگا۔البتہ اس تبدیلی میں صرف دو چیزیں قائم رہیں ایک تو مذہب اسلام اور دوسرے عربی زبان۔

بغداد میں جن سیاسی اداروں نے رواج حاصل کیا ان میں وزارت کا سیاسی ادارہ تھا اس ضمن میں برمکی خاندان کا نام بہت چمکا۔خالد برمکی خلیفہ المنصور کا سیاسی مشیر تھا۔جب ۷۸۶ء میں ہارون الرشید خلیفہ بنا تو اس نے خالد برمکی کے بیٹے یحییٰ برمکی کو وزیر مقرر کیا تو اس نے اپنے دو بیٹوں الفضل اور جعفر کے ساتھ مل کر عنان حکومت کو سترہ سال سنبھالے رکھا۔جعفر کو تقریر و تحریر میں اس قدر ملکہ حاصل تھا کہ اس کو اہل سیف کی بجائے اہل قلم کی نسل پیدا کرنے کا اعزاز دیا جاتا ہے۔

بغداد کا روشن ترین دور خلیفہ ہارون الرشید (۷۸۶ء تا ۸۰۶ء) کا تھا۔اس دور میں تین چیزوں نے اس کو عزت دوام دی۔سیاسی شہرت،اقتصادی خوشحالی اور علمی کارنامے۔ہارون الرشید کو شہرت اس وقت ملی جب اس نے اپنے والد خلیفہ المہدی کے حکم پر استنبول پر حملہ کر کے دشمن کو شکست فاش دی۔بازنطینی حکومت کو ۹۰ ہزار دینار ہر سال تاوان دینے کا وعدہ کرنا پڑا۔مشرق میں ہارون الرشید کا اس دور میں ستارہ بام عروج پر تھا جبکہ مغرب میں فرانس کے بادشاہ شارلیمان کا طوطی بولتا تھا۔ہارون نے اسے ایک گھڑی تحفہ میں بھیجی تھی، یورپ میں اس وقت تک کسی نے گھڑی دیکھی نہ تھی۔یورپ والوں نے کبھی صابن تک استعمال نہ کیا تھا اس لیے غسل کرنا جان جوکھوں کا کام ہوتا تھا۔یورپ میں ہارون الرشید کو Aaron,King of Persia کہا جاتا تھا۔ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد کے شہریوں کی زبردست اقتصادی حالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب خلیفہ نے ایک تاجر کی جائیداد ضبط کی تو یہ ۵۰ ملین دینار تھی۔بغداد کے بازاروں میں چاول،گندم،کپڑا،شام کے فروٹ،عرب کے موتی،انڈیا کی معدنیات،افریقہ کے غلام اور ہاتھی دانت وغیرہ

کی بہتات رہتی تھی۔ ہارون کی بیگم زبیدہ کے فیشن کو دیکھ کر رعایا فیشن کیا کرتی تھی۔اس کے کھانے کی میز پر سونے یا چاندی کے برتن جن میں ہیرے جواہرات جڑے ہوتے تھے،استعمال ہوتے تھے۔ایک بار اس کے بھائی نے اس کی دعوت کی تو میز پر ۱۵۰ اقسام کی مچھلیوں کی آنکھیں رکھی ہوئی تھیں جن کی قیمت ہزاروں درہم تھی۔ ہارون الرشید علم کا دلدادہ تھا۔علماء، دانشور، شاعر، موسیقار، رقاص، مذاق سنانے والے، نقال، کتوں اور مرغوں کو لڑانے والے سب اس کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ ہارون کا محبوب شاعر ابونواس تھا اور دل کے قریب موسیقار ابراہیم الموصلی تھا جس کی ماہانہ تنخواہ دس ہزار درہم تھی۔خلیفہ المنصور کے عہد خلافت میں لاطینی سنسکرت، فارسی اور سریانی کتب کا ترجمہ عربی زبان میں کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور مامون الرشید کے عہد میں قدرے اختتام کو پہنچا۔

بغداد کے دانشوروں نے ریاضی، اسٹرانومی، میڈیسن، فلاسفی کی کتابوں کو حاصل کرنے، ترجمہ کرنے اور ان کی کاپیاں بنا کر پھیلانے کا جو کام شروع کیا وہ اگلے دوسو سال نویں اور دسویں ہجری تک جاری رہا۔رفتہ رفتہ بغداد میں یہ علمی ذخیرہ سپین پہنچا۔یاد رہے یورپ میں ترجمہ کی تحریک بارہویں صدی میں شروع ہوئی۔جب بغداد میں کتابوں کے ڈھیر بازاروں میں پڑے ہوتے تھے یورپ میں صرف ۵۰۰ کتابیں تھیں۔جب مامون الرشید کے دربار میں عالی دماغ سائنسدان کائنات کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف تھے اس وقت فرانس کا بادشاہ شارلیمان دستخط کرنا بھی نہیں جانتا تھا۔اگر بغداد کے عالموں نے علم کے بیش قیمت علمی سرمایہ کو محفوظ نہ کیا ہوتا تو یورپ آج بھی سیاہ دور میں ہوتا۔

مامون الرشید نے بیت الحکمت کے نام سے ایک اکیڈمی کی بنیاد رکھی جو جلد ہی سائنس میں ریسرچ کا ایڈوانس مرکز بن گئی۔اس اکیڈمی میں سائنسدانوں کو ہر قسم کی سہولیات میسر تھیں،سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ہر مذہب، ہر قوم کے سائنسدانوں کو یہاں ریسرچ کرنے کی اجازت تھی۔اس کا پہلا ڈائریکٹر ابن مساویح تھا اور تیسرا ڈائریکٹر حنین ابن اسحاق تھا جس نے جالینوس کی تمام طبی،اور فلاسفی کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا۔حنین ابن اسحاق طبی کتابوں کا سب سے عظیم مترجم تھا۔اس کے شاگردوں نے افلاطون، بقراط، اقلیدس، فیثاغورث، بطلیموس کی کتابوں کے نا صرف عربی میں ترجمے کیے بلکہ خود بھی ریاضی، اسٹرانومی اور کیلکولس میں

اضافے کیے۔حبیش ابن الحسن نے ۳۵ کتابوں کے سریانی سے عربی میں ترجمے کیے،الکندی نے ۲۶۶ کتب تصنیف کیں،ثابت ابن قرۃ نے ۱۵۰ کتابیں منطق، ریاضی، علم ہیئت اور طب میں تصنیف کیں،اور سریانی میں مزید ۱۵ کتابیں لکھیں۔اسی طرح قسطا ابن لوقا، ابوبشر مطا ابن یونس،ابوعلی ابن زیرہ، ابو لوفا، موسیٰ برادران، سنان ابن ثابت، ابراہیم ابن سنان قابل قدر و تحسین مترجم اور مصنف ہیں۔کہا جاتا ہے کہ مترجمین کو کتابیں تول کر سونا دیا جاتا تھا۔فارسی کے مشہور شاعر سعدی بھی اس شہر میں لمبا عرصہ رہے۔علم کیمیا کے ماہر جابر بن حیان، الجبرا کے بانی الخوارزمی، تاریخ دان طبری، مشہو عالم امام غزالی بھی اسی شہر کے باسی تھے۔

ہر عروج کو زوال ہے۔بغداد کے زوال کا باعث مسلمانوں میں تنگ نظری، ناچاقی و نااتفاقی اور مذہبی تعصب کا پیدا ہو جانا بنا۔خلیفہ مستعصم باللہ کی بغل میں بیٹھے شیعہ وزیر ابن علقمی نے ہلاکو خان کو بغداد پر حملے کی ترغیب دی۔مراکش اور ایران نے منہ پھیر کر بغداد کو تباہ ہونے دیا۔

مسلمانوں پر جب زوال کا دور آیا تو یورپ میں نشاط ثانیہ ۱۴۰۰ء تا ۱۵۰۰ء کا دور شروع ہو گیا۔پرانے علوم کو سمجھنے اور نئے علوم اور ٹیکنالوجی بنانے کا دور اٹلی کے شہر فلورنس، میلان، روم اور وینس سے شروع ہوا اور جلد ہی اس نے پیرس، آکسفورڈ، ہمبرگ اور دوسرے بہت سے شہروں کو نئے علوم سے منور کرنا شروع کر دیا۔کتابوں کے تراجم کا کام شروع ہوا۔جب یورپ میں علم کی روشنی پھیلنا شروع ہوئی اور انہوں نے مسلمانوں کے اطوار، اخلاق، عادات کو اپنانا شروع کر دیا تو خود مسلمان جہالت کے دور میں ڈوبنا شروع ہو گئے۔لیکن اس حقیقت سے کبھی انکار ممکن نہیں ہوگا کہ آج کی تمام سائنسی ترقی اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والی ایجادات عظیم شہر بغداد کی مرہون منت ہیں۔

عروس البلاد، الف لیلیٰ کی کہانیوں کا شہر، تین اسلامی مکتب فکر کے بانیوں کا شہر اور علم و حکمت کا مخزن بغداد وہ عظیم شہر جس نے اپنی علمی آب و تاب سے ایک زمانہ میں دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کیا تھا آج اجڑ چکا ہے، بارود کی گھن گرج نے اسے لہولہان کر دیا ہے، بغداد کے مکین حسرت و یاس کی تصویر بن چکے ہیں، وہ شہر جس نے دنیا کو روشنی دی وہ اندھیروں کی نظر ہو چکا ہے۔عراق جو ترقی کی منازل تیزی سے طے کر رہا تھا اسے یورپ، امریکہ اور ان کے اتحادیوں نے کہا جاتا ہے کہ تیل کے لالچ میں برباد کر دیا ہے۔اس سے قبل بھی

چنگیز خان اور ہلاکو خان نے بارہویں صدی میں بغداد کی نا صرف اینٹ سے اینٹ بجادی تھی بلکہ انسانی سروں کے مینار بنا کر اپنی سفا کی اور بربریت کا اظہار کیا تھا۔ان حملہ آوروں نے بغداد کی بہتر اقتصادی حالت اور علمی اعلیٰ مقام سے حسد کرتے ہوئے بغداد کو تباہ کر دیا۔یہی وجہ ہے کہ کتاب خانوں کو کتابوں سمیت جلا دیا گیا اور جو علمی ذخیرہ جلایا نہ سکا اسے دریا برد کر دیا گیا۔جو کسر رہ گئی تھی اسے تیمور لنگ نے ۱۴۰۱ء میں بغداد پر حملہ کر کے پورا کر دیا۔منگولوں کے مطابق کسی بادشاہ کا خون گرنا بد شگونی سمجھا جاتا تھا اس لیے خلیفہ مستعصم باللہ کو قالین میں باندھ کر اس کے اوپر گھوڑے دوڑا کر قتل کیا گیا جبکہ اس کی چہیتی بیوی نسیم سحر اور دیگر حرم کی خواتین کو بغداد کی گلیوں میں کتے گھسیٹ رہے تھے۔مستعصم باللہ کے بیٹے بھی قتل کر دیے۔اور سقوط بغداد کے ساتھ ہی عباسی خلافت کا سورج بھی ہمیشہ ہمیش کے لیے ڈوب گیا۔☆☆☆

”شہید“

وزیر اعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ نے کہا ہے کہ ”کچی شراب پی کر ہلاک ہونے والے لوگ معصوم لوگ تھے،عید پر تھوڑا سا شوق پورا کر لیا،وہ بھی انسان تھے،ان کی جان کی کوئی قیمت نہیں ہے،ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بھی ”شہید“ ہیں۔ ہلاکتوں کے ذمہ داران کے خلاف کاروائی کی جائے گی۔“

معزز قارئین! جس طرح دوسری پاکیزہ تعلیمات کا مذاق دن رات اسلامی جمہوریہ پاکستان کے گلی کوچوں، عدالتوں، پارلیمنٹ اور دیگر اداروں میں اڑایا جاتا ہے،اسی طرح ”شہید“ کا لفظ بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ”شہید“ جیسا عظیم اعزاز بھی پھبتیوں اور مذاق کا نشانہ بنا دیا گیا ہے۔بھٹو کے جیالے کہتے ہیں کہ بھٹو ”شہید“ ہے،مخالف کہتے ہیں وہ پھانسی دیے گئے وہ ”شہید“ نہیں ہیں۔جواب میں بھٹو کے جیالے کہتے ہیں کہ ہمارے ”شہید“ کو تو اُن کے اپنے جسم اور چہرے کے ساتھ نہلا کر سپرد خاک کیا گیا تھا لیکن آپ کے ”شہید“ ضیاء الحق کا تو چہرہ تک نہیں مل سکا۔بگٹی کو بھی ”شہید“ کہا جاتا ہے،کچھ لوگ بگٹی کے ساتھ مرنے والے فوجی افسران کو ”شہید“ سمجھتے ہیں۔منور حسن ۷۰ ہزار پاکستانیوں کے قاتلوں کو ”شہید“ قرار دیتے ہیں اور کبھی مولانا فضل الرحمان امریکہ کے خلاف لڑنے والے کتوں کو ”شہید“ قرار دیتے ہیں اور اب شاہ صاحب کہتے ہیں کہ کچی شراب پی کر مرنے والے بھی معصوم اور ”شہید“ ہیں۔جتنے شہید پاکستان میں ہیں دنیا میں اور کہیں نہیں، پھر بھی یہ نامرادی کیوں؟

مسجد ضرار

ایم کیوایم کے کرتا دھرتا جناب الطاف حسین کے اس بیان کے بعد کہ ''اسلام آباد میں بنی لال مسجد کو گرا دینا چاہیے کیونکہ یہ مسجد، مسجد ضرار بن چکی ہے۔'' پاکستانی سیاسی لیڈروں اور مذہبی لیڈروں میں ہیجانی کیفیت پیدا ہوچکی ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ الطاف حسین صاحب کے بیان کے بعد مولوی حضرات کی جانب سے کیا کیا کہا گیا ہے:۔

الطاف حسین صاحب نے لال مسجد کو مسجد ضرار کہا۔مسجد ضرار میں تو اسلام کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں ۔لال مسجد میں اسلام کے خلاف کوئی سازش نہیں ہوئی ۔الطاف حسین بہتر ہے توبہ کرلیں ۔مولانا سمیع الحق ۔اسلام آباد کی لال مسجد کسی ایک شخص کی نہیں ۔وہ سی ڈی اے کی مسجد ہے۔الطاف حسین کو اپنا بیان واپس لینا ہوگا۔حافظ حسین احمد۔کسی بھی مسجد کو ہرگز گرایا نہیں جا سکتا۔شاہ محمد اویس نورانی۔مسجد کو گرانے کا حکم تو یہودیوں کا ہے۔مسجد ضرار منافقین کا اڈہ تھا۔الطاف حسین اپنے بیان پر توبہ استغفار کریں۔شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک۔مسجد کو گرانے کی خواہش بے دین اور ملحد لوگوں کا شیوہ ہے۔الطاف حسین کے دین اور شریعت سے تو پوری دنیا واقف ہے کہ وہ کتنے مسلمان اور کتنے انسان دوست ہیں۔سابق رکن اسمبلی پرنسپل مولانا شاہ عبدالعزیز۔لال مسجد، اللہ کے گھر کو گرانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔الطاف حسین ابراہہ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔مولانا حفیظ الرحمان فیض۔لال مسجد کو مسمار کرنے اور جلانے کی بات کر کے الطاف حسین عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔مساجد اور مدارس کے خلاف اس کا موقف یہود ونصاریٰ کا ایجنڈا ہے۔جس مقام پر ایک مرتبہ مسجد تعمیر ہو جائے وہ مقام مسجد کے لیے ہی مخصوص ہو جاتا ہے۔۔مسجد گرانے کا بیان کوئی گمراہ ہی دے سکتا ہے۔مولانا شفیق الرحمان۔جید علماء اور مفتیان کرام کا مزید کہنا ہے کہ کعبہ کی بیٹی لال مسجد کو شہید کرنے کے مطالبے اور اسے مسجد ضرار کہنے پر الطاف حسین کو اللہ تعالیٰ سے توبہ اور مسلمانوں سے معافی مانگنی چاہیے۔الطاف کا دماغ شیطانی دماغ ہے کیونکہ شیطان صفت دماغ ہی مساجد اور مدارس کے بارے میں ایسی لغو گفتگو کر سکتا ہے۔مسجد ضرار ایک ہی تھی، جسے مسمار کرنے کا حکم اللہ نے دیا تھا۔پوری اسلامی تحریک میں مسجد ضرار جیسا

کوئی واقع پیش نہیں آیا۔کفیل بخاری ۔کسی بھی مسجد کو جلانے کی بات کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔وفاق المدارس العربیہ کے مولانا حنیف جالندھری۔کسی مسجد کا ضرار ہونا یا نہ ہونا،وحی کے ذریعے ہی معلوم ہوسکتا تھا اور وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔اس لیے کسی انسان کے پاس اب اختیار نہیں ہے۔لال مسجد تمام مکاتب فکر کے اتحاد اور اتفاق کا مظہر رہی ہے۔مفتی طاہر مکی و دوست محمد۔ان بیانات کے ساتھ ہی یہ خبر بھی چھپی ہے کہ لال مسجد سے ملحق مولانا عبدالعزیز کے مدرسے غازی عبدالرشید میں سرچ آپریشن کے دوران چار افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔ ان کے خلاف دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا۔مدرسہ سے جہادی لٹریچر بھی برآمد ہوا ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسجد ضرار اور اسلامی مساجد کے بارے میں کیا ارشاد فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے:۔

''اور وہ لوگ جنہوں نے تکلیف پہنچانے اور کفر پھیلانے اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور ایسے شخص کو کمین گاہ مہیا کرنے کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی لڑائی کر رہا ہے ایک مسجد بنائی ضرور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے تھے جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔تُو اس میں کبھی کھڑا نہ ہو۔یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہو زیادہ حقدار ہے کہ تُو اس میں (نماز کے لیے) قیام کرے۔اس میں ایسے مرد ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ وہ پاک ہو جائیں اور اللہ پاک بننے والوں سے محبت کرتا ہے۔پس جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور (اس کی) رضا پر رکھی ہو کیا وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھوکھلے ڈھے جانے والے کنارے پر رکھی ہو۔پس وہ اسے جہنم کی آگ میں ساتھ لے گرے۔اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں شکوک پیدا کرتی رہے گی۔سوائے اس کے کہ ان کے دل (اللہ کی خشیت سے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ (سورۃ توبہ آیات ۱۰۷ تا ۱۱۰)

قرآن کریم کی ان مقدس آیات کو ذہن میں رکھتے ہوئے لال مسجد کے متعلق چند دانشوروں کے درج ذیل بیانات پر غور فرمائیں:۔

جناب مظہر برلاس صاحب فرماتے ہیں کہ ''مسجد ضرار جسے خود نبی پاک ﷺ نے مسمار کرنے کا حکم

دیا تھا۔ یہ حکم صرف اس لیے دیا گیا تھا کہ اس مسجد میں بیٹھ کر لوگ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ بدقسمتی سے آج پاکستان میں کوئی ایک مسجد ضرار نہیں بلکہ کئی مساجد ہیں، بہت سی مساجد قبضے کی جگہوں پر ہیں۔ اسلام کے نام نہاد خدمت گزاروں کی خدمت میں ایک حقیر سے مسلمان کی گزارش ہے کہ نبی پاک ﷺ نے قبضے کی جگہ پر سجدے کو ناجائز قرار دیا تھا۔ کیا یہ لوگ، لوگوں کے ساتھ ظلم نہیں کر رہے کہ لوگوں کے سجدے قبضے کی جگہوں پر کروار ہے ہیں۔ (چہرہ ۲۳ دسمبر ۲۰۱۴ء جنگ لندن)

محترم وجاہت محمود صاحب فرماتے ہیں کہ ملک کی بعض مسجدوں کی طرح لال مسجد اور اس سے ملحقہ مدرسوں نے دارالحکومت کی سرکاری زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ یہ سرکاری زمین واگذار کرائی جائے۔ (روزنامہ جنگ ۲۳ دسمبر ۲۰۱۴ء)

مسعود اشعر کہتے ہیں کہ: ”اسلام آباد کی لال مسجد اور جامعہ حفصہ ایک دن میں پیدا نہیں ہوئے۔ ضیاء الحق کے زمانے سے یہ انتہا پسندوں کا مرکز بننا شروع ہو گئے تھے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے بچوں کی لائبریری کے لیے CDA سے جو زمین حاصل کی تھی اس پر بھی جامع حفصہ کے کارندوں نے قبضہ کر لیا مگر حکومت خاموش رہی۔ احمد فراز شور مچاتا مر گیا مگر کسی نے اس کی نہیں سنی۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے کارندے اسلام آباد کے بازاروں اور محلوں میں دہشت پھیلاتے پھرے۔ یہ ریاست کے باغی ہیں۔“ (آئینہ ۲۳ دسمبر ۲۰۱۴ء)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسی مساجد جن کی تعمیر قبضے کی زمین پر کی گئی ہو وہ تقویٰ جیسی خوبصورت اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ بنیاد پر پہلے دن سے قائم ہو سکتی ہیں؟ کیا ایسی مساجد کسی کو پاک کر سکتی ہیں جن کی بنیاد تقویٰ کی بجائے قبضے کی زمین پر رکھی گئی ہو۔ یقیناً وہ تمام مساجد جن کی بنیادیں قبضے کی زمینوں میں ہیں کھوکھلی اور ڈھے جانے والے کنارے پر ہیں۔ علیم و خبیر ربِّ کائنات، اسلامی اور ایسی ہی مساجد کے متعلق فرماتا ہے کہ ”جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور (اس کی) رضا پر رکھی ہو کیا وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھوکھلے ڈھے جانے والے کنارے پر رکھی ہو۔ پس وہ اسے جہنم کی آگ میں ساتھ لے گرے۔“ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین میرے لیے پاکیزگی کا ذریعہ اور مسجد بنائی گئی ہے۔ (مسلم) حضرت انسؓ سے منسوب ایک

روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو جہاں نماز کا وقت آ جاتا آپؐ وہیں نماز پڑھ لیتے۔ آپؐ بھیڑ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے۔ پھر آپؐ نے مسجد (کی تعمیر) کا ارشاد فرمایا۔ پھر آپؐ نے بنی نجار کے سرداروں کو بلایا۔ وہ آئے تو آپؐ نے فرمایا: اے بنی نجار! اپنے اس احاطہ کی قیمت مجھ سے طے کرلو۔ انہوں نے عرض کیا نہیں نہیں اللہ کی قسم! ہم صرف اللہ سے اس کی قیمت کے طلب گار ہیں۔ (مسلم کتاب المساجد) ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر تقویٰ کی بنیاد پر مسجد کی تعمیر ممکن نہ ہو تو نماز کہیں بھی زمین پر جسے مسجد کہا گیا ہے پڑھی جا سکتی ہے۔ قبضے کی زمین پر مساجد بنانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

مسجدوں میں عبادت کی جاتی ہے اور مدرسوں میں عبادت کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ نماز برائیوں سے روکتی ہے اور مدرسہ ان برائیوں کو اجاگر کرتا ہے مثلاً بتایا جاتا ہے جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، چوری کرنا، دھوکہ دینا اور بہت سے دوسرے گناہ خُدا کو ناراض کرتے ہیں۔ اب اگر یہ دونوں مقدس مقامات (مسجد و مدرسہ) ہی چوری کی بجلی سے چل رہے ہوں تو طالب علم منافقت کے علم میں ہی ماہر ہوں گے۔ اور قوم کے گلے میں تباہی و بربادی کا طوق ہی ہوگا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ کتنی مساجد چوری کی بجلی سے روشن ہوتی ہیں۔ مندرجہ ذیل واقع مولویوں کے مذہبی اور قومی کردار کی سیاہی کو نمایاں کرتا ہے۔

کراچی الیکٹرک سپلائی کمپنی کے چیف آپریٹنگ آفیسر جان عباس زیدی نے کہا ہے کہ کراچی شہر کی بارہ سو مساجد اور مدارس نے ایک ہفتے میں بارہ کروڑ روپے سے زائد کے واجبات ادا نہیں کیے تو ان کی بجلی منقطع کر دی جائے گی۔ جان عباس زیدی نے بتایا کہ سولہ سو مساجد اور مدارس میں بارہ سو ایسے ہیں جنہوں نے گزشتہ دو سال سے بجلی کے بل ادا نہیں کیے۔ (جنگ لندن ۳۰ ستمبر ۲۰۰۹)

۱۹۸۳ء میں ضیاء الحق کے زیر سایہ شرعی کورٹ نے جب یہ فتویٰ جاری کیا کہ جو مساجد سرکاری اراضی پر حکومت کی اجازت کے بغیر بنائی گئی ہیں وہ شرعاً مساجد نہیں ہیں ان میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملتا اور حکومت نے شرعی فتویٰ کے تحت ایسی مساجد کو مسمار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مولویوں نے اس فتوے کے خلاف شدید احتجاج کیا اور ایسی مساجد کو شرعی مساجد ثابت کرنے کے لیے فتاویٰ کے ڈھیر لگا دیے۔ ایک مولوی ولی حسن ٹونکی نے اس ایشو پر مفتی اعظم پاکستان تک کا مقام حاصل کر لیا تھا۔ محمد حسین صدیقی سوانح ولی

حسن ٹونکی میں لکھتے ہیں کہ اس فتویٰ کی زد میں کراچی کی نصف مساجد نہیں تو ایک تہائی مساجد یقیناً آ جاتی ہیں۔ کیا کوئی بتائے گا کہ ایسی مساجد جن کی تعمیر غیر قانونی طور پر ہوئی ہو اور چوری کی بجلی سے روشن ہوتی ہوں کیا وہ شرعی مساجد کہلا سکتی ہیں؟ کیا ایسی مساجد سے مولویوں کی صدائیں جو چوری کی بجلی کی لہروں کے دوش پر لہراتی ہوئی لوگوں تک پہنچتی ہیں مسلمانوں کو نیکی کی راہ پر ڈال سکتی ہیں؟ کیا چوری کرنے والے چوروں کو مولوی، مفتی یا مولانا کہلانے کا حق حاصل ہے؟ کیا ایسی مساجد کو قائم رکھنے کا کوئی جواز ہے جن میں دہشت گرد رہتے ہوں اور فتنہ وفساد کرتے اور اس کی ترغیب دیتے ہوں، اسلحہ اور نام نہاد جہادی لٹریچر برآمد ہوتا ہو؟ حکومت کو چاہیے ایسے چوروں اور ناجائز قبضہ کرنے والوں کے ہاتھ کاٹ ڈالیں جو چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا بتاتے ہیں اور خود چوری کرتے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے مولوی حضرات ایک دوسرے کے مسلک کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مساجد میں اس لیے نماز نہیں پڑھتے کہ وہ مسجد بنانے والوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کی مساجد کو مساجد سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اس بات کو مبالغہ سمجھتا ہے تو اسے کسی بھی مسلک کے مولوی کو کسی دوسرے مسلک والے کی مسجد میں، اسی مسلک کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی مثال پیش کرنا ضروری ہے۔ بعض مولوی مساجد کو اللہ کا گھر ہی نہیں سمجھتے مثال کے طور پر لال مسجد کے متعلق حافظ حسین احمد نے کہا ہے کہ اسلام آباد کی لال مسجد کسی ایک شخص کی نہیں۔ وہ سی ڈی اے کی مسجد ہے۔

جہاں تک عوام کا تعلق ہے وہ خُدا سے زیادہ مولوی اور پارلیمنٹ سے ڈرتے ہیں۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ عوام کے دل اللہ کی خشیعت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور وہ مولوی اور پارلیمنٹ سے جو دلوں میں شکوک پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں کے چنگل سے نکلنے کی اللہ کی مدد سے کوشش کریں؟ اللہ ہماری قوم کو ہدایت دے اور سیدھا رستہ دکھائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

بچ کے ذرا ! زاہد سے ، شیخ سے جن کے
ترکش میں بس زہریلے تیر ہوتے ہیں
ہو نام علم و فن جہاں جہالت کا
وہ دیس تو جنگل نظیر ہوتے ہیں

ملٹری کورٹس کی حقیقت

آخر کار تقریباً ۷۰ ہزار پاکستانیوں کی لاشیں دفنانے کے بعد جرنیلوں کی سوئی ہوئی غیرت نے تھوڑی سی پھریری لی ہے۔ آرمی پبلک اسکول کے معصوم ایک سو پینتیس بچوں کی شہادت کے بعد چیف آرمی جنرل راحیل شریف نے حکومت وقت کو مجبور کیا ہے کہ وہ دو سال کے لیے ملٹری کورٹس کی اجازت پارلیمنٹ سے منظور کروائیں۔ اجازت ملے ڈیڑھ مہینے سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے۔ مگر آرمی ابھی تک طریقہ کار طے کر رہی ہے۔ پارلیمنٹ میں بظاہر ملٹری کورٹس کی حمایت کرنے والے سیاستدان دبے دبے انداز میں اور بعض سیاست دان کھل کر ملٹری کورٹس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ توقع کے عین مطابق طالبان نواز سیاسی و مذہبی جماعتوں نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں شرکت ہی نہیں کی۔ جماعت اسلامی اور جمیعت علماء اسلام فضل الرحمان گروپ نے اور پی ٹی آئی نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا۔ عبدالعزیز برقع پوش بھی ملٹری کورٹس بننے پر تلملا رہا ہے اور بدحواسگی میں نہایت خوفناک بیان بازی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس کے وارنٹ گرفتار جاری کیے ہوئے ہیں مگر کسی کو اسے گرفتار کرنے کی جرآت تا حال نہیں ہوئی ہے۔ جی ہاں فوج کو بھی۔

ملٹری کورٹس بنانے کا مقصد حسبِ سابق اسکول پر حملے کے نتیجے میں قوم کے جذبات کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ ملٹری کورٹس انہیں دہشت گردوں کے خلاف کاروائی کی مجاز ہیں جنہیں نام نہاد سیاسی حکومت دہشت گرد سمجھے گی۔ کسی بھی سیاستدان کے خلاف کاروائی نہیں کرسکیں گی۔ گویا وہ سیاسی جماعتیں جو دہشت گردوں کی مالی، اخلاقی، نفسیاتی مدد فراہم کرتی ہیں، منصوبہ سازی میں دہشت گردوں کی راہنمائی کرتی ہیں اور میڈیا کے ذریعے دہشت گردوں کو بھائی اور شہید کہتی ہیں وہ سب ملٹری کورٹس کا منہ نہیں دیکھیں گی۔ اور جہاں تک فتنہ و فساد کی نرسریوں یعنی مدرسوں کا تعلق ہے اُن کا کچھ بھی بگڑتا دکھائی نہیں دیتا۔ مولانا فضل الرحمان نے کہا ہے کہ مدارس پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ مولانا کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک مدارس سے نکلنے والے بنیاد پرستی اور فرقہ پرستی کے چنگارے مذہب اسلام کو جلا کر خاکستر کر دیں اور پاکستانی ماؤں کے لعل جلے کٹے

چیتھڑوں میں تبدیل ہوتے رہیں۔مولانا اوران کے دوسرے ہم خیال مولوی حضرات اپنی ضد سے باز نہیں آئیں گے۔مولانا فضل الرحمان اوران جیسے طالبان نواز دوسرے مولویوں کے شورشرابہ سے ڈرکرنوازشریف اپنے خطاب میں فرما چکے ہیں کہ:۔

''مدارس کے حوالے سے کسی بھی فیصلے سے قبل وفاق المدارس سے مشاورت کی جائے گی۔پریشانی کی بات نہیں ہے،ہم مدارس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کریں گے۔مدارس کی رجسٹریشن اورمدارس کی ضابطہ بندی ضروری ہے۔''

معزز قارئین! بھلاکوئی اپنے پیاروں کوتکلیف دیتا ہے،نوازشریف کیونکر مدارس کے خلاف کاروائی کرسکتے ہیں۔پریشان وہ ہوتا ہے جس کا صاحب اقتدار دوست نہ ہو۔مرتا وہی ہے جس کے پاس زہر کا تریاق نہ ہو۔خونی کاروائی کے لیے اقلیتیں،غریب،بےبس عوام کیا کافی نہیں ہیں؟

حکومت وقت کی مت ماری گئی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پوری قوم کی مت ماری گئی ہے۔خواجہ محمد آصف وزیردفاع کا یہ بیان ثابت کرتا ہے کہ عوام شعور کی الف ب سے بھی محروم ہو چکی ہے۔

وزیردفاع خواجہ آصف ملٹری کورٹس کے اختیارات کومحدود کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔

''ہم نے تجربے سے سیکھا ہے کہ شدت پسندوں کے ساتھ مذاکرات نہیں ہوسکتے،اس کا صرف فوجی حل ہی ہوسکتا ہے۔مولانا عبدالعزیز سمیت دہشت گردوں کے تمام حامیوں اورسہولت کاروں کے خلاف بھی کاروائی کی جائے گی۔''

پنجابی کی مشہور کہاوت ہے کہ''من حرامی حجتاں ڈھیر''موصوف کے سر پر جب مذاکرات کا بھوت سوار تھا توان کوفوج میں سوائے گھن چکروں،بزدلوں اورعیاشوں کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔قومی اسمبلی میں ہاتھ ہلا ہلاکرفوج کی کمزوریوں اورنالائقیوں کوگنوارہے تھے۔مشرف کوغدار کہہ رہے تھے۔جب فوج نے انہیں فقط گھورکردیکھا توان کا پیشاب خطا ہوگیا۔بات کرتے ہیں عبدالعزیز جیسے بےہودہ برقع پوش کے خلاف کاروائی کی،یادرکھیں اس پالتو مولوی کوعدالتیں ہرقسم کے سچے الزامات سے بری کرچکی ہیں۔حامیوں اورسہولت کاروں کے ساتھ بیٹھ کرکھانا کھانے والے کیا کاروائی کرسکتے ہیں؟

ان بیانات اور بجلی گیس، پانی اور اب تیل نہ ملنے کے باجود عوام جمہوریت اور نواز شریف زندہ باد کے عوام نعرے لگاتی ہے۔ عمران اور طاہر قادری کے دھرنوں سے بھاگ جانے کے باوجود انہیں لیڈر مانتی ہے۔ دہشت گردوں کے حامی یا سہولت کار کون ہیں سبھی جانتے ہیں مگر نہ سیاست دان، نہ عوام اور نہ فوج ان کا نام لیتے ہیں۔ عبدالعزیز برقعہ پوش وارنٹ گرفتاری کے باوجود میڈیا پر آ کر اول فول تو بک رہا ہے معصوم بچوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں کی مذمت کرنا اس کے لیے سوہان روح ہے۔ وزیر دفاع صاحب ۷۰ ہزار پاکستانیوں جن میں فوج سمیت ہر طبقہ فکر کے افراد شامل ہیں ان کو غیر شہید اور طالبان کو شہید کہنے والوں کے متعلق کیا کہیں گے؟ کتوں کو شہید کہنے والوں کو کیا کہیں گے؟ مولانا سمیع الحق جو طالبان کو اپنے بچے قرار دیتا ہے اور کھانا نواز شریف کے ساتھ کھاتا ہے اسے کیا کہیں گے؟ اسی طرح عرفان صدیقی جو طالبان لیڈر مولوی فضل اللہ کی انسانیت اور محبت پر عاشق ہیں اور تنخواہ لیتے ہیں نواز شریف حکومت سے ان کے متعلق کیا کہیں گے؟ وزارت داخلہ کی رپورٹ کے مطابق ملک بھر میں ۲۲ ہزار سے زائد رجسٹرڈ اور چالیس ہزار سے زائد غیر رجسٹرڈ مدارس موجود ہیں۔ ان مدارس میں بیس لاکھ سے زائد بچے زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان میں کل دو لاکھ ساٹھ ہزار نو سو تین ایسے تعلیمی ادارے ہیں جن میں اکتالیس لاکھ بچوں کو تعلیم کی بجائے نظریات و بنیاد پرستی کے اصول سکھائے جاتے ہیں۔ نفرت پر مبنی نصاب پڑھایا جاتا ہے جو مدارس سے زیادہ مختلف نہیں۔ وزیر داخلہ کے مطابق ۹۰ فیصد مدارس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا ملٹری کورٹس مجاز ہیں کہ وہ مدرسوں کو کنٹرول کر سکیں اور ان نرسریوں کے کرتا دھرتا افراد کو جو ننھے بچوں کو مذہب کے نام پر فتنہ گری سکھاتے ہیں کو تختہ دار پر لے جائیں کہا جاتا ہے کہ ان مدرسوں میں بچوں کے دو وقت کے کھانے پر تیس کروڑ روپے خرچ آتے ہیں۔ یعنی تقریباً ۱۱۱ ارب روپے سالانہ۔ اگر تمام اخراجات کو شامل کیا جائے تو ۱۰۰ ارب سے زائد بنتے ہیں۔ کیا ملٹری کورٹس ان کی آمد کے ذرائع پر روشنی ڈال سکیں گی؟ کیا ملٹری کورٹس مذہبی، سیاسی، معاشی دہشت گردوں کو سزا دے سکیں گی؟

ہم یقین رکھتے ہیں کہ ملٹری کورٹس بالکل بے دست و پا ہیں، مکمل طور پر سیاسی و مذہبی دہشت گردوں کے فیصلوں کی محتاج ہیں۔ ان کا انجام بھی کراچی میں برسرپیکار رینجرز کے انجام سے مختلف دکھائی

نہیں دیتا۔جلد یا بدیرفوج کوملک کودہشت گردوں سے پاک کرنے کے لیے سیاسی دہشت گردوں کوزیر کرنا ہو گا،زمام اقتدار پر کنٹرول کرنا ہوگا۔ملٹری کورٹس کی دھوم چند ہفتوں میں ختم ہوجائے گی۔اورفوج کے لیے اپنی بچی کھچی عزت بچانا بھی مشکل ہوجائے گا۔فوج کی عزت کا جلوس جیو دفتر،حکومت اورریٹائرڈ فوجیوں کے علاوہ دہشت گرد جی ایچ کیو،کامرہ ائربیس اورکراچی میں بحریہ کے ائربیس،واہگہ بارڈر اوردوسرے فوجی مقامات پر حملہ کرکے نکال چکے ہیں۔وہ فوج جو اپنے گھر کی حفاظت نہ کرسکتی ہو،اپنے ریٹائرڈ فوجیوں کومطمئن نہ کرسکتی ہو،سیاستدانوں اورمولویوں سے ڈرتی ہو،سیاست دانوں کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے ملٹری کورٹس جیسے مذاق کواپنی کامیابی سمجھتی ہو،اپنے بہادر سپاہیوں اورافسروں کے خون کا بدلہ لینے کی بجائے مذاکرات کی بوسیدہ سیڑھی استعمال کرتی ہو،آرمی اسکول میں پڑھنے والے اپنے بچوں کی حفاظت نہ کرسکتی ہو، سچی بات یہ ہے کہ ایسی فوج غریب بھوکے ننگے عوام کی حفاظت کیا کرے گی؟

۱۹۶۵ءتک فوج حقیقی طور پر ہرقسم کی برائیوں سے پاک تھی ۱۹۷۱ءسے مسلسل مختلف قسم کی ناپاک حرکات کی وجہ سے یہ ادارہ بدنامی کے میڈل سینے پر سجارہا ہے۔سب سے زیادہ فوج کونقصان پہنچانے والا شخص جنرل ضیاء الحق تھا جس نے فوج کے افسران کوفرقے اور برادری کے نام پرترقیاں دینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔فوج کوسب معلوم ہے کہ مذہبی لیڈر اورسیاسی لیڈر کتنے پانی میں ہیں۔ان کے خلاف سخت ایکشن نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ فوج کے اندر بھی مذہبی انتہا پسندی،لسانی،علاقائی اورصوبائی تعصّبات کے گندے جراثیم موجود ہیں۔کاش راحیل شریف اپنی خاندانی شجاعت وبہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نام نہاد ملٹری کورٹس کواس قدر طاقتور بنادیں کہ اگرنواز شریف بھی دہشت گردوں کی حمایت کرتے ہوئے سنے یا دیکھے جائیں تو وہ بھی سخت سزا سے بچ نہ پائیں۔اللہ تعالیٰ فوج کوفوج کے اندر پرورش پانے والے ناپاک جراثیموں کا علاج کرنے کی توفیق دے اورکوقوت ایمانی سے لیس کرے اور بہادری اور بےخوفی کے ساتھ ہرقسم کے دہشت گردوں کونابود کرنے کی توفیق دے۔آمین۔حکومت وقت کا چال چلن اس بات کا قطعاً متقاضی نہیں ہے کہ وہ اصلاح احوال کے متعلق کچھ سوچ سکیں۔

سابق چیف جسٹس چوہدری افتخار نے کہا ہے کہ ’’منتخب نمائندے آئین کا بنیادی ڈھانچہ تبدیل نہیں

کر سکتے ،آزاد عدلیہ کے ہوتے ہوئے کسی فوجی عدالت کی ضرورت نہیں۔‘‘ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور اپنے بیٹے کے متعلق سوچیں کہ کیا ہم ۲ نے اپنی زندگی آئینی طور پر گزاری ہے یا نہیں۔ یہ بھی سوچیں کہ ان کے دور میں سزائے موت کے قیدیوں کو پھانسیاں کیوں نہ دی گئیں۔جسٹس سرمد جلال عثمانی نے کہا ہے کہ فوجی عدالتیں بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، کیا فوجی عدالتوں میں بیٹھے جج موجودہ اعلیٰ عدلیہ سے زیادہ ذہین، فرض شناس اور قابل ہیں کہ وہ سارے مسائل کا خاتمہ کر دیں گے؟ جسٹس جواد ایس خواجہ نے ایک مقدمہ کے دوران اپنے ریمارکس میں کہا ہے کہ عوام کو انصاف فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔عدالتیں اپنا کام کریں یا حکومت کا بھی کام کریں ۔اگر حکومت کو کام نہیں کرنا تو عدالت کو ہی حکومت کرنے کا اختیار بھی دے دے۔اعلیٰ پولیس افسران کو عوام پر ظلم روا رکھنے کے لیے کلین چٹ دے دی گئی ہے۔عدالت بار بار کہہ چکی ہے کہ فوجداری قوانین میں خرابیاں اور سقم ہیں۔حکومت قانون سازی کیوں نہیں کرتی ؟ان جج صاحبان کے بیانات قابل غور نہیں ہیں کیوں کہ ان کی حالت ایسے ہی ہے جیسے سوکن کے آنے پر پہلی پھوہڑ بیوی واویلا کرتی ہے۔ ☆☆☆

’’اَت خدا دا ویر ہوندا اے‘‘

۳ دسمبر ۲۰۱۴ء کو لاہور میں نابینا افراد پر بہیمانہ تشدد اور دوسری خبر ہے کہ اسکول نہ کھولنے پر بچوں کا احتجاج، پولیس نے بچوں کے سر پھاڑ دیے۔

کہا جاتا ہے کہ’’کن گئے تے راگ گیا، اکھاں گئیاں تے جہان گیا‘‘وہ افراد جن کا جہان ان سے روٹھ گیا ہوان پر بے پناہ تشدد کرنا ربِّ کائنات کے غضب کو آواز دینے کے مترادف ہے۔یہ آنکھوں کی روشنی سے محروم پاکستانی ملازمتوں کے کوٹے میں اضافہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔یہ بھوکے، ننگے نابینا افراد اپنی محرومیوں کا شکوہ بھی نہیں کر سکتے ،دو وقت کی روٹی مانگنے پر ان کی دھلائی کرنا نہایت شرمناک حرکت ہے۔ابھی سانحہ پشاور میں شہید ہونے والے بچوں اور اساتذہ کی المناک شہادت کا دکھ پاکستانیوں کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا کہ تعلیم حاصل کرنے کی تمنا رکھنے والے بچوں کی لاہور میں ہڈیاں توڑ دیں گئیں اور سر پھاڑ دیے گئے۔پنجاب حکومت کی غنڈہ گردی بڑھتی جا رہی ہے،انہیں ہم فقط یہی کہہ سکتے ہیں: ’’اَت خدا دا ویر ہوندا اے‘‘۔

سیاسی و مذہبی بیمار گدھے

مرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو گھری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

جس طرح کا تماشہ سینیٹ کے انتخابات (۲۰۱۴ء) کے سلسلے میں دیکھنے کو ملا ہے اس تماشہ کو دیکھ کر شیطان بھی مسکرا دیا ہوگا۔ پاکستان کے وزیراعظم جناب نواز شریف نے اس شیطانی کھیل کے متعلق فرمایا ہے کہ ’’ہارس ٹریڈنگ جیسے مکروہ کام کو ختم ہونا چاہیے۔‘‘

نواز شریف صاحب گھوڑوں کی تجارت ہو یا گدھوں کی یا بکروں کی تجارت ہو قطعاً حرام یا مکروہ نہیں ہے۔ ہاں گدھا نما انسانوں کی بولیاں لگانا البتہ حرام ہے۔ نواز شریف نے اس کاربد کو مکروہ اس لیے کہا ہے کہ اس حرام کام یعنی بریف کیس کی سیاست کا باقاعدہ آغاز موصوف نے خود کیا تھا۔ چھانگا مانگا کا جب جب نام لیا جائے گا نواز شریف کی بریف کیس کی سیاست پر چار حرف ہمیشہ بھیجے جاتے رہیں گے۔ ضمیر فروشی ہمارے اکثر سیاسی لیڈروں کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے۔ بکنے والے اور خریدنے والے سیاست دان ایسے سیاسی گدھے ہیں جن کا اخلاقی دیوالیہ پن دیکھ کر عوام ہنس سکتی ہے یا رو سکتی ہے۔ جرنیلی ٹولی اور عدالتیں باتیں بہت کرتی ہیں انہیں بھی یہ توفیق نہیں ہے کہ ان سیاسی گدھوں کی پیٹھ پر روئی کی گانٹھیں رکھ کر ان پر پانی ڈال سکیں۔ آئین اور سیاست ایک ایسی طوائف بن چکے ہیں جنہیں سیاست دان دن رات بھنبھوڑتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ عوام جسے معصوم اور غریب کہا جاتا ہے وہ بڑی دلچسپی سے اس تماشہ کو دیکھتی ہے اور نواز شریف زندہ باد، آصف زرداری زندہ باد، عمران خان زندہ باد، مولانا فضل الرحمان زندہ باد کے نعرے بھی لگاتی ہے۔ بریف کیس اور دوسرے طاقتوروں کے کندھے استعمال کر کے بڑے بڑے سیاسی اور قومی عہدے حاصل کرنے والے سیاسی گدھے کسی کشمیری پنڈت کی تصویر دکھائی دیتے ہیں۔ قدرت اللہ شہاب نے کہا تھا کہ ’’کشمیری پنڈت کی شان یہ ہے کہ اسے کسی دفتر کی ادنیٰ سے ادنیٰ آسامی پر تعینات کر دیا جائے تو وہ دیمک کی طرح سارے عملے کو اندر ہی اندر چاٹ کر او پر والی کرسی پر سر نکالتا ہے۔‘‘ بہت سچی بات ہے۔ پاکستان کی سیاسی دیمکیں بھی ہر قسم کی اخلاقیات کے نرم و نازک شگوفوں کو نگل کر انسانیت کا گلا گھونٹ کر عوام الناس کا ماس کھانے میں مصروف ہیں۔ وہ سیاسی گدھے جو میونسپل کمیٹی کے خاکروب بننے کے قابل نہیں تھے وہ بھی اسمبلیوں میں بیٹھے مکھیاں مار رہے ہیں۔ حالیہ سینیٹ الیکشن کے متعلق سابق سیکرٹری الیکشن کمیشن کنور دلشاد نے کہا ہے کہ ’’یہ سینیٹ کے انتخابات

پاکستان کی تاریخ کا بدترین دن تھا اور ایسی دھاندلی ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔''

عام انتخابات ہوں یا سینیٹ کے انتخابات ہوں یا مسجد کی کمیٹی کے انتخابات ہوں یا کسی بھی طرح کے انتخابات ہوں دھونس ،دھاندلی کے علاوہ امیدواروں اور ووٹروں کی خرید وفروخت جیسا منحوس اور حرام کاروبار پاکستانیوں کی شناخت بن چکا ہے۔ان حرام کاریوں کی بدولت اللہ تعالیٰ کا غضب پوری قوم پر نازل ہورہا ہے۔عالمی برادری اور شریف النفس پاکستانی بھی ملک عزیز میں ہونے والی سیاسی اور مذہبی دہشت گردی سے تنگ آچکے ہیں۔ فوج اور عدالتیں اپنا وقار کھوچکی ہیں۔کسی بھی ملک کی عدالتیں ہی وہ ادارہ ہوتا ہے جس کی کارکردگی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ ملک صحیح سمت کی طرف گامزن ہے یا بربادی کی طرف بڑھ رہا ہے۔پاکستانی عدالتوں کی کارستانیاں آنے والے حالات کی سنگینی کا پتہ دے رہی ہیں۔گزشتہ آٹھ برس میں فوج کی کارکردگی بھی ثابت کرتی ہے کہ دال کالی ہورہی ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو ہدایت دے اور سیاسی اور مذہبی بیمار گدھوں سے قوم کونجات دے۔آمین

مدنی میزائل اور دھوکے کی ٹٹّی

گزشتہ دنوں اچانک فیس بک پر لفظ''مدنی میزائل'' دیکھ کر حیرت کا جھٹکا لگا اور بے اختیار دل میں خیال آیا کہ لیجیے وہ میزائل جنہیں انسانوں کی ہلاکت کے لیے بنایا جاتا ہے انہیں رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کے شہر کا نام دے کر اسے اسلام کا لبادہ اوڑھا دیا گیا ہے۔مگر دوسرے لمحے ہنسی روکنا مشکل ہوگیا ،ڈی چوک اسلام آباد میں ہم نے دیکھا ،ہزاروں مولوی وہاں جمع تھے اچانک ایک ہیلی کاپٹر مجمع کے سروں سے کافی دور نمودار ہوا ،مولوی اسے دیکھ کر جوش میں آگئے اور گالیاں دیتے ہوئے ،ہیلی کاپٹر کو جوتے مارنے لگے ،مگر یہ کیا ہیلی کاپٹر کو''مدنی میزائل'' لگنے کی بجائے مولویوں کے سر پر تڑ تڑ پڑ رہے ہیں۔معاملہ بالکل ایسا تھا جیسے کوئی چاند پر تھوکنے کی کوشش میں اپنا منہ گندا کر رہا ہو۔ممتاز کی پھانسی کے بعد چہلم کے سلسلے میں لیاقت باغ میں چہلم کی رسومات ادا کرنے کے بعد چند ہزار مظاہرین ڈی چوک پہنچے تھے۔پولیس اور رینجرز سے مار دھاڑ کی۔ان کی شرائط تھیں کہ۔ملک کو سیکولر اسٹیٹ نہ بنایا جائے۔آسیہ بی بی کو پھانسی دی جائے ،دہشت گردوں اور دیگر گرفتار افراد کو رہا کیا جائے۔توہین رسالت قانون ختم نہ کیا جائے وغیرہ۔ننگی گالیاں ان مولویوں نے اس طرح دی ہیں جیسے یہ حلوہ کھاتے ہیں۔ان کے بے ہودہ دھرنے ،ان کے مطالبے اور فضول گفتگو ،دھوکے کی ٹٹّی کے سوا کچھ نہیں۔

پاکستان میں خانہ جنگی کا خطرہ ہے؟

پاکستان کی سیاست بربادیوں کی اُس کھائی میں جاتی دکھائی دے رہی ہے جہاں سے واپسی لاکھوں پاکستانیوں کے خون میں تیر کرہی ہوسکتی ہے۔نامعقول سیاست اورفوج کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے تقریباً ایک لاکھ پاکستانی جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ضرب عضب جاری ہے اورنجانے کتنے عرصے تک جاری رہے گا۔یوں دکھائی دیتا ہے کہ ضرب عضب کی کامیابی کا جشن شاید ہی کبھی منانے کی نوبت آئے۔بالکل اسی طرح جس طرح کراچی کو دوبارہ روشنیوں کا شہر بنتا دیکھنے کی آس میں کروڑوں پاکستانی انتقال فرما چکے ہیں۔ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ فوج اورحکومت کی نااہلی ہر معاملہ میں پاکستان کوخطرے سے دوچار کررہی ہے۔کراچی میں رینجرز کی ایم کیوایم کے بیان کردہ عسکری ونگ کے خلاف کاروائی یقیناً مستحسن اقدام سمجھا جاتا اگر دوسری پارٹیوں کے عسکری ونگز پر بھی ہاتھ ڈالا جاتا۔عجیب بات یہ ہے کہ نواز شریف کے لشکر جھنگوی سے تعلقات جو زبان زدعام ہیں اُن پر فوج کی نظر نہیں جاتی۔چھوڑیئے نواز شریف وزیراعظم ہیں اس لیے وہ قابل معافی ہیں۔کیا برقع پوش مولوی عزیز کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو جانے کے بعد گرفتاری ضروری نہیں تھی۔وزیر دفاع خواجہ آصف پارلیمنٹ میں آستینیں چڑھا کر جرنیلوں کی بے غیرتی کی کہانیاں سناتے رہے اورنواز شریف اور جرنیل مسکراتے رہے۔مولانا منور حسن طالبان کوشہید اور فوجیوں کو غیر شہید بتاتے رہے اور مولانا فضل الرحمان کتوں کوشہید کہتے رہے اور مولانا سمیع الحق دن رات مدرسوں کی بات کرتے ہوئے فوج اورحکومت کو دھمکیاں دیتے ہیں۔سب سے بڑی بات یہ کہ فوج کے ایک جرنیل کو جو پاکستان کا صدر بھی رہا کو غدّار کہا گیا اور اس ناشائستہ کاروائی میں نواز شریف بھی حصے دار بنتے رہے۔یقینی بات ہے کہ ان کارگزاریوں کے نتیجے میں نفرتوں میں اضافہ اور قومی اداروں سے کراہت میں اضافہ ہوا ہے۔پوری قوم میں پھوٹ پڑ چکی ہے۔سیاسی انتشار، مذہبی انتشار، معاشی انتشار اور انصاف کاقتلِ عام، عوام کو دست وگریباں کرنے کے لیے کافی ہے۔بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ملٹری کورٹس کی بات نہ حکومت کرتی ہے ناں فوج اور نہ عوام۔ملٹری کورٹس بنانے کا فیصلہ ہوا تو کہا جانے لگا اب کوئی نہیں بچے گا۔جب ایم کیو ایم کو چھیڑا گیا تو کہا گیا اب کوئی عسکری ونگ نہیں رہے گا۔ہم بتاتے ہیں کہ یہ سب نوراکشتی ہے ناں ایم کیوایم

ختم ہوگی اور ناں کسی بھی سیاسی پارٹی کے عسکری ونگز ختم ہوں گے۔ایم کیوایم کو منانے کا سلسلہ اگلے چند دنوں میں شروع ہو جائے گا۔ مذہبی،قومی، سیاسی اور لسانی طور پر تقسیم قوم باہم دست وگریباں تو ہے ہی جلد وہ وقت آتا دکھائی دے رہا ہے کہ سب ایک دوسرے پر بے انتہا جمع شدہ اسلحہ استعمال کریں گے۔ایک رپورٹ کے مطابق صرف ایم کیوایم کے کارکنوں کے پاس ایک ملین لائنسس شدہ ہتھیار موجود ہیں اسی طرح دوسری سیاسی اور مذہبی جماعتیں کروڑوں لائسنس شدہ اور غیر لائسنس شدہ ہتھیار رکھتی ہیں۔یہ صورت حال صرف کراچی میں نہیں ہے بلکہ پورے پاکستان کے گلی محلوں میں بارود کے ڈھیر موجود ہیں۔ہر پاکستانی بلاتفریق رنگ ونسل و مذہب خود کو غیر محفوظ سمجھتا ہے اور ایک دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔عدم برداشت جیسی نحوست نے قوم کو برباد حال کر دیا ہے۔اقلیتوں کا بُرا حال ہے۔گزشتہ دنوں عیسائیوں نے بھی خود پر کیے جانے والے مظالم کا بدلہ دونو جوانوں کو زندہ جلا کر لیا۔بالکل اسی طرح جس طرح عیسائیوں کو کئی بار زندہ جلایا گیا ہے۔سُنّی شیعہ کو مرتد اور واجب القتل سمجھتا ہے اور اسی طرح سبھی فرقے ایک دوسرے کو کافر،بد مذہب، زندیق،مرتد اور واجب القتل سمجھتے ہیں۔جہاں موقع ملتا ہے اپنی نفرت کا اظہار مخالف گروہ کے بندوں کو مار کر کیا جاتا ہے۔ بچوں سے جنسی زیادتی،عورتوں کی اجتماعی توہین،ملاوٹ،بھتہ خوری ،دہشت گردی،زنا کاری،کرپشن اور تمام معلوم برائیاں پاکستانیوں کے رگ وریشے میں آگ بھر رہی ہیں۔صاف نظر آ رہا ہے کہ پاکستان میں بسنے والے شیطان صفت افراد کی کرتوتوں کی وجہ سے پاکستان، پلیدستان بنتا چلا جا رہا ہے۔اگر قوم خانہ جنگی سے بچنا چاہتی ہے اور پاکستان کو پاکیزگی کا لباس پہنانا چاہتی ہے تو اسے مذہبی اور سیاسی فرعونوں سے ناطہ توڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے تعلق قائم کرنا ہوگا۔تعصب کا بت توڑ کر سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی اللہ سے مانگنی ہوگی۔

یمن کے مسئلہ پر اگر حکومت اور فوج نے غلط فیصلہ کر کے ایران کو ناراض کر دیا تو یمن میں تو فیصلہ بعد میں ہوگا پاکستان کے مذہبی پرتشدد لوگ اپنے ملک کو اپنے ہاتھ سے برباد کر دیں گے۔ پاکستان میں سعودی حکومت اور شیعہ حوثیوں کے حق میں مظاہرے شروع ہو چکے ہیں آئندہ چند روز میں ان میں شدت آنے کا امکان ہے۔ پاکستان میں تقریباً ۲۵ فیصد شیعہ حضرات ہیں،جن کی زندگیاں ہر وقت خطرے سے دوچار

ہیں انتہائی قدم اُٹھا سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سعودی عرب سے دامن چھڑانا نواز شریف کے لیے مصیبت لے آئے، اور سعودی نواز مذہبی فرقے پُرتشدد ہو جائیں۔ پاکستان کی طرح سعودی عرب کی غلط پالیسیوں نے اسے یمن کی صورت میں ایک نیا افغانستان عطا کر دیا ہے۔ وہ جو اپنے افغانستان سے کئی دہائیوں سے نبرد آزما ہیں انہیں کسی نئے افغانستان کو دوستی کے نام پر اپنا دشمن بنانے سے پہلے ہزار بار سوچنا چاہیئے۔ یاد رہے مغربی اسلام مخالف طاقتوں نے بھانپ لیا ہے کہ مسلمانوں کی قوت کو ریزہ ریزہ کرنے کے لیے شیعہ، سُنّی لڑائی سے بہتر کوئی حربہ نہیں ہوسکتا۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ شیعہ اور سُنّی مسلمانوں کی لڑائی کا تماشہ دُنیا دیکھے گی اور ہنسے گی اور مسلمان غم سے نڈھال لاشیں اُٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو متحد ہونے اور دانشمندانہ فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

دیوبندیوں اور بریلویوں کا باہمی بغض ونفرت

نامور صحافی سلیم صافی دیوبندیوں اور بریلویوں کے باہمی بغض ونفرت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''اللہ گواہ ہے کہ خوف مجھے نہ سیکولر طبقے سے ہے، نہ امریکہ اور ہندوستان کا بلکہ مجھے خوف مذہبی طبقے سے آتا ہے۔ اللہ گواہ ہے کہ میں نے جتنا بغض جے یو آئی والوں کے دلوں میں جماعت اسلامی کے لیے دیکھا ہے، وہ پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ (ن) وغیرہ کے لیے کبھی نہیں دیکھا۔ اسی طرح جس طرح جماعت اسلامی والے جو نفرت جے یو آئی والوں سے کرتے ہیں، وہ کسی سیکولر پارٹی سے نہیں کرتے۔ خلوتوں میں جو کچھ دیوبندی، بریلویوں کے بارے میں کہتے ہیں اور جو بریلوی دیوبندیوں کے بارے میں کہتے ہیں، وہ ناقابل بیان ہے۔ رہے شیعہ اور سُنّی فرقہ پرست تو ان کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ لال مسجد کے سانحہ سے قبل میں نے دو بڑی مذہبی جماعتوں کے سربراہوں سے بات کر کے مسئلے کے حل میں کردار ادا کرنے کو کہا تو انہوں نے لال مسجد والوں کے بارے میں جو زبان استعمال کی، وہ میں تحریر میں نہیں لاسکتا۔ مجھے لگا کہ ان کی خواہش ہے کہ ان کے خلاف کاروائی ہو، لیکن جب کاروائی ہوئی تو انہوں نے ایسا ماتم شروع کیا کہ جواب تک جاری ہے۔'' (پاکستان سیکولر کیوں بنے گا؟ روزنامہ جنگ ۱۵ اپریل ۲۰۱۶ء)

جہالت ایک موت ھے

مسلمانوں پر آنے والی تمام آفتوں کی بنیادی وجہ جہالت ہے۔مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید کی صورت میں علم کا سمندر عطا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''بے انتہا رحم کرنے والا اور بن مانگے دینے والا۔اُس نے قرآن کی تعلیم دی۔(سورۃ الرحمٰن آیات ۲،۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے (یعنی وہ کتاب پر عمل نہیں کرتے) گویا وہ لوگ جانتے ہی نہیں بے علم ہیں۔(البقرہ آیت ۱۰۱) عصر حاضر میں قرآن جیسی انمول کتاب کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کی بھی یہی کیفیت ہو چکی ہے۔ناممکن ہے علم قرآنی سے فیض اُٹھانے والا روحانی اور دُنیاوی طور پر ذلّت کا شکار ہو۔جہالت کے نتیجے میں اقوام ایسے قبرستان کا منظر پیش کرتی ہیں جہاں صرف مُردے دفن ہوں۔جس طرح مُردے کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے لیے آسانی پیدا کر سکتے ہیں اسی طرح جہالت ایک ایسی موت ہے جو انسان کو دنیا اور آخرت میں گھاٹا پانے والوں کی صف میں کھڑا کر دیتی ہے۔جہالت کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ''اور وہ کہیں گے اگر ہم (غور سے) سُنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم آگ میں پڑنے والوں میں شمار نہ ہوتے۔''(سورۃ الملک آیت ۱۱) ابلیس کا اللہ تعالیٰ کے حکم پر آدم کو سجدہ نہ کرنا اُس کے علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اُس کی لاعلمی کی وجہ سے تھا اگر وہ علم رکھتا تو کبھی بھی وہ آدم کو سجدہ کرنے سے انکار نہ کرتا۔فرعون، نمرود اور ابوجہل اور ان کے وارثان اگر علم وعرفان رکھتے تو ضرور اپنے اپنے زمانہ کے انبیاء کے پیغام کو غور سے سنتے اور عقل سے کام لیتے اور کبھی راندہ درگاہ نہ ہوتے۔انبیاء کے مخالفوں کی ہلاکت کی وجہ علم نہیں ہوتا بلکہ جہالت کا اندھیرا ہوتا ہے۔کامل علم نہ ہونے کے سبب ہی نصرانیوں نے انسان کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا ہے، ہندوؤں نے بتوں کو پوجنا شروع کر دیا ہے، یہودیوں نے دیوارگریہ کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے اور مسلمانوں نے پیروں فقیروں کو ان داتا اور دستگیر قرار دے دیا ہے اور بے ایمانی، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، رشوت اور دھوکہ وغیرہ وغیرہ میں ماسٹرز کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بدبختوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ''وہ ان باتوں کو سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر پہنچائے اور انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے۔

''(البقرہ آیت ۱۰۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۷۰) یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سچا عرفان حاصل کیے بغیر اللہ تعالیٰ کا حقیقی ڈر دل میں قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''یقیناً اللہ کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔'' (سورۃ الفاطر آیت ۲۹)

اگر اس وقت اُمّت مسلمہ کی حالت زار پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اُس عظیم ترین نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس کی وجہ سے کائنات بنائی گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسے علم وعرفان کے لاتناہی سمندر عطا کیے گئے، اُس کی اُمّت کی بربادحالی کی وجہ علم سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس اُمّت کو دُعا سکھائی تھی کہ ''اے میرے ربّ! مجھے علم میں بڑھا دے۔'' (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵) آج وہی اُمّت علم کے نُور سے منور ہونے کی بجائے جہالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ علم سے دوری نے مسلمانوں پر ایسی ذلّت کی مار ماری ہے کہ وہ غیروں سے پٹتے ہیں اور اپنوں سے بھی مار کھا رہے ہیں۔ دینی علوم ہوں یا غیر دینی علوم ہوں، ان علوم کو حاصل کیے بغیر اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔ ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ذہن ودل کو روشن کرنے والا ایسا علم حاصل کریں جو بنی نوع انسان اور تمام مخلوقات کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اے خدا میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ پہنچائے۔'' اسی طرح عصر حاضر کے مولویوں کی طرح صرف منہ سے جھاگ اُڑانے اور پیٹ کا دھندہ کرنے کے لیے دینی علم کو استعمال نہ کیا جائے بلکہ دینی علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بجالانے کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان عالموں کے متعلق جو نیک عمل کرتے ہیں فرماتا ہے کہ ''میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مَرد ہو یا عورت۔'' (سورۃ آل عمران آیت ۱۹۶) خواتین کی تعلیم کے دشمنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ مقدس ارشاد کافی ہے کہ ''ہر مسلمان مرد وعورت پر تحصیل علم فرض ہے۔'' رسول خُدا ﷺ نے بلاتخصیص مرد وعورت کے تحصیل علم کے متعلق فرمایا ہے کہ ''علم حاصل کرو اگرچہ (دور دراز مقام) چین میں ہی کیوں نہ ہو۔'' آپؐ فرماتے ہیں کہ ''علم ایسی صفت ہے جس کے ذریعہ جاہل، عالم بن جاتا ہے۔'' پھر فرماتے ہیں کہ ''بے علم عبادت گذار اس گدھے کی مانند ہے جو آٹے کی چکی سے بندھا ہے۔''

آج کل عالم ہونے کا دعویٰ کرنے والے حشرات الارض کی طرح زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، مدرسے عالم بنانے والی ایسی فیکٹریاں ہیں جن میں مانگے تانگے کی روٹی کے ٹکڑوں پر پلنے والے بچے لاکھوں کی تعداد میں معاشرے کا امن وامان اور ایمان خاک میں ملانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ان بچوں کو ایسی تعلیم دی جاتی ہے جو نا صرف ان بچوں کے لیے بے فائدہ ہوتی ہے بلکہ معاشرے کے لیے بھی زہر قاتل ثابت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ ان باتوں کو سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر پہنچائے اور انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے۔''(البقرہ آیت ۱۰۲)اگر ان بچوں کی تعلیم کا معیار اسلامی ہوتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کروڑوں پاکبازوں کے ہوتے ہوئے اُمّت مسلمہ میں کراہنے کی طاقت بھی نہ ہو۔حضرت ابو بکر وراقؒ فرماتے ہیں کہ ''جس نے صرف علم کلام پر اکتفا کیا اور زہد نہ کیا وہ زندیق ہے اور جس نے علم فقہ پر قناعت کی اور تقویٰ اختیار نہ کیا وہ فاسق ہے۔'' مدرسوں سے برآمد ہونے والے پاکبازوں میں سے کسی ایک زاہد یا متقی کا نام تو بتائیں۔یقینی طور پر زندیق اور فاسق معاشرے کو لہولہان تو کر سکتے ہیں امن کا گہوارہ کبھی نہیں بنا سکتے۔حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ ''تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو ایک غافل علماء سے دوسرے مداہنت کرنے والے فقرا سے تیسرے جاہل صوفیاء سے۔'' ان تینوں اقسام سے اُمّت مسلمہ کا دامن بھرا ہوا ہے۔سچا، کھرا اور پاکیزہ وجود وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے براہ راست علم حاصل کرنے جیسے عظیم مقام پر پہنچ جائے۔ عصر حاضر میں کروڑوں نام نہاد پاکبازوں میں ایک بھی ایسا پاکباز مجھے تو نہیں ملا جسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔یہودی عالموں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''ان کی مثال ایسے ہے جیسے گدھے پر کتابیں لدی ہوں۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ایک زمانے میں مسلمان یہودیوں کے ایسے مشابہ ہو جائیں گے جیسے پاؤں کی دو جوتیاں۔'' اور ہم شاہد ہیں کہ ایسا ہو چکا ہے۔یہودی عالم کو ایسا گدھا قرار دیا گیا ہے جس کے اوپر کتابیں لدی ہوئی ہوں اور مسلمان نام نہاد علماء وہ گدھے معلوم ہوتے ہیں جو کتابوں کے بوجھ سے بھی فراغت حاصل کر چکے ہیں اور صرف چیخ چنگھاڑ کر لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہیں تاکہ پیٹ بھرنے کا سامان ہو سکے۔اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ''اور (نخوت سے) انسانوں کے لیے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔اللہ کسی تکبر کرنے والے (اور) فخر ومباہات کرنے والے کو پسند

نہیں کرتا۔اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما رکھ۔ یقیناً سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔''(سورۃ لقمان آیت ۱۹،۲۰)

شاید نام نہاد عالموں نے ان آیات کو دیکھا ہی نہیں ہے اسی لیے آج کے مولوی کی تقریر کا انداز نہایت متکبرانہ اور بے باکانہ ہے۔ اونچی آواز میں چیختے ہیں اور منہ سے جھاگ نہ صرف اُڑ رہا ہوتا ہے بلکہ ہونٹوں کے کناروں پر جم کر کراہت پیدا کرتا ہے۔ اکثر مولوی اتنے موٹے ہیں کہ وہ چلتے نہیں ،لڑھکتے ہیں۔

مولوی لوگ غلط کہتے ہیں کہ **العلم الحجاب الاکبر**۔امام الزماں فرماتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔صحیح یہ ہے کہ **الجھل الحجاب الاکبر**۔علم نُور ہے وہ حجاب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جہالت حجاب اکبر ہے۔خُدا ہمیں ہر وہ علم عطا کرے جس سے اللہ تعالیٰ کے قریب سے قریب تر ہونے کی توفیق ملے اور علم کی دولت کو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے فائدہ کے لیے استعمال کرنے کی توفیق دے۔آمین۔حضرت ابوعلی ثقفیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ''جہالت اور تاریکی کے مقابلہ میں علم دل کی زندگی اور آنکھوں کا نور ہے۔'' خُدا ہمیں ایسے علوم سیکھنے اور سمجھنے کی توفیق دے جو جہالت کے اندھیروں کو دور کر کے نظر و دل کو نُور سے بھر دیں۔آمین۔

☆☆☆

نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال

حضرت موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:۔

''نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن میں سے ایک کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا، کستوری والا آپ کو مفت میں کستوری مہیا کرے گا یا آپ اس سے کستوری خرید لیں گے ورنہ کم از کم اس کی مہک ہی سونگھ لیں گے۔اور بھٹی جھونکنے والا آپ کے کپڑے جلا ڈالے گا یا پھر کم از کم اس کا بدبودار دھواں تو ضرور تمہارے حصہ میں ہوگا۔'' (صحیح مسلم)

عالم اسلام اور سعودی کردار

اسلامی اور غیر اسلامی تاریخ ہمیں ایسے دلخراش مناظر دکھاتی ہے جنہیں دیکھ کر دل ماتم کرنے کے لیے مچلتا ہے اور جہاں مظلوموں کے لیے دل سے دعا اُٹھتی ہے وہیں دِل ظالموں کیلیے نفرت وحقارت ہی نہیں ہمدردی بھی محسوس کرتا ہے۔امریکہ میں بسنے والے قدیم باشندوں کے خون سے امریکہ کی سرزمین رنگین کی گئی اور ریڈ انڈین قوم کو نابود کر دیا گیا۔افریقہ کے ساحلوں سے اُٹھائے جانے والے معصوم افریقیوں کو غلام بنا کر انسانت سوز مظالم کیے گئے۔آسٹریلین قدیم آبادیوں کا صفیایا کر دیا گیا، کسی زمانے میں آسٹریلیا میں سولہ سو زبانیں بولی جاتی تھیں اب چند زبانوں کے علاوہ تمام زبانوں کا وجود زبان بولنے والوں کے ساتھ ہی مٹ چکا ہے۔پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں لوگ موت سے ہمکنار کر دیے گئے۔ویتنام میں لاکھوں افراد کو سانس لینے سے روک دیا گیا۔انسانی خون سے ہولی کھیلنے والی قومیں امن کی تلاش میں اربوں انسانوں کو قتل کرنے کے لیے تیسری عالمگیر جنگ کی بنیاد عراق میں رکھ چکی ہیں۔عراق میں لاکھوں افراد کو قتل کرنے کے بعد افغانستان اور لیبیا وغیرہ کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا ہے۔شام اور یمن کی تباہی جاری ہے۔

امریکہ، برطانیہ اور سعودی عرب یہ تینوں مما لک یہودی خواب کو شرمندہءِ تعبیر کرنے میں اہم ترین رول ادا کر رہے ہیں۔امریکہ و برطانیہ ٹیکنالوجی اور جدید اسلحہ سے لیس فوج استعمال کر رہے ہیں اور سعودی عرب تمام اخراجات کو برداشت کر رہا ہے۔یہ تین مما لک عراق، افغانستان، لیبا، مصر، شام وغیرہ کو نیست و نابود کرتے ہوئے یمن کی دلدل میں بظاہر پھنس گئے ہیں۔سعودی حکمرانوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے مشترکہ دشمن اسرائیل کے مقابلہ میں شیعہ کمیونٹی کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھا ہے۔اب یہی دشمن سعودی عرب کی سرحدوں تک آ پہنچے ہیں۔سعودی حکومت کے درودیوار لرز رہے ہیں۔سعودی حکومت نے نواز شریف سے اپنی وفاؤں کا صلہ طلب کرتے ہوئے پاکستان سے فوج بھیجنے کے لیے کہا ہے۔سعودی حکومت نے شیعہ حوثی باغیوں (حکومت کی غلط پالیسیوں پر احتجاج کرنے والوں کو باغی قرار دیا گیا ہے) کے خلاف فضائی طاقت کا استعمال شروع کر دیا ہے۔یاد رہے یمن کی آبادی ۲۵ ملین اور شیعہ حوثیوں کی تعداد دس ملین ہے۔شیعہ حوثی

باغیوں نے صنعا جو یمن کا دارالحکومت ہے پر قبضہ کرلیا ہے اور عدن کا محاصرہ کرلیا ہے۔ سعودی عرب کا خیال ہے کہ اگر یمن حوثیوں کے قبضے میں چلا گیا تو عراق، لبنان اور یمن جو سعودی عرب کے ہمسایہ ممالک ہیں ان میں ایران نواز حکومتیں قائم ہونے کا راستہ کھل جائے گا۔ اور اگر ایسا ہو جاتا ہے تو سعودی حکومت کی بقاء خطرے میں پڑسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس لڑائی میں قطر، بحرین، متحدہ عرب امارات اور کویت بھی شامل ہو چکے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ شام میں بشارالاسد جن کا تعلق شیعہ فرقہ سے ہے کی جائز حکومت کو گرانے کے لیے یہی عرب ممالک شامی باغیوں یعنی سنیوں کی مدد کررہے ہیں۔ سعودی عرب ان باغیوں کی مدد کرنے میں پیش پیش ہے۔ اور یمن میں شیعہ باغیوں کے خلاف سعودی عرب یمن کی جائز حکومت کے ساتھ ہے۔ اسی سعودی عرب نے عراق کے خلاف کرایے کے فوجیوں کی مدد سے فوجی کاروائی کروا کے لاکھوں عراقیوں کو مروا دیا تھا۔ عراق کا قصور یہ تھا کہ وہ ایک طاقتور ملک بنتا چلا جارہا تھا اور سعودی اس طاقت کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ اور اب ایرانیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سوہان روح بن چکی ہے۔ مغربی طاقتوں اور ایران کے درمیان ہونے والے تاریخی معاہدے پر اسرائیل اور سعودی عرب دونوں کو سب سے زیادہ تکلیف ہوئی ہے۔ اس تکلیف کا اظہار دونوں ممالک کے لیڈر برملا کررہے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک خبر تھی کہ سعودی عرب سب سے زیادہ اسلحہ خریدنے والا ملک بن گیا ہے۔ اسلحہ بیچنے والوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے سعودی حکومت یقینی طور پر مسلمان بھائیوں پر نشانے بازی کرے گی۔ سعودی عرب کو طاقتور مسلمان ملکوں سے ڈر لگتا ہے مگر اسرائیل اور اس کے اتحادیوں سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا۔ حالیہ تنازعہ کے حل کے لیے ہونے والی عرب لیگ کے اجلاس میں عرب متحدہ فورس بنانے کا فیصلہ کیا جارہا ہے۔ مدتِ دراز سے فلسطینیوں کا خون پانی کی طرح بہانے والے اسرائیل کے خلاف اسلام کے ٹھیکیداروں کو عرب فوج بنانے کی توفیق کبھی نہیں ملی، ان عربوں نے اپنے عراقی عرب بھائی کے اور اس کی قوم کے چیتھڑے اڑا کر لڑیاں ڈالی تھیں، اپنے عرب بھائی کو جو لیبیا کا حکمران تھا اسے گلیوں میں گھسیٹ کر مارا گیا اور اس کی قوم کو بدامنی اور خانہ جنگی کی تاریک غار میں دھکیل دیا گیا، اسی ٹولے نے اپنے شامی عرب بھائی کے خلاف باغیوں کی مدد کر کے لاکھوں افراد کی زندگیوں کا چراغ گل کردیا ہے۔ اب عرب فوج بنائے جانے کا مقصد ایرانیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سعودی

وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ روس شام کی مدد کرنا بند کر دے۔اور سعودی عرب کی اپنی حالت یہ ہے کہ شام، یمن اور عراق میں سُنّیوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ہم دیکھ رہے ہیں کہ روس، چین، ایران، لبنان وغیرہ شیعوں کی مدد سے خود کو الگ نہیں رکھ سکتے۔بالکل اسی طرح جس طرح بعض سُنّی ممالک ہر صورت میں سُنّیوں کا ساتھ دیں گے۔اب تصویر یہ بنتی ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں بڑے مزے سے مسلمانوں کو ریزہ ریزہ ہوتے ہوئے دیکھیں گی اور اسرائیل میں بیٹھ کر خوشی کے جام نوش کریں گے۔کاش تمام اسلامی ملک مل کر ایک اسلامی فوج بناتے اور تمام مسلم ممالک اپنے اختلافات خود دور کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرتے۔مغربی ممالک پر انحصار کرنے کی بجائے اتحاد کی قوت سے وسائل پیدا کر کے اپنی عوام کے درد والم کو دور کرتے۔مغربی عیسائی طاقتیں اپنے ایک چھوٹے سے رقبہ کے مالک دوست ملک اسرائیل کے تحفظ کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن کر اس کے سامنے کھڑے ہیں۔اور مسلمان خاص طور پر عرب مسلمان اپنے سب سے بڑے سمجھے جانے والے دشمن کے مقابلہ کے لیے کبھی بھی اکٹھے نہیں ہوئے۔شام کی پہاڑیوں اور اردن کے مقبوضہ علاقے اسرائیل سے خالی کرانے کے لیے کبھی مشترکہ کوشش نہیں کی گئی۔اب جبکہ سعودیوں کو خطرے کی بو آنا شروع ہوئی ہے تو اسے عرب بھائی اور دوسرے مسلم ممالک کی مدد کی ضرورت بھی محسوس ہونا شروع ہوگئی ہے۔

سعودی عرب نے مصر اور پاکستان سے فوجی امداد طلب کی ہے۔یہ وہ دو ممالک ہیں جو دو غیر مسلم ممالک سے جنگیں لڑ چکے ہیں اور دوست مغربی ممالک کی وعدہ خلافیوں اور عربوں کی بے حسی کی وجہ سے جنگیں ہارے بھی ہیں۔عربوں پر اخوان المسلمین کی مدد کرنے کا الزام بھی ہے۔مصر اسرائیل جنگ عربوں کی بے حسی کی وجہ سے مصری شکست کا باعث بنی تھی۔کشمیریوں کی حمایت کبھی نہیں کی ہندو دوستی کی وجہ سے۔سعودی مطالبے کے بعد پاکستانی قیادت کا نہایت مضحکہ خیز بیان سامنے آیا ہے۔کہتے ہیں کہ سعودیوں کی حفاظت کے لیے ہم ہر قسم کی خدمات کے لیے حاضر ہیں۔اگر ایسی ہی بات ہے تو ایک دو ایٹم بم سعودیوں کو بھیج دیں تاکہ یمنی، شامی شیعہ مسلمانوں کا جلد اور مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے۔لیکن یہ بھی یاد رکھیں ایران آپ کا ہمسایہ ملک ہے، اور ایران شامی شیعوں اور یمنی شیعوں کا خاتمہ کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کر سکتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”ہوسکتا ہے کہ بعض مسلمان طاقتیں بعض دوسری مسلمان طاقتوں کے ساتھ نبرد آزما ہو جائیں اور ایک

دوسرے پر حملہ کریں۔ایسی صورت میں عالم اسلام کا مشترکہ فرض ہے کہ ان کے درمیان صلح کرا دیں۔‘‘
پاکستان اور تمام عالم اسلام کسی ایک ملک کا فریق بننے کی بجائے دونوں گروپوں کو مذاکرات کی میز پر لانے کے بعد صلح جوئی اور بھائی چارے کی فضا پیدا کریں تا کہ تیسری عالمی جنگ کے بادلوں کو خلیج سے دور کیا جا سکے۔ایسا ہونا ممکن تو نہیں ہے کیونکہ ایک گھر میں رہنے والے مسلمان بھائی بھی اتحاد و اتفاق کی برکت سے محروم ہو چکے ہیں، یہی وجہ ہے دنیا عالمی جنگ کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے، لیکن کوشش کرنے میں حرج نہیں ہے۔

بعض مسلمانوں کے ذہن اُلجھن کا شکار ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب نے عالم اسلام کو توڑنے کی کوششیں جوڑنے سے زیادہ کی ہیں، موجودہ حالات بھی سعودی غفلتوں کا نتیجہ ہیں، دوسری طرف وہ یہ بھی سوچتے ہیں کہ سعودی عرب میں مقدس مقامات مکّہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہیں اس لیے سعودی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سعودی عرب کے دفاع کے لیے سعودی حکومت کی مدد کرنا ضروری ہے۔ایسی اُلجھن کے شکار افراد کو سمجھ لینا چاہیے کہ سعودی خاندان نے ۱۹۲۴ء میں انگریزوں کی مدد سے سابقہ حکومت کو گرا کر اپنی حکومت قائم کی تھی۔چودہ سو سال میں سینکڑوں حکمران عرب پر حکومت کر چکے ہیں۔یاد رکھیں عربوں کی خوشحالی اور چہروں کی لالی مکہ مدینہ کی محتاج ہیں محتاج نوازنے والے کی حفاظت کیا کرے گا۔مکہ مدینہ کی حفاظت اللہ کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔یاد رکھیں سعودی حکمرانوں کو خاندانی بادشاہت کے سوا کچھ عزیز نہیں ہے۔ضروری نہیں ہے کہ حکومتوں کا جارحیت سے خاتمہ ہو، عوام جب سمجھ دار ہو جاتے ہیں تو حکمرانوں کو چلتا کر دیتے ہیں۔صاف نظر آ رہا ہے کہ سعودی حکمرانوں کا انجام بھی قذافی، حسنی مبارک، صدام حسین، بھٹو، ضیا الحق وغیرہ کے انجام سے مختلف نہیں ہوگا، اگر اصلاح نہ کی گئی۔جیسا کوئی کرتا ویسا ہی بھرتا ہے، اور یہ بھی سچ ہے کہ کاغذ کے پھولوں سے خُوشبُو کی امید رکھنا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔جس طرح تاریخ کے ورق ہمیں خون کے آنسو رُلا رہے ہیں اسی طرح آنے والی نسلیں آج غلط فیصلے کرنے والوں پر لعنت بھیجیں گی۔اللہ مسلمانوں اور دُنیا کے تمام انسانوں کو عقل سلیم عطا کرے اور اچھے فیصلوں کی توفیق دے۔آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

ہمارا سورج اور بلیک ہول

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ''سورج اور چاند کو بھی اس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے جو ہمیشہ نقل وحرکت میں ہیں۔اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا ہے۔'' (۱۴۔۳۴) پھر فرماتا ہے کہ ''اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کیا اور سورج، چاند اور ستارے اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں۔ بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے نشانات ہیں۔'' (۱۶۔۱۳) اس سورج کے متعلق جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر یعنی خدمت کے لیے پیدا کیا ہے کچھ حقائق پیش خدمت ہیں۔

سورج کا تقریباً 4.567 بلین سال پہلے gravitational collapse کے نتیجے میں جنم ہوا تھا۔اس collapse سے بننے والے molecular cloud سے سورج بنا ہے۔اس وقت سورج اپنی تقریباً آدھی زندگی پوری کر چکا ہے اور مزید پانچ بلین سال تک اپنی شان وشوکت برقرار رکھے گا۔ہمارے سورج کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں آٹھ منٹ ۱۹ سیکنڈ لگتے ہیں۔یاد رہے ابط الجوزا ستارے کی روشنی زمین تک سو سال میں پہنچتی ہے اور اس کا قطر (یعنی) ایک طرف سے دوسری طرف کا فاصلہ ۲۷ کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔یعنی سورج سے زمین تک کے فاصلے سے تین گنا بڑا۔یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ابط اجوزا ستارہ دیگر انتہائی بڑے بڑے ستاروں کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے۔بعض ستاروں کا قطر ایک ارب میل سے بھی زیادہ ہے۔سورج کی روشنی بعض دوسرے ستاروں کی روشنی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ستارہ Cepheds ہمارے سورج سے ۶۰ ہزار گنا زیادہ روشن ہے۔سورج کی بنیادی سطح 74.9% ہائیڈروجن اور ہیلیم سے بنی ہے۔لوہا، نکل، آکسیجن، سلفر، سیلیکان، مگنیشیم، کاربن، نیون، کیلشیم اور کرومیم معمولی مقدار میں موجود ہیں۔ Sirius رات کو آسمان پر چمکنے والا نہایت روشن ستارہ ہے۔اس ستارے کو Dog Star بھی کہا جاتا ہے۔سورج Sirius سے 13 بلین گنا زیادہ روشن ہے۔ہمارے سورج کا اصل رنگ سفید ہے۔سورج کی سطح کا درجہ حرارت 5,778 K (5,505 °C, 9,941 °F) ہے۔سورج کے ٹھنڈے علاقے میں بھی درجہ حرارت 4,100 K ہے۔زمین سورج کے گرد سال میں ایک دفعہ اپنی گردش پوری کرتی ہے۔اسی گردش کی

وجہ سے موسم بدلتے ہیں اوران موسموں کا چکر مختلف پھل اور فصلوں کا باعث بنتا ہے۔سورج ہمارے اپنے ثوابت (ستاروں) کے مجموعوں کے ۱۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ سورجوں میں سے ایک سورج ہے۔اورایسے مجموعے کم ازکم ۱،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ہیں۔یادرہے ہرستارے کے گرد مختلف سیاروں کے مجموعے گھوم رہے ہیں۔ یہ اعداد و شمار اُس حصہ کائنات کے ہیں جنہیں سائنسدانوں نے مشاہدہ کیا ہے۔اور یہ زمین سے ۱۲،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میلوں تک پھیلے ہوئے اجتماعوں کا نقشہ ہے۔

ہمارا سورج ہماری زمین پر ہماری زندگی کو اللہ کے حکم سے قائم و دائم رکھنے کے لیے دن رات خدمت پر مامور ہے۔اس کائنات کی ہر چیز فانی ہے، ہر چیز پیدا ہوتی اور آخر کار مر جاتی ہے۔ہمارا سورج بھی آدھی عمر پوری کر چکا ہے۔سورج کا زمین سے فاصلہ کم ہوتا چلا جارہا ہے،۵بلین برسوں کے بعد سورج اپنی موجودہ جسامت سے ۲سو گنا بڑا ہوجائے گا۔مسلسل بڑا ہوتے چلے جانے والا سورج اپنے قریب ترین سیارے Mercury کونگل جائے گا پھر Venus کو کھانے کے بعد زمین کی طرف بڑھے گا جسے نگلنے میں کامیاب ہوگا یا زمین سورج سے دور ہٹ جائے گی اللہ بہتر جانتا ہے۔لیکن سائنسدانوں کے مطابق سورج کے زمین تک پہنچنے سے بہت پہلے زمین پر موجود ہر چیز روسٹ ہو جائے گی۔آخر کار ہمارا سورج بہت سے سیاروں کو نگل جانے کے بعد خود بھی کسی بلیک ہول یا سورج سے بھی بڑے کسی ستارے کا شکار بن کر اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے گا۔یادرہے خلا میں بے شمار بلیک ہول موجود ہیں، بڑے بلیک ہول ستارے اور ہر قسم کی توانائی کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور بڑے بلیک ہول، چھوٹے بلیک بھی نگل جاتے ہیں۔حال ہی میں اب تک دریافت ہونے والے تمام بلیک ہول سے بڑا بلیک ہول دیکھا گیا ہے۔ماہرین فلکیات نے خلا میں موجود ایک قدیم اور بہت بڑے بلیک ہول کی خبر دی ہے۔یہ بلیک ہول ہمارے سورج سے ۱۲ارب گنا بڑا ہے اور یہ صرف ۹۰ کروڑ سال پہلے وجود میں آیا تھا۔یادرہے بگ بینگ سے کائنات کی عمر کا اندازہ ۱۳ارب ۷۰ کروڑ سال لگایا جاتا ہے۔اتنے بڑے بلیک ہول کے انکشاف نے سائنسدانوں کو حیران کر دیا ہے۔بلیک ہول زمان ومکان کا ایک ایسا خطہ ہوتا ہے جو بہت کثیف ہوتا ہے،اس سے روشنی بھی بچ کر گزر نہیں سکتی۔بلیک ہول عموماً اپنے اردگرد موجود ستاروں اور دیگر مادوں کو نگل کر بڑے ہوتے ہیں اور توانائی خارج کرتے ہیں جس کے باعث وہ زمین

سے چمکدار اجرام فلکی نظر آتے ہیں۔ان اجرام فلکی کو،کوآسار کہا جاتا ہے۔دریافت ہونے والا بلیک ہول اب تک دریافت ہونے والا سب سے بڑا بلیک ہول ہے۔یہی بلیک ہول جو ہر قسم کے مادوں کو نگل کر نہایت طاقتور ہوکر وائٹ ہول میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور ایک نئی صبح طلوع ہونے کا باعث بن جاتے ہیں۔یہ بھی یاد رہے کہ دو بلین سے زیادہ کہکشائیں کائنات میں موجود ہیں اور چھوٹے بڑے سورجوں اور سیاروں کی تعداد گننا ابھی تک ناممکن ہے۔

☆☆☆

''دینی غیرت اور بے غیرتی''

سپریم کورٹ کے جسٹس دوست محمد نے سانحہ کوٹ رادھا کشن کی سماعت کے دوران ریمارکس دیتے ہوئے کہا ہے کہ''پنجاب پولیس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کتے سے بھی اقبال جرم کرالیتی ہے مگر آپ اب تک ۹۰ افراد میں سے کسی سے بھی جرم قبول نہ کرا سکے۔''

جج صاحب کی رائے سے اتفاق کسی صورت میں بھی ممکن نہیں کیونکہ کُتّے اپنے ہم جنس کو زندہ جلانے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ایک کُتّے کے متعلق ایک سچا واقعہ ہے کہ ایک کُتّا ایک فیکٹری کے ایک کونے میں شدید زخمی حالت میں بھوکا پیاسا پڑا تھا۔ایک دوسرے کُتّے کو اس کی بیچارگی نظر آ گئی۔اس نے اپنے بھائی کی کئی دن تک بے لوث خدمت کر کے اسے نئی زندگی عطا کردی۔اسلام نے جنہیں زندگی گذارنے کے تمام اصول بتا دیئے ہیں وہ جب زندہ انسانوں کو جلاتے ہیں تو وہ کسی بھی قسم کے جانوروں کے برابر بھی قرار نہیں دیے جاسکتے۔ایک عیسائی مرد اور اس کی حاملہ بیوی کو بھٹی میں جلانے والے ایسے خبیث اور لعنتی وجود ہیں کہ اپنی دینی غیرت کی آگ ٹھنڈی کر لینے کے بعد اسی دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عدالت میں پیش ہوکر اقرار ثواب سے بچ رہے ہیں۔دینی غیرت کے نام پر دوسروں کی جان لینا آسان ہے اور دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جان دینا بہت مشکل ہے۔جیسے دینی غیرت کے نام پر سلمان تاثیر کو قتل کرنے والا چوہا قادری اپنی جان بچانے کے لیے اپیل پر اپیل کیے جارہا ہے۔کُتّا ہمیشہ اپنے مالک کا تابعدار رہتا ہے اور نام نہاد دینی غیرت کا مظاہرہ کرنے والے ہمیشہ اپنے مالک کی نافرمانی کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ نومبر ۲۰۱۴ء میں حاملہ شمع بی بی اور اس کے شوہر شہزاد مسیح کو بھٹی میں پھینک کر زندہ جلا دیا گیا تھا۔

بھاری قیمت

حال ہی میں متحدہ عرب امارات کے وزیرِ خارجہ ڈاکٹر انور محمد قرقاش نے کہا ہے کہ ’’پاکستان کو واضح کرنا ہوگا کہ اصل اتحادی کون ہے۔اس اہم مسئلے (یمن،سعودی جنگ) پر متضاد اور مبہم آراء کی بھاری قیمت ادا کرنا ہوگی۔لگتا ہے کہ انقرہ اور پاکستان کو خلیجی ممالک کی بجائے تہران زیادہ اہم ہے۔‘‘

ہمارے حکمران عرب ممالک سے مفت تیل اور ریال لینے کے بدلے عربی ممالک کے شہزادوں اور بادشاہوں کو عیاشی کرنے کے لیے پاکستان میں عیاش گاہیں مہیا کرتے رہے ہیں۔اور یہ لینا دینا صرف پاکستانی اور عربی حکمرانوں کے درمیان رہا ہے اور عوام سے صرف ان تعلقات پر زندہ باد کے نعرے لگوائے گئے ہیں۔جو پاکستانی ان عرب ممالک میں کام کرتے ہیں اُن سے اُن کے کفیل غلاموں جیسا سلوک کرتے ہیں۔پاکستانی قیدیوں سے جیلیں بھری ہوئی ہیں،بعض قیدی کئی دہائیوں سے بغیر کسی عدالتی کاروائی کے جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔اب اونٹوں کی دوڑ سے دل بہلانے والے اور بازوں سے پرندوں کی چیر بھاڑ کروا کر خوش ہونے والے والے عرب حکمران پاکستان کو حکم دے رہے ہیں کہ ہم جو یمنی حوثیوں کو ناجائز طور پر مار رہے ہیں تم بھی مارو اگر نہیں مارو گے تو بھاری قیمت چکانے کیلیے تیار ہو جاؤ۔وزیر صاحب کے بیان پر اگر مختصر ترین تبصرہ کیا جائے تو وہ یہ ہوگا کہ ’’کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا۔‘‘ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مینڈکی کو زکام ہو گیا ہے۔عرب حکمرانوں کے پاس کسی کو دینے کے لیے ریال اور تیل کے سوا کچھ نہیں ہے۔اب یہ دونوں سوغاتیں بھی قصہ پارینہ بننے کے لیے پر تول رہی ہیں۔اگر جنگ کے شعلے مزید بھڑکے اور لاکھوں پاکستانیوں کو واپس وطن آنا پڑا تو ان پاکستانی ہنرمندوں کے واپس آجانے سے جہاں پاکستان کے زرمبادلہ میں کچھ کمی ہوگی وہاں عرب ممالک میں نظام زندگی ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ترکی اور پاکستان کو کسی بھی صورت میں عربوں کی ناجائز خواہشوں کی تکمیل کے لیے کوئی مدد نہیں کرنی چاہیے۔عرب امارات کے وزیر خارجہ کے بیان پر شدید ترین ردعمل فوری طور پر ضروری ہے۔بلکہ اس بیان پر احتجاج کرتے ہوئے انہیں ان کا اصل چہرہ دکھایا جائے۔انہیں بتایا جائے کہ اگر بھاری قیمت ادا کرنے پر پاکستان کو مجبور کیا گیا تو تم بھاری قیمت لینے کے قابل

نہیں رہو گے۔عرب ملکوں میں جائیدادیں بنانے والے پاکستانی لیڈروں کو ملکی مفاد کو اہمیت دینی چاہیے۔ ہمارے حکمرانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ عرب ممالک آگ سے کھیل رہے ہیں اور اس آگ کی لپیٹ میں عربوں کی بیوقوفی سے پورا خطہ جل سکتا ہے۔کبھی مغلوں نے بھی برطانیہ کو ہندوستان میں آسانیاں فراہم کی تھیں جس کا نتیجہ بالآخر مغل حکومت کی موت پر منتج ہوا تھا۔عربوں کی مغربی ممالک سے گہری دوستی کے نتائج بھی بربادی کے سوا کچھ نہیں نکلیں گے۔اگر عربوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو ان کی اولادیں مغل بادشاہوں کی اولادوں کی طرح اُجڑے محلوں کے باہر پانی بیچیں گی۔عنقریب وہ وقت چلا آتا ہے جب عربوں کو دو وقت کی روٹی کے لیے غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے گا۔ہماری دُعا ہے کہ ایسا وقت کبھی نہ آئے۔کچھ عرب ممالک جیسے عراق ،لیبیا،شام ،یمن اور اردن کے عوام خیراتی اداروں سے مدد لینے پر مجبور ہو چکے ہیں۔جب ہم عرب حکمرانوں کی قرآن سے دوری اور سیرت حضرت محمدﷺ سے بیگانگی دیکھتے ہیں تو لگتا ہے کہ ہمای دُعائیں ہمیں تو فائدہ دیں گی مگر ان کے لیے بے اثر ہوں گی۔اللہ تعالیٰ عرب و عجم کے مسلمانوں کو عقل سلیم عطا کرے اور سیدھا رستہ دکھائے۔آمین۔

☆☆☆

’’اغیار کی ایجاد‘‘

علامہ محمد الیاس قادری کہتے ہیں کہ’’عیسوی سال اغیار کی ایجاد ہے۔‘‘

جس ٹیلی ویژن میں ان کا یہ بیان نشر ہوا ہے وہ بھی اغیار کی ایجاد ہے۔جس کمرے میں وہ بولتے ناچتے، گاتے،جھومتے اور کھاتے ہیں،اس کمرے کو روشن کرنے والی بجلی،ٹھنڈا رکھنے کے لیے پنکھے یا ائرکنڈیشنڈ،آواز دور تک پہنچانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر، باہر کی دنیا سے رابطہ فرمانے کے لیے ٹیلی فون،معلومات حاصل کرنے کے لیے انٹرنیٹ وغیرہ وغیرہ بھی اغیار کی ایجاد ہیں۔کوئی ایک ایجاد بھی ایسی نہیں ہے جسے انسانوں کو آسانی پہنچانے کے لیے مسلمانوں نے ایجاد کیا ہو۔ہاں مسلمانوں نے کرپشن، چوری، دھاندلی، بے ایمانی،ملاوٹ،ذخیرہ اندوزی، بجلی چوری، بھتہ خوری، بد اخلاقی،عیاشی اور تمام معلوم برائیوں سے دل بہلانے کے لیے بے شمار نت نئے طریقے ایجاد کیے ہیں۔مولوی نے بدعات اور سیاستدان نے خرافات ایجاد کی ہیں۔ہماری قوم کو اللہ عقل دے۔آمین

ملیوا مارک(Mileva Maric)

نظریہ اضافیت پیش کرنے والے مشہور سائنسدان Albert Einstein البرٹ آئن سٹائن (1879ء تا 1955ء) کی پہلی شادی MaricMileva ملیوا مارک سے 1903ء میں ہوئی تھی۔ ملیوا مارک سربیا کی رہنے والی تھی۔ سائنسی تحقیقات کے سلسلے میں ملیوا مارک آئن سٹائن سے سائنسی گفتگو کیا کرتی تھی۔ آئن سٹائن سے ملیوا مارک کے تعلقات 1914ء میں خراب ہو گئے۔ حالات اس قدر کشیدہ ہو گئے کہ آئن سٹائن نے ملیوا مارک کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے درج ذیل چند شرائط عائد کر دیں۔

تم یہ یقینی بناؤ گی کہ ''میرے کپڑے اور بستر ٹھیک ٹھاک رکھو گی۔ مجھے میرے کمرے میں تین وقت کھانا پہنچاؤ گی۔ میرے سونے اور پڑھنے کے کمرہ کو صاف ستھرا رکھو گی اور میری پڑھنے والی میز کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ سوائے لوگوں کو دکھانے کے، مجھ سے تمہارے تمام ذاتی تعلقات ختم ہوں گے۔ جب مَیں بُلاؤں تم فوراً جواب دو گی۔ گفتگو یا عمل سے میرے بچوں کو میرے خلاف نہیں کرو گی۔'' ان مطالبات کو رد کرتے ہوئے ملیوا مارک بچوں (دو بیٹے اور ایک بیٹی) کو لے کر زیورخ چلی گئی۔ 1916ء میں آئن سٹائن نے طلاق کا مطالبہ کر دیا جسے سن کر ملیوا کو شدید ذہنی صدمہ ہوا اور اسے اسپتال داخل کرنا پڑا۔ آخر 1918ء میں اس شرط پر طلاق ہوئی کہ اگر آئن سٹائن کو نوبل انعام ملے تو انعامی رقم ملیوا کو ملے گی۔ اور آئن سٹائن بچوں کے اخراجات برداشت کرے گا۔ چنانچہ جب البرٹ آئن سٹائن کو نوبل پرائز کا حقدار قرار دیا گیا تو تمام رقم ملیوا کو مل گئی۔ دونوں بیٹوں کو ملیوا نے اکیلے پالا پوسا۔ بڑا بیٹا پی ایچ ڈی کرنے کے بعد پروفیسر بن کر مستقل طور پر امریکہ چلا گیا اور وہیں 1973ء میں فوت ہوا، چھوٹا بیٹا ذہنی طور پر معذور تھا اور زیادہ تر ذہنی مریضوں کے مرکز میں رہا اور وہیں زیورخ میں 1965ء فوت ہوا۔ 1948ء میں جب ملیوا مارک نے وفات پائی تو اسپتال میں وہ اکیلی تھی۔ طلاق کے بعد آئن سٹائن نے اپنی چچازاد بہن Elsa سے شادی کر لی، اور دونوں میاں بیوی امریکہ چلے گئے۔ Elsa کی امریکہ میں 1963ء میں وفات ہوئی۔

☆☆☆

میانمار (برما) کی مظلوم اقلیت

گزشتہ سو سال کے عرصہ میں برصغیر کے مسلمان کہلانے والی اقلیتی عوام کے خلاف انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے ہیں۔ پاکستان میں فرقہ واریت کی آگ میں مسلمانوں کا ایک دوسرے کا خون بہانا معمول بن چکا ہے۔ پاکستان وہ بدقسمت ملک ہے جس کا دامن مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے خون سے لتھڑا ہوا ہے۔ افراد جماعت احمدیہ جو خود کو نا صرف مسلمان کہتے ہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کو اپنے وجودوں پر نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، انہیں قانوناً غیر مسلم قرار دے کر بدذات فرقہ مولویاں اور ان کے چیلے چانٹوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ آئے دن احمدیوں کو قتل کرنا اور ہراساں کرنا معمول کی بات ہے۔ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کو لاہور میں ۸۵ احمدیوں کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا اور ۲۰۱۴ء میں گوجرانوالہ میں تین خواتین کو زندہ جلا دیا گیا۔ احمدیوں کو کہا جاتا ہے کہ ملک چھوڑ دو یا اپنے عقائد کو چھوڑ کر ہمارے عقائد کو اپنا لو۔ شیعہ حضرات جو پاکستان میں بسنے والی مظلوم اقلیت ہیں انہیں بھی بڑی بے دردی سے قتل کیا جا رہا ہے۔ ۴۶ آغا خانیوں کو ایک بس میں بے دردی سے قتل کر دیا گیا ہے اور ہزارہ لوگوں کو ہزاروں کی تعداد میں قتل کیا جا چکا ہے۔ پاکستان میں مسجدیں، مزار، گرجا گھر، مندر اور عبادت خانے خون سے نہلائے جا رہے ہیں اور جلائے جا رہے ہیں۔ دیگر اسلامی ممالک میں بھی اکثریتی فرقے اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو سنگین مظالم کا نشانہ بنا رہے ہیں، حوثیوں کا قتل عام ایک مثال ہے۔ ان تمام جرائم کے مرتکب افراد ہی ہیں جو اسی طرح کے مظالم ڈھانے والے بودھوؤں، ہندوؤں اور یہودیوں کو وحشی درندے سمجھتے ہیں۔ قابل شرم بات یہ ہے کہ ۵۷ اسلامی ممالک کے ہوتے ہوئے روہنگیا مسلمانوں کو ایک دوسرے کا کھلے سمندر میں پیشاب پینا پڑا۔ ان مظلوموں نے جب برمی بھکشوؤں اور ان کے چیلے چانٹوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بنگلا دیش میں داخل ہونا چاہا تو بنگالی فوجیوں نے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ انڈونیشیا اور ملائشیا نے بھی ان ستم زدوں کو کھلے سمندر میں بھوکے پیاسے مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو برا بھلا کہنے والے مسلم حکمرانوں کو شرم آنی چاہیے۔ ملائشیا، انڈونیشیا اور بنگلا دیش کے حکمرانوں کو تو شرم سے مر جانا چاہیے

کہ بھوکے ننگے مسلمان ان سے رحم کی بھیک مانگتے رہے اور وہ انہیں کتے کی طرح دھتکارتے رہے۔ سعودی عرب اور اس کے اتحادی ممالک جو حوثی مسلمانوں پر کئی بلین ڈالر کے بم گرا چکے ہیں ان سے تو کسی مسلمان کو کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے، انہیں اپنی ذات کے سوا کسی سے الفت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان دنوں روہنگیا مسلمان عالمی بے حسی کا شکار ہیں۔ مظلوم روہنگیا مسلمانوں کو عالمی بے حسی نے چکنا چور نہیں کیا بلکہ اس ظلم کے وہ مسلمان ملک ذمہ دار ہیں جو اپنے ملکوں میں اقلیتی فرقوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک کرتے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کو اگر ان کے گھروں میں زندہ جلایا جاتا ہے، اگر برما میں برمی مسلمانوں کو زندہ جلایا جاتا اور مسجدوں کو جلایا جاتا ہے تو کیا پاکستان میں مندروں کو نہیں جلایا گیا؟ کیا ہندوؤں کو گھروں سمیت نہیں جلایا گیا؟ کیا پاکستان میں گرجا گھروں اور عیسائیوں کو زندہ نہیں جلایا گیا؟ کیا فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھنے والے مسلمان رحم کے مستحق نہیں تھے؟ کیا احمدی حضرات کے خلاف ہونے والی قتل و غارت کو قانون تحفظ نہیں دیتا؟ اگر یہ سب سچ ہے تو ہمارے مذہبی اور قومی لیڈروں کو روہنگیا مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر واویلا کرنے پر یہی کہا جا سکتا ہے "چور مچائے شور"۔ اگر روہنگیا مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر کسی کو حقیقی دکھ ہوا ہے تو ساری دنیا میں بسنے والی مظلوم اقلیتوں کو ہوا ہے جو جانتے ہیں کہ ظلم کی کڑواہٹ کس قدر تکلیف دہ ہوتی ہے۔ برمی مسلمانوں کے متعلق چند حقائق پیش خدمت ہیں:۔

برما کو ۱۹۳۷ء تک برصغیر کا ہی حصہ سمجھا جاتا تھا، ۱۹۳۷ء میں اسے برطانیہ کی کالونی بنا کر برصغیر سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں برما برطانوی تسلط سے آزاد ہو گیا۔ برما میں اسلام کا نفوذ ۱۰۵۰ء میں ہوا تھا۔ برما کا سرکاری مذہب بدھ مت ہے۔ برما کی کل آبادی ۵ کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ تقریباً ۲۲ لاکھ روہنگیا مسلمان برما میں آباد ہیں۔ سات صوبوں پر مشتمل برما کے ایک صوبہ راکھین (راخین) میں ۶ لاکھ روہنگیا مسلمان آباد ہیں، انہیں اقوام متحدہ نے روئے عالم کی مظلوم ترین اقلیت قرار دے رکھا ہے۔ اس کے علاوہ برما کے علاقہ ارکان اور بنگلا دیش کے علاقہ چٹا گانگ میں روہنگیا مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ بودھوؤں کی مسلمانوں سے شدید نفرت کی وجہ مذہبی عناد بتائی جاتی ہے اور انہیں مہاجر ہونے کی وجہ سے برما کا شہری تسلیم نہیں کیا جاتا، انہیں کہا جاتا ہے کہ اپنے سابقہ وطن لوٹ جائیں۔ (مسلم ممالک میں مذہبی عناد ہی کی

وجہ سے مذہبی فرقے ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں) برما کی حکومت نے مذہبی عقائد کی آڑ میں ۱۵۵۹ء اور ۱۷۵۲ء میں جانور ذبح کرنے پر پابندی لگا دی جس کی وجہ سے مسلمان عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنے سے محروم رہے۔(پاکستان میں بھی احمدیوں کے قربانی کرنے پر واویلا کیا جاتا ہے ۱۹۸۴ء کے آرڈیننس میں احمدیوں کے لیے شعائرِ اسلام کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ احمدیوں کو اسلام علیکم کہنے پر تین سال سزائے قید اور لاکھوں روپے جرمانہ کرنے کا قانون موجود ہے) ۱۷۸۲ء میں بادشاہ بودھایا نے مسلمان علماء کو خنزیر کھانے کا حکم دیا، انکار پر سب علماء کا قتل کر دیا گیا۔(کئی احمدیوں کو کہا گیا کہ بانی جماعت احمدیہ کو گالیاں دو انکار کرنے پر ان احمدیوں کو قتل کر دیا گیا) ۱۹۳۸ء میں جبکہ برما برطانیہ کی کالونی تھا بودھوؤں نے جنگ آزادی کا آغاز کیا برطانوی فوج کی طرف سے چلنے والی گولیوں کے سامنے روہنگیا مسلمانوں کو کر دیا جاتا تھا۔ یاد رہے برطانوی فوج نے بھی روہنگیا مسلمانوں کو دوسری جنگ عظیم میں جاپانیوں کی یلغار کے خلاف استعمال کیا جبکہ جاپانی جہازوں نے کلکتہ پر بم برسائے تھے۔ روہنگیا مسلمانوں کے ہاتھ میں بندوق اور برطانوی فوجی وردی بدن کی زینت بنی تو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بودھوں سے زیادتیاں کی تھیں۔ روہنگیا مسلمانوں نے قائداعظم سے برما کے مسلمان اکثریتی علاقوں کو پاکستان میں شامل کرنے کی درخواست کی تھی مگر برطانیہ نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ برمی مسلمانوں کو کشمیری مسلمانوں کی طرح حکمرانوں کے مظالم برداشت کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ آزادی کے بعد ۱۹۶۲ء کو فوجی حکومت نے مسلمانوں کو باغی قرار دے کر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ اس فوجی آمر کے بیس سالہ دور حکومت میں تقریباً ایک لاکھ روہنگیا مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو بنگلا دیش، پاکستان اور بھارت وغیرہ میں جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ ۱۹۹۷ء میں مسلمانوں کے گھروں، مسجدوں اور کتابوں کو جلا دیا گیا اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا ۲۰۰۱ء میں ایک مسجد کو نمازیوں سمیت جلانے کے علاوہ ۱۱ مساجد، ۴ سو گھر جلا دیے گئے اور دو سو مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔ بامیان میں طالبان کی طرف سے بدھ کے مجسموں کو تباہ کر دیا گیا تو اس کے بداثرات نے روہنگیا مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا۔ بودھ بھکشوؤں نے حکومت کو برما کی تمام مساجد بدلے میں تباہ کرنے کا مشورہ دیا ۲۰۱۲ء میں عمرہ کر کے آنے والے زائرین کی بس روک کر دس زائرین کو قتل کر دیا گیا۔(ایران جانے والے زائرین کا قتل عام کرنا معمول بن چکا ہے) ایک

بودھ لڑکی کے مسلمان ہو جانے پر بودھ علماء نے لڑکی کو زیادتی کے بعد قتل کر دیا اور مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا گیا۔(احمدیہ جماعت میں داخل ہونے والوں سے ناطہ توڑ دیا جاتا ہے اور اسے قتل کرنے کوشش بعض دفعہ کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے)۲۰۱۲ء ہی میں عین عید کے روز جانوروں کی قربانی پر پابندی لگا دی گئی اور اس روز ۵۰ افراد کو قتل کر دیا گیا۔اللہ تعالیٰ مظلوم روہنگیا مسلمانوں اور مختلف ممالک میں بسنے والی مظلوم اقلیتوں کو ثبات قدم عطا کرے،امن وسکون عطا کرے اور ظالموں کو ہدایت دے۔آمین۔

☆☆☆

بدبودار سیاسی تالاب

عمران خان کی سیاست بھی جعلی پارلیمنٹ کے بدبودار تالاب میں زندگی تلاش کرنے کے لیے پھر اُتر چکی ہے۔نو ماہ تک استعفٰی کی بنیاد پر بڑی بڑی بڑھکوں کے بعد پی آئی ٹی کی نئی پیدائش تالاب میں بیٹھی بیمار مچھلیوں نے نہایت کراہت سے برداشت کی ہے۔آئندہ دنوں میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عمران خان کے پر پرزے نکالنے پر تالاب میں رہنے والی خونخوار مچھلیاں،عمران کو عدالتوں میں بیٹھے مگر مچھ نما ججوں کے حوالے کر دیں،یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سیاست کے تالابوں کو زندگی دینے والی خونی وہیل مچھلیاں عمران خان کو اور ان کی سیاست کو چبائے بغیر نکل جائیں۔نو ماہ تک ادھر ادھر بھٹکنے کی وجہ سے عمران گھر کے رہے ہیں نا گھاٹ کے۔لعنت ہو ایسی سیاست پر جس میں تھوک کر نگلنا پڑے۔سچ کہا ہے خواجہ آصف نے کہ ''جعلی اور ناپاک تالاب کو گالیاں دینے کے بعد پھر اس سے فیض یاب ہونے کے لیے آ گئے ہو،شرم کرو،حیا کرو۔'' نہ جانے عمران کو یکا یک رُسوا ہونے کے لیے کس نے مجبور کیا اور مجبور بھی ایسا کیا کہ تالاب کی غلاضت اُن پر برستی رہی اور وہ بیٹھے رہے۔اللہ کسی دشمن کو بھی یہ دن نہ دکھائے کہ وقت اسے ایسی ذلّت کے کٹہرے میں لے جائے جہاں رُسوائی سے بچانے کے لیے زمین پھٹے نہ آسمان گرے۔عوام محو تماشہ ہے،شرمندہ تو کبھی ہوتی نہیں،بیمار اور زہریلی مچھلیوں اور ڈینگی مچھروں کے لیے ان کے پاس زندہ باد کہنے یا مردہ باد کہنے کے علاوہ کچھ کرنے کی طاقت نہیں ہے اور طاقتور ڈاکٹر جنہیں فوج کہتے ہیں وہ بھی دوا بیمار سیاست دانوں کو ہی دیتے ہیں۔عمران اور قادری کی رُسوائی پر ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ | شرم تم کو مگر نہیں آتی

امام کعبہ شیخ خالد الغامدی

امام کعبہ شیخ خالد الغامدی پاکستان کا آٹھ روزہ دورہ مکمل کر کے ۲ مئی کو سعودی عرب واپس جا چکے ہیں۔اس دورہ کے دوران شیخ صاحب نے دل کھول کر ان اسلامی تعلیمات کا ڈھنڈورا پیٹا جو زندگیوں کو گل و گلزار کرنے والی ہیں۔شیخ صاحب نے مسلمانوں کو اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کو اختلافات بھلا کر ایک ہو جانا چاہیے۔امام کعبہ نے فرمایا کہ:۔

''اسلام میں مذہبی تعصب اور منافرت کی کوئی گنجائش نہیں۔جامع مسجد بحریہ ٹاؤن لاہور میں خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ مسلمان فرقوں اور مذاہب کا احترام کرتا ہے، دین میں کوئی زبردستی نہیں، اللہ کی خاطر ہمیں ایک دوسرے کو معاف کرنا چاہیے، اسلام ہمیں صبر کی تلقین کرتا ہے، مومن کی نشانی ہے کہ وہ ہنس مکھ اور با اخلاق ہوتا ہے۔اسلام ایک واضح اور کشادہ دین ہے، ایک دوسرے سے حسد کی اسلام میں اجازت نہیں، علماء کرام انصاف کے نظام کے لیے جدوجہد کریں۔اسلام میں اقلیتوں کو بہترین حقوق دیے گئے ہیں، حضور اکرمؐ غیر مسلموں کی تیمارداری کے لیے ان کے گھر جاتے، آپ کا حسن سلوک دیکھ کر یہودی مسلمان ہو جاتے تھے۔اسلام نے دوران جنگ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔اسلام میں تشدد اور دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں، دہشت گردانہ کارروائیاں کرنے والے خوارج ہیں۔پاکستانی اور سعودی بھائی بھائی ہیں، پاکستانی سعودی ہیں اور سعودی پاکستانی۔اللہ کی رسّی کو مظبوطی سے پکڑو اور تفرقے میں نہ پڑو۔داعش اور طالبان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ لوگ خوارج ہیں۔اللہ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے سعودی اور ایرانی بھائی بھائی ہیں۔''

امام کعبہ کو یہ تمام دل آویز اسلامی تعلیمات بیان کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ سعودی حکومت خود کو خطرے میں محسوس کر رہی ہے۔ہم بچپن سے سنتے آرہے ہیں ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے''۔ بھٹو، ضیاء الحق، انور سادات، صدام، قذافی، حسنی مبارک وغیرہ اپنی غلطیوں کی سزا بھگت چکے ہیں۔یہ سب لوگ نہایت طاقتور تھے۔مگر جب ان کا برا وقت آیا تو ان کی تمام طاقت ریت کی دیوار ثابت ہوئی۔عالمی سیاسی آب و ہوا میں آنے والی تبدیلی سے بننے والے نئے منظر نامے میں سعودی حکمران بے چینی محسوس کر رہے

ہیں کیونکہ ایران اورامریکہ کی قربتوں میں اضافہ اورترکی کا عالمی سیاست میں اہم کرداروغیرہ ان کی اہمیت کوکم کررہے ہیں ۔یقیناً سعودی حکمران قذافی ،صدام وغیرہ کے عبرت ناک انجام سے بے خبرنہیں ہیں اوران حکمرانوں کی ہلاکت میں اپنے کردار کوبھی جانتے ہیں ۔یہ بے چینی ہے جسے دور کرنے کے لیے عرب اتحادیوں نے کمزورحوثیوں کے خلاف فضائی حملے شروع کررکھے ہیں۔آئندہ چند ہفتوں میں پاکستانی فوجی دستے بھی سعودی عرب روانہ کیے جانے کا امکان ہے۔ہم یقین رکھتے ہیں کہ سعودی عرب نے بھی اگراپنی غیراسلامی، غیراخلاقی اورظلم پرمبنی اپنی پالیسیوں کوتبدیل نہ کیاتوسعودی حکمرانوں کاانجام بھی قذافی اورصدام وغیرہ سےمختلف نہیں ہوگا۔اوران کاعبرت ناک انجام کاباعث حوثی نہیں بلکہ سعودی عوام بنے گی۔

سعودی عرب کاکردارکبھی بھی مسلمان ممالک کے ساتھ تسلی بخش نہیں رہا۔اگرسعودی عرب اپنی تیل سے کمائی گئی بے انتہا دولت کو بائیس غریب ترین اسلامی ممالک کی فلاح و بہبود کے لیےخرچ کرتا اورطاقتور مسلمان ممالک کوکرائے کے قاتلوں سے نیست ونابودنہ کرواتاتویقینی طورپرسعودی عرب کی حیثیت ایک مخلص بڑے بھائی کی سی ہوتی۔اگرامام کعبہ کی بیان کردہ خوبصورت تعلیمات پرسعودی حکمران عمل پیراہوتےتومسلم امہ کے لیے ہردن عیدہوتااوررات شب رات ہوتی۔امام کعبہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام نے دوران جنگ عورتوں اوربچوں کوقتل کرنے سے منع کیا ہے۔شایدامام صاحب بھول رہے ہیں کہ عراق میں،یمن میں اورشام وغیرہ میں جوعورتیں اور بچےقتل ہوئے اور ہورہے ہیں ان کی تعدادلاکھوں میں ہے،ان عورتوں اور بچوں کا خون سعودی حکمرانوں کے ہاتھ سے ٹپک رہاہےاورٹپکتا چلا جارہاہے۔امام کعبہ فرماتے ہیں کہ مسلمان فرقوں اور مذاہب کااحترام کرتاہے۔اگرایساہےتوایرانیوں کی طاقت سےسعودی حکمران کیوں خوف زدہ ہیں؟ یمن میں ظالم سنی حکمرانوں کےخلاف ایکشن لینے کی بجائےحوثی مظلوم شیعوں پر بمباری کیوں کی جارہی ہے؟ شام کی شیعہ حکومت کے باغیوں کی مدد کیوں کی جارہی ہے؟امام کعبہ کہہ رہے ہیں مسلمان بھائی بھائی ہیں ۔امام صاحب سے کوئی پوچھے کہ کیا پاکستان میں ان کے بھائی صرف جماعت اسلامی ،جمیعت علماء اسلام اور دوسرے دیوبندی ہی ہیں ۔اگرامام صاحب کسی شیعہ، بریلوی مکتبہ فکروغیرہ کی دعوت بھی قبول کرتےتوکم ازکم ان کی حدتک توہمیں اسلام نظرآتا۔داعش اورطالبان کےمتعلق امام صاحب نے کہاہے کہ طالبان کااسلام

سے کوئی تعلق نہیں، یہ لوگ خوارج ہیں۔امام صاحب کا یہ بیان تحسین کا اس لیے بھی مستحق ہے کہ انہوں نے یہ بیان ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر دیا جو طالبان کو اپنا بھائی کہتے ہیں۔دراصل یہ بھی بدلتے حالات کا نتیجہ ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ جماعت اسلامی ،جمیعت علمائے اسلام ف اورس اوراخوان المسلمین کی پشت پر ہمیشہ سعودی عرب رہا ہے اوران جماعتوں سے تعلق رکھنے والے مدارس کی آبیاری کے لیے مالی امداد کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب سعودی امداد سے پھلنے پھولنے والوں نے پاکستان کے فوج نہ بھیجنے کے معاملے پر سعودیوں کے حق میں آواز بلند کرنے میں سستی دکھائی تو سعودی حکومت نے ان کی اوران کے زیرانتظام چلنے والے مدارس کی امداد بند کردی۔اس امداد کی بندش کے ساتھ ہی پاکستان کی سعودی امداپر پلنے والی دینی قوتوں کی اکثریت نے کراچی لاہوراسلام آباداور پشاورسمیت پورے ملک میں، لبیک حرمین ریلیاں اورتحفظ حرمین کانفرنسز منعقد کرنا شروع کردیں۔امام کعبہ کے جاتے ہی ان ریلیوں کی شدت میں کمی آ گئی ہے۔ویسے بھی طالبان مخالف بیان نے ان دینی جماعتوں کی رنگت پیلی کردی ہے۔

امام کعبہ کا دورہ پاکستان مکمل طور پرنا کام رہا۔جو باتیں امام صاحب بیان کرتے رہےاس طرح کی باتیں پاکستان کے مولوی دن رات کرتے ہیں ،اگران کی باتوں کا اثر ہوتا تو سارے پاکستانی ولی اللہ ہوتے۔جہاں تک ہجوم اکٹھا کرنے کا تعلق ہےتو مولوی طاہرالقادری وڈاکٹر ذاکر نائیک کے جلسوں کو دیکھ لیں۔اگران کے جلسوں کے شرکاء کی دس فیصد تعداد بھی پاکباز ہو جائےتو ان پاک بازوں کی بدولت پاکستان اور ہندوستان میں سکون ہو جائے۔جس طرح مذہبی ٹھیکیدار مذہب کی بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں اورعید کے چاند پر پھٹ کرعوام کو اپنا آپ دکھا دیتے ہیں۔اسی طرح امام صاحب بھی مذہب کا سبق پڑھاتے رہےاور حرمین شریف کوخطرے میں بتا کرلوگوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔پاکستانی عوام جانتے ہیں کہ سعودی پاکستانیوں کے ساتھ سعودی عرب میں کیا کرتے ہیں ،سعودی عرب پہنچتے ہی پاکستانی مزدوروں کے گلے میں کفیل اپنے نام کا پٹہ ڈال کراپنا غلام بنا لیتے ہیں۔یقینی طور پاکستانی سمجھتے ہیں کہ دل بہلانے کے لیے اسلام ،اسلام کرنا اوراسلام کوخود پرنافذ کرنا دومختلف حقیقتیں ہیں۔امام کعبہ ہوں یا دوسرے مولوی حضرات اپنے ذاتی مفادات وترجیحات کے لیےعوام کو استعمال کرتے ہیں اورعوام مولوی کو ذاتی

مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔اور یہ سب اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا کرے اور اسلام کو خود پر نافذ کرنے کی توفیق دے۔آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

”مذہب اور ریاست“

سابق صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کا ایک بیان جرآت اخبار میں ۲۹ دسمبر ۲۰۱۴ء کو شائع ہوا ہے۔مشرف صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

”مذہب اللہ اور بندے کے درمیان آپس کا معاملہ ہے۔ریاست کا کوئی حق نہیں کہ خدا اور بندے کے درمیان تعلق میں مداخلت کرے جبکہ مذہب اور ریاست کو علیحدہ کرنا لازم اور اس کا احترام واجب ہے۔“

جناب جنرل پرویز مشرف صاحب نے یہ جو بیان دیا ہے سو فیصد حقیقت پر مبنی ہے۔جب سے اسلامی جمہوریہ پاکستان نامی ریاست نے خدا اور بندے کے درمیان تعلق میں مداخلت کی ہے تب سے پاکستان کے حالات مسلسل تباہی و بربادی کی منازل طے کرتے ہوئے اس نہج پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے واپسی غیر ممکن دکھائی دینے لگی ہے۔ریاست کو چلانے والے شرابی، جواری، زانی، اسمگلر، بھتہ خور، چور لٹیرے جب خدائی فوج دار بنتے ہوئے کسی کے بھی مذہب پر قانون سازی کرتے ہیں تو دراصل وہ قوم کی اجتمائی بربادی کا پروانہ جاری کرتے ہیں۔جب ریاست کسی کے مذہبی معاملات کو اپنی مرضی کے طابع کرنے کی کوشش کرتی ہے تو سارے معاشرے سے کافر کافر، بائیکاٹ بائیکاٹ کی صدائیں بلند ہو کر ہر قسم کی اخلاقیات کا گلا گھونٹ دیتی ہیں۔اور معاشرہ ناسوروں کی آماجگاہ بن کر بیماری کی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے۔اگر جلد تر ان ناسوروں کو جڑ سے نہ اکھیڑا گیا تو اللہ نہ کرے ریاست کی اگر موت نہ بھی ہو تو زندہ لاش ضرور بن سکتی ہے۔حد سے گزر جانا مار دیتا ہے۔

وہ جو حد سے گزر جاتے ہیں | وقت سے پہلے مر جاتے ہیں

گدھے فروش و گدھے خور

گدھے کے متعلق حدیث مقدسہ میں ہے کہ صحابہ نے جنگ خیبر کے موقع پر گدھے کا گوشت پکایا تو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کر دیا کہ:۔

''اللہ اور اس کا رسول ،تم کو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔صحابہ نے ہنڈیوں سے گدھے کا پکا ہوا گوشت الٹ دیا گیا۔'' (بخاری کتاب الجہاد)

ہر قسم کے حرام کاموں میں مگن قوم کا گدھوں کا گوشت بیچنے پر واویلا کرنا سمجھ سے بالا تر ہے۔وزیر اعظم سے لے کر چپڑاسی تک اوپر کی کمائی کو کو رزق حلال سمجھتے ہیں۔مولوی سے لے کر مدرسے کے طالب علم تک پیٹ بھرائی کے لیے کسی بھی حرام کام سے دل بہلا سکتے ہیں۔اسی قوم کے لیے کہا گیا تھا کہ یہ رقم کے لیے اپنی۔۔۔کو بھی بیچ سکتے ہیں۔ایسی قوم کے قصائی اگر پیسوں کے لیے اپنے بھائیوں کو گدھے کھلا رہے ہیں تو یہ بچوں سے جنسی زیادتی کرنے والوں،انسانوں کو زندہ جلانے والوں،عورتوں کی اجتماعی آبروریزی کرنیوالوں، عورتوں کو زندہ دفن کرنے والوں ،فتویٰ بیچنے والوں،مسجدوں اور دوسرے عبادت خانوں میں خون بہانے والوں،فرقہ واریت کے نام پر ہزاروں افراد کے قاتلوں،کمیشن اور رشوت لینے والے سیاسی ، مذہبی و سرکاری بھیڑیوں،معصوم عورتوں سے دھندا کرانے والوں، رشوت لینے والوں (رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں) ، ملاوٹ کرنے والوں (آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں) اور دوسرے بہت سے لعنتی وخبیث کاموں سے بہتر غلیظ کاروبار کر رہے ہیں۔

ہمارے ملک میں گدھا انسانوں کے فائدے کے لیے دن رات دوڑتا پھرتا تھا مگر پھر بھی گدھا ہی رہتا تھا۔اگر مر جائے تو اس کی کھال اتار کر بیچ دی جاتی تھی اور اس کا گوشت جانور کھا جاتے تھے۔چند برس پہلے تک گدھے کی کھال آٹھ سو روپے میں بک جایا کرتی تھی۔چینی چمڑے کے تاجروں کی نظر کرم نے انہیں نہایت قیمتی جانور بنا دیا ہے۔آج وہی گدھے کی کھال جو ۲۰۱۳ء میں ۸ سو روپے میں بکتی تھی وہ ۲۰ ہزار روپے میں بک رہی ہے،اس کے بالمقابل گائے کی کھال تقریباً ۴ ہزار میں اور بھینس کی کھال ۵ ہزار تک میں بکتی

ہے۔ گدھے کی قیمت ۲۵، ۳۰ ہزار روپے تک ہے۔ گدھے کی کھال بیچ دی جاتی ہے اور گوشت کے صاف ستھرے ٹکڑے کر کے ۳ سو روپے کلو کے حساب سے فروخت کر دیا جاتا ہے۔ عام طور پر ایک گدھے سے ۱۳۵ کلو گوشت حاصل کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں ۳ لاکھ گدھوں کا گوشت بیچا گیا ہے اور کھالیں بیچی جا چکی ہیں۔ ۲ سال قبل پورے پاکستان میں سالانہ ۴ ہزار گدھوں کی کھالیں فروخت ہوتی تھیں۔

کالم نگار جاوید چوہدری نے گدھے کے گوشت کے خریداروں کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

’’یہ گوشت کہاں جاتا ہے؟ اس گوشت کا ۸۰ فیصد حصہ سرکاری محکموں کے ’’میس‘‘ میں چلا جاتا ہے جو ’بلک‘ میں گوشت خریدتے ہیں یا وہ بڑے ہوٹل، بڑے ریستوران اور گوشت کی وہ بڑی چینز جو روزانہ سینکڑوں من گوشت خریدتی ہیں، یہ گوشت انہیں سپلائی ہو جاتا ہے، باقی ۲۰ فیصد گوشت مارکیٹوں میں پہنچ جاتا ہے۔‘‘

اس مکروہ (بعض مولوی اس کاروبار کو حرام، بعض مکروہ اور اور بعض اسے جائز سمجھتے ہیں) دھندے سے وابستہ ایک تائب ہونے والے شخص نے بتایا ہے کہ:۔

’’ملک کے تمام مقتدر عہدیدار اس وقت تک گدھے کا گوشت کھا چکے ہیں کیونکہ اس مکروہ کاروبار سے منسلک لوگ جان بوجھ کر ان ایوانوں میں گوشت پہنچا رہے ہیں جو ملکی پالیسیاں بناتے ہیں۔ یہ لوگ اسی سلوک کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے گوشت کی قلت دور ہو جانے کی وجوہات پر دھیان نہیں دیا۔‘‘

شاید اسی لیے ایک ٹی وی پروگرام میں مولوی عمر حیات عباسی نے طلال چوہدری کو کہا کہ:۔

"ھذا حمار کبیر ۔" (یہ بڑا گدھا ہے) اور کسی کو سمجھ بھی نہیں آیا کہ انہوں نے کیا کہا؟ اگر مولوی عمر حیات عباسی ’’**ھم خمار کبیر**‘‘ کہہ دیتے تو بھی غلط نہ ہوتا۔

بیمار گدھے کھا کر بھی مذہبی و سیاسی لیڈروں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ حرام کھانے کے عادیوں کو گدھے کا گوشت کھانے میں بھی لطف آتا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ گدھے کا گوشت اور بعض علاقوں میں کتے کا گوشت بھی فروخت ہوتا چلا جا رہا ہے۔

چند خبریں پیش خدمت ہیں:۔

ا۔واہ کینٹ سے گرفتار ہونے والے قصائی باپ بیٹے نے انکشاف کیا کہ انھوں نے اب تک ساٹھ گدھوں کوذبح کر کے گاہکوں کوکھلایا ہےاورفوڈ انسپکٹرسمیت کئی سرکاری اداروں کے افسران کوتحفہ کے طور پر گدھے کا گوشت دیا ہے۔۲۔ایک ماہ قبل حاصل پور پنجاب میں پولیس نے چھ افراد کوگدھے کا گوشت فروخت کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔تفتیش کرنے پر انکشاف ہوا کہ یہ لوگ گدھے کو زہریلا انجکشن لگا کر ہلاک کرنے کے بعد علاقے کے ہوٹلوں میں اس کا گوشت فروخت کرتے تھے،خود بھی کھاتے تھے۔گدھا خوروں نے بتایا ہے کہ وہ اب تک بیس گدھوں کا گوشت ہوٹلوں میں بھیج چکے ہیں۔۳۔بادامی باغ لاہور میں پولیس نے چھاپہ مار کر دوافراد کوگرفتار کرلیااورسینکڑوں من حرام مردہ جانوروں کا گوشت برآمد کرلیا۔(ٹی وی پورٹ سماء) ۴۔اوکاڑہ سے رینالہ خورد پہنچنے والی بارات کوالعکسر یہ میرج ہال والوں نے گدھے کا گوشت کھلا دیا۔باراتی معلوم ہونے پر الٹیاں کرتے رہے۔میرج ہال والوں نے دو لاکھ روپے دے کر جان چھڑا لی۔(روزنامہ پاکستان)۵۔محسن بھٹی نے ایک چینل پر بات کرتے ہوئے بتایا ہے کہ لاہور میں ایسی بہت سی جگہیں ہیں جہاں سینکڑوں من گدھے کا گوشت اور قیمہ فروخت ہوتا ہے۔

مفتیان صاحبان کے چند فتاویٰ گدھے سے متعلق پیش ہیں:۔

ا۔مصر کی افتاء کونسل نے ۱۲جون ۲۰۱۵ءکوفتویٰ دیا ہے کہ گدھے کو ذبح کرنا یا اس کا گوشت کھانا شرعاً حرام ہے۔۲۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کُتّا ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کیا تو جائز ہےاوراسی طرح اگر اپنا گدھا ذبح کر کےاس کا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے ۔۳۔فتاویٰ عالمگیری میں یہ بھی ہے کہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کہ ذبح کیے ہوئے گدھوں کا گوشت فروخت کرنا صحیح روایت کے موافق جائز ہے۔گدھوں اور خچروں کے چمڑے اگر ذبح کیے ہوئے ہوں تو ان کی بیع جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد۴صفحہ ۳۶۷) ۴۔شیعہ عالم آیت اللہ حاج شیخ محمد جواد فاضل لنکرانی فرماتے ہیں کہ گدھے کا گوشت کھانا حرام نہیں ہے لیکن مکروہ ہے۔۵۔جب ایک قصائی کوگدھے کا گوشت کاٹتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑلیا تواس نے یہ فتویٰ دیا کہ گدھے کے گوشت کی کمائی حلال ہےاورگوشت حرام۔

محکمہ لائیوسٹاک نے عوام کو بتایا ہے کہ گدھے کے گوشت کے ریشے نرم اور مٹن کے سخت ریشے

ہوتے ہیں اگر ایک بڑا ٹکڑا گدھے اور مٹن کے گوشت کا ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھیں گے تو گدھے کے گوشت کا ٹکڑا ریشے نرم ہونے کی وجہ سے ہتھیلی سے پھسل کر گر جائے گا۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ گدھے کا گوشت گہرا جامنی ہوتا ہے اور گوشت میں ہلکی سی مٹھاس ہوتی ہے۔ گدھے کی ہڈیاں بھی بکرے کی ہڈیوں سے مختلف ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر قسم کی حرام خوری سے بچائے اور توفیق دے کہ حلال وطیب کھانے کھائیں اور ناجائز منافع خوری کے لیے حرام کاروبار سے دور رہیں۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

کہاں ہے تبدیلی؟

پشاور میں شہید بچوں کے والدین نے دورے پر آئے ہوئے عمران خان سے پوچھا ہے کہ ہم نے آپ کو تبدیلی کے لیے ووٹ دیا لیکن آپ نے سوائے دھرنا سیاست کے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ یہ بھی پوچھا کہ کیا ہم نے ووٹ اس لیے دیا تھا؟ کہاں ہے تبدیلی؟ ہمارے بچے اس دنیا سے چلے گئے آپ کونسی اور تبدیلی لائیں گے۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ پر بھی شدید تنقید کی اور کہا کہ دھرنا سیاست کی وجہ سے صوبہ کی حالت زار کی طرف قطعاً دھیان نہیں دیا گیا۔

عوام الناس کی بیوقوفی ہے کہ ہر نعرہ باز کو اپنا نجات دہندہ سمجھ لیتے ہیں اور جب ان نعرہ بازوں اصل چہرہ نظر آتا ہے تو کوسنے دینا شروع کر دیتے ہیں۔ پنجابی میں کہا جاتا ہے کہ ''جنے لایا گلی میں اودھے نال چلی'' یہ حال ہماری مایوس عوام کا ہے۔ سانپ جب کینچلی بدلتا ہے تو اس کا اصل رنگ و روپ نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ دھرنوں کے خاتمے کے ساتھ ہی عمران اور قادری کا اصل چہرہ بھی نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ ہم بزبان ندیم شادیہی عوام کو کہہ سکتے ہیں۔

وہ کیا ندیم کوئی انقلاب لائے گا
جو ہر قدم پہ سہارے تلاش کرتا ہے

مولانا شبلی کی بے بسی

عبدالرزاق ملیح آبادی بیان فرماتے ہیں کہ:۔

''جیل میں ایک دن مولانا (عبدالکلام آزاد) نے مرحوم شبلی نعمانی کے متعلق ایک دلچسپ لطیفہ سنایا۔ کہنے لگے، مولانا شبلی نعمانی نہایت زندہ دل صاحبِ ذوق آدمی تھے، حُسن پرست بھی تھے اور موسیقی وغیرہ فنون لطیفہ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے مگر مولوی تھے، عام رائے سے ڈرتے تھے اور بڑی احتیاط سے ذوق پورا کرتے تھے۔

ایک دفعہ موصوف دہلی میں حکیم اجمل خاں مرحوم کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ خواجہ حسن نظامی ملنے آئے اور کہنے لگے، آج میرے ہاں قوالی ہے، دہلی کی ایک مشہور طوائف گائے گی۔ محفل بالکل خاص ہے، میرے اور آپ کے سوا وہاں کوئی نہ ہوگا۔

مولانا شبلی نے دعوت قبول کر لی، کشمیری شال اوڑھی، وضع بدلی، بند گاڑی میں بیٹھے اور خواجہ صاحب کے ہاں پہنچ گئے۔ واقعی کوئی تیسرا آدمی مدعو نہ تھا۔ قوالی شروع ہوئی اور مولانا نے اپنے آپ کو محتسبوں سے محفوظ پا کر ضرورت سے زیادہ آزادی سے کام لیا۔ دل کھول کر گانے کی اور گانے والی کی تعریف کی۔ طوائف سے ہنستے بھی رہے اور اسے چھیڑتے بھی رہے۔

طوائف کا طبلچی ایک لحیم شحیم سن رسیدہ آدمی تھا۔ سر پر پٹے تھے اور منہ پر چوکور بڑی سی داڑھی، پٹے اور داڑھی خضاب سے بھونرا ہو رہے تھے۔ محفل جب برخواست ہونے لگی تو طبلچی دونوں ہاتھ بڑھائے مولانا کی طرف لپکا اور بڑے جوش سے مولانا کے ہاتھ پکڑ لیے، چومے، آنکھوں سے لگائے اور جوش سے کہنے لگا، ''کس منہ سے خُدا کا شُکر ادا کروں کہ عمر بھر کی آرزو آج پوری ہوئی، مولانا سبحان اللہ، ماشاء اللہ آپ نے ''الفاروق'' لکھ کر وہ کام کیا ہے جو نہ کسی سے ہوا اور نہ ہو سکے گا۔ بخُدا آپ نے قلم توڑ دیا ہے، بندے کی کتنی تمنا تھی کہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہو، سو آج بائی جی اور خواجہ صاحب کی بدولت یہ سعادت اس گناہ گار کو نصیب ہوگئی۔''

مولانا آزاد نے فرمایا، علامہ شبلی نعمانی بڑے ذکی الحس تھے، اس غیر متوقع واقعہ نے ان کی ساری خوشی کرکری کر دی۔ شرم سے عرق عرق ہو گئے، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں؟ طبلچی کو کیا جواب دیں؟ کس طرح محفل سے غائب ہو جائیں؟ بے جان بت کی طرح بیٹھے رہ گئے۔ خواجہ صاحب نے موقع کی نزاکت محسوس کی اور طائفے کو رخصت کر دیا۔ مگر علامہ کو سخت ذہنی صدمہ پہنچ چکا تھا، ہفتوں شگفتہ نہ ہو سکے۔

مولانا (آزاد) نے فرمایا، یہ واقع خود علامہ شبلی نے ان سے بیان کیا تھا۔ بیان کرتے وقت بھی متاثر تھے اور بار بار کہتے تھے ''کاش ''الفاروق'' میرے قلم سے نہ نکلی ہوتی اور نکلی تھی تو اسے پڑھنے والا طبلچی اس قوالی سے پہلے ہی ناپید ہو چکا ہوتا، یہ نہیں تو مجھے موت آ گئی ہوتی کہ اس ذلّت سے بچ جاتا۔''

(اقتباس از ''ذکرِ آزاد'' از عبدالرزاق ملیح آبادی)

نوٹ

مولانا شبلی نعمانی کی تصنیفات میں الفاروق، سیرت النبی ﷺ، نعمان بن ثابت شامل ہیں۔ مولانا بہت بڑے عالم تھے۔ لکھنے کو تو ان کے متعلق بیان کیا گیا واقعہ لکھ دیا گیا ہے مگر نجانے کیوں مولانا کے عظیم کام کو دیکھ کر اس واقعہ کو دل سچا نہیں سمجھتا۔

''سچا واقع''

ایدھی سینٹر میں پیش آنے والا سچا واقع ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد بیٹے نے ماں کو ایک اولڈ ہاؤس میں داخل کر دیا تھا، اور سال میں ایک مرتبہ خیریت دریافت کرنے چلا جاتا تھا۔ ایک دن اولڈ ہاؤس سے فون آیا کہ اس کی ماں کی طبیعت بہت خراب ہے۔ وہ جب وہاں پہنچا تو ماں کی آخری سانسیں چل رہی تھیں۔ بیٹے نے ماں سے پوچھا ''ماں تیرے لیے میں کیا کر سکتا ہوں؟''

ماں بولی ''بیٹا اس اولڈ ہاؤس میں نئے پنکھے لگوا دو، کیونکہ یہ اکثر خراب رہتے ہیں۔'' بیٹا حیران ہو کر بولا ''ماں تُو یہاں اتنے سال سے تھی، اب آخری وقت میں یہ فرمائش کیوں؟'' ماں بولی ''مَیں نے تو جیسے تیسے وقت گزار لیا۔ ڈرتی ہوں کہ کل تیرے بچے جب تجھے یہاں چھوڑ کر جائیں گے تو گرمی تجھ سے برداشت نہیں ہوگی۔''

(بحوالہ ماہنامہ تہذیب الاخلاق جلد ۳۳ شمارہ ۹ ستمبر ۲۰۱۴ء)

ماہِ رمضان میں اموات

سیاسی اور مذہبی لیڈران شدید گرمی اور حبس کو کراچی میں بسنے والے ہزاروں افراد کی موت کا باعث قرار دے کر اپنی ذمہ داریوں سے آزاد ہونے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ اگر حکومتی ادارے اپنے فرائض کو احسن طریقے سے سرانجام دیتے تو بجلی اور پانی کی فراوانی ہزاروں افراد کو موت کے منہ میں جانے سے روک سکتے تھے۔ اسی طرح اگر مولوی حضرات رمضان مبارک کے متعلق خوبصورت اسلامی تعلیمات کو سمجھ کر عوام الناس کو بتاتے تو بیماروں اور مسافروں کی زندگیوں کو محفوظ بنایا جا سکتا تھا۔ یقینی طور پر عوام کو خوراک اور طبی سہولیات فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی شہری بھوکا یا لاعلاج مرتا ہے تو اس کے ذمہ داران اللہ کے حضور جواب دہ ہیں۔ اسی طرح اگر مولوی بھوکوں، بیماروں اور مسافروں کو روزہ رکھنے پر مجبور کرتے ہیں یا انہیں کھانے پینے سے روکتے ہیں تو ایسے مولوی بھی اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

عمرو بن امیہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک سفر سے حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا: ''ابو امیہ کھانے کا انتظار کرو۔'' میں نے کہا ''حضورؐ! میں تو روزے سے ہوں۔'' آپؐ نے از راہ محبت فرمایا: ''ادھر میرے قریب آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ مسافر کو اللہ تعالیٰ نے روزہ سے رخصت دی ہے اور آدھی نماز بھی اسے معاف کی ہے۔'' (سنن نسائی کتاب الصوم)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں آنحضرتﷺ نے اپنے ساتھیوں کا ہجوم دیکھا جس میں ایک شخص پر سایہ کیا جا رہا تھا۔ حضورؐ نے سبب پوچھا تو عرض کی گئی کہ ''روزہ دار کو سایہ کیا جا رہا ہے۔'' رسول اللہﷺ نے بڑے جلال سے فرمایا: ''کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔'' (بخاری کتاب الصوم)

احترام رمضان کے نام پر پورے شہر میں کھانے پینے کی چیزوں کو ضرورت مندوں کی پہنچ سے دور کرنا بھی کراچی کے لوگوں کی موت کا باعث بنا ہے۔ جب انصار برنی نے مولوی حضرات سے اپیل کی کہ ہزاروں افراد مر رہے ہیں کم از کم ایمرجنسی حالات میں کراچی کے تمام ہوٹلوں کو پردے لگا کر کھول دیا جائے تو مولوی نے کہا کہ ''اس طرح تو ان لوگوں کو بھی فائدہ ہوگا جو روزہ نہ رکھنے کے عادی ہیں۔'' اسی طرح کی بات

مولانا نعیم بنوری صاحب نے بھی کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ''اگر کسی کا روزہ توڑنا ضروری ہو تو اچھی طرح تسلی کر لینی چاہیے کہ اس کے لیے روزہ توڑنا ضروری ہو گیا ہے۔'' خیبر پختونخواہ میں مولوی کچھ اس طرح سے تسلی کرتے ہیں کہ وہ روزہ دار کے منہ میں ریت ڈال دیتے ہیں اگر ریت خشک رہے تو روزہ دار کو پانی پلا دیتے ہیں۔ مولوی کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ روزہ خوروں کو سزا دے یا اپنی تسلی کرے۔ مولوی صاحبان کا کام صرف اتنا ہے کہ لوگوں کو روزہ کی اہمیت اور انعام کے متعلق بتائیں اور مسافروں اور بیماروں کے متعلق دی گئی اللہ کی طرف سے چھوٹ کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تشریح کریں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:۔

''گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے اور جو لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لیے بہت اچھا ہے اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم علم رکھتے ہو۔''

پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

''پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کیا اور تاکہ تم شکر کرو۔'' (سورۃ البقرۃ آیات ۱۸۵،۱۸۶)

ان مقدس آیات میں واضح طور پر مریض اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے۔ اور دائمی مریضوں کو مستقل طور پر رخصت عطا کی گئی ہے اور ان کو فدیہ دینے کے لیے کہا گیا ہے۔ جو بھی بیمار اور مسافر روزہ رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے۔ بلاوجہ عذر تلاش کر کے اور انجانے اندیشوں کے خوف میں مبتلا ہو کر روزہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی مولوی یا کوئی اور شخص اس بات کا قطعاً مجاز نہیں ہے کہ وہ خدائی فوجدار بن کر اللہ اور بندے کے درمیان دیوار بننے کی کوشش کرے۔ روزہ کا مقصد تقویٰ کی

بلندیوں کو حاصل کرنا ہے وہ شخص کس طرح تقویٰ کی راہوں پر گامزن ہوسکتا ہے جو اللہ کی دی ہوئی آسانی کو چھیننے کے درپے ہو یا آسانی سے فائدہ اٹھانے سے گریز کرے۔عصر حاضر میں کہا جاتا ہے کہ سفر آسان ہو گئے ہیں اس لیے روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ایسے لوگوں کو یادرکھنا چاہیے کہ قرآن کریم قیامت تک کے لیے نازل ہوا ہے اور اللہ جانتا تھا کہ ایسا دور بھی آئے گا جب سفر آسان ہو جائیں گے۔بعض بڑے نام کے مولوی حضرات نے بھی بیماری اور سفر میں اللہ کی دی ہوئی آسانی کو پس پشت ڈال کر روزہ رکھ کر مخلوق خدا کو مشکل میں مبتلا کر رکھا ہے۔مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ ''جب سے روزے فرض ہوئے کبھی نہ سفر، نہ مرض، کسی حالت میں روزہ چھوڑا۔خیر رمضان شریف میں بیمار رہا اور بہت بیمار ہوا مگر بحمد اللہ تعالیٰ روزے نہ چھوڑے۔'' (ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۴۱۳)

عجیب دور آ گیا ہے اللہ کہتا ہے کہ مسافر اور مریض روزے نہ رکھیں مگر مولوی صاحب نافرمانی کرتے ہوئے روزے رکھتے ہیں اور بڑے تکبر سے بتاتے ہیں کہ ہم نے روزہ رکھا ہے۔لوگ کہتے ہیں دیکھو کتنا بڑا پیر ہے (نافرمان ہے ہمارے نزدیک) بیماری اور سفر میں بھی روزے رکھتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

''کئی روزہ دار ہیں جن کو ان کے روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی رات کو اُٹھ کر عبادت کرنے والے ہیں مگر ان کو سوائے بیداری اور بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

(ابن ماجہ کتاب الصیام)

معزز قارئین! سوچیے گا ضرور کہ وہ روزہ دار جنہوں نے گزشتہ دنوں چند سو روپے کا کفن ہزاروں روپے میں فروخت کیا، قبروں کی قیمت تیس ہزار سے ڈیڑھ لاکھ وصول کی کیا متقی ہیں؟، قبرستان کی زمین پر گھر بنانے والے، قبضہ کی زمین پر مسجدیں بنا کر چوری کی بجلی سے روشن اور ٹھنڈا کر کے فتوے دینے والے اور ان فتوؤں کو سننے والے، چائنا کٹ کے نام سے سرکاری زمینوں جنہیں پارک کہا جاتا تھا آباد کرنے اور آباد ہونے والے روزہ دار کیا اللہ کے پیار کے مستحق ہیں؟

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا

اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" (بخاری کتاب الصوم) لیجیے اس حدیث مبارک کو پیارے وطن کے مولویوں، سیاستدانوں، مختلف اداروں کے ملازمین اور عوام الناس پر چسپاں کیجیے اور جائزہ لیجیے کہ پوری قوم میں کتنے افراد ہیں جو جھوٹ جیسے غلیظ اور خبیث بُت کی دن رات پوجا نہیں کرتے۔ جو جھوٹ کی پوجا نہیں کرتے بس وہی ہیں جو اس حدیث کے مطابق سچے روزہ دار ہیں۔ ایسے مبارک لوگ ہی ہیں جن کے لیے دنیا اور آخرت کی حسنات بے بہا ہیں۔ درج ذیل احادیث ایسے خوبصورت لوگوں کو بے حد لطف دیتی ہیں:۔

ا۔ سنو سنو تمہارے پاس رمضان کا مہینہ چلا آتا ہے۔ یہ مہینہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کر دیے ہیں اس میں جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے جو اس کی برکات سے محروم رہا تو سمجھو کہ وہ نامراد رہا۔ (سنن نسائی کتاب الصوم) ۲۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ماہ رمضان کے استقبال کے لیے یقیناً سارا سال جنّت سجائی جاتی ہے۔ اور جب رمضان آتا ہے تو جنّت کہتی ہے کہ یا اللہ اس مہینے میں اپنے بندوں کو میرے لیے خاص کر دے۔ (بیہقی شعب الایمان) ۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی رمضان کے پہلے دن روزہ رکھتا ہے تو اس کے پہلے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر روز رمضان میں ہوتا ہے اور ہر روز اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اس کی بخشش کی دعائیں صبح کی نماز سے لے کر ان کے پردوں میں چھپنے تک کرتے ہیں۔ (کنز العمال۔ کتاب الصوم) ۴۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: "فرشتے روزہ دار کے لیے دن رات استغفار کرتے ہیں۔" (مجمع الزوائد) رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جو شخص رمضان کے مہینے میں حالت ایمان میں ثواب اور اخلاص سے عبادت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔" (سنن نسائی کتاب الصوم)

اللہ تعالیٰ ہمیں سچوں میں شامل کرے اور روزہ رکھنے اور روزے کا حق ادا کرنے والا بنائے۔ بھوکوں، بیماروں اور مسافروں کے حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماں کا قتل

جھگڑے سے تنگ نوجوان نے فائرنگ کر کے بیوی کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (روزنامہ وقت ۲۷ جون ۲۰۱۵ء)

بیویوں کو قتل کرنا اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عام سی بات ہوگئی ہے۔ تیزاب سے جلا کر، ناک اور جسم کے دوسرے اعضاء کاٹ کر خاوند اپنے اندر کے شیطان کو خوش کرتے ہی ہیں۔ ہماری بدقسمت قوم میں پچھلی دو دہائیوں سے والدین کو قتل کرنا بھی عام ہوتا چلا رہا ہے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی سالانہ رپورٹ بابت سال ۲۰۱۰ء کے مطابق پاکستان میں ۵۸ ماؤں کو اور ۶۲ باپوں کو اُن کے حقیقی بیٹوں نے قتل کیا اور ۵۰ بیٹیوں کو اُن کے والد صاحبان نے قتل کیا۔ ۴۲۵ عورتیں اپنے شوہروں کے ہاتھوں ماری گئیں، ۲۲۵ کو ان کے بھائیوں نے قتل کیا، ۶۳ عورتوں کو اُن کے سُسرال والوں نے قتل کیا، ۲۲۸ عورتوں کو اُن کے قریبی عزیزوں نے قتل کیا، کم از کم ۱۸ عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا اور آٹھ عورتوں کو قتل کرنے سے پہلے ا ن سے اجتماعی زیادتی کی گئی۔

معزز قارئین! بچوں کی اسلامی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اولاد کا غیر اسلامی رویہ ماں باپ اور معاشرے کے لئے سوہانِ رُوح بن چکا ہے۔ وہ بچے جنہیں ماں باپ پالتے پوستے ہیں ، اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ کر ان کی خواہشات کو پورا کرتے ہیں اور اُن کے سُکھ کے لئے اپنا آرام و چین قربان کر دیتے ہیں، ان میں سے بعض بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں تو ماں باپ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے وہ کوئی دُشمن ہوں۔ اور ایسے الفاظ کہہ دیتے ہیں جن کا مطلب ہوتا ہے کہ تم کچھ نہیں جانتے ہو، تم ہماری خوشیوں کے دُشمن ہو، تم جاہل ہو اور تم پرانے خیالات کے ہو وغیرہ وغیرہ۔ ماں باپ سے اس طرح کا سلوک کرتے ہیں جیسے آج کے حاکم اپنی رعایا سے کرتے ہیں۔

بیٹے شادی سے پہلے اپنی ماں اور اپنے باپ کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں مگر شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی اُن کی نگاہوں میں بیگانگی جھلکنے لگتی ہے۔ وہی بیٹا جو اپنی ماں کے ہاتھ میں اپنی کمائی تھمایا کرتا تھا اور اُسے اس

سے کوئی غرض نہ تھی کہ اُس کی ماں اس رقم کو کہاں خرچ کرتی ہے ،شادی کے بعد بدتمیزانہ طریقے سے حساب مانگنے لگتا ہے۔آخر کار اپنی ماں کو بیوی کا محتاج بنا دیتا ہے۔یہ جو ساس بہو کے قصے گھروں میں آگ لگاتے ہیں اُس کی بڑی وجہ بیٹے کا منفی رویہ ہوتا ہے۔جب بیٹے اپنی توجہ ماں سے ہٹا کر مکمل طور پر بیوی کی طرف کر لیتے ہیں تو ماں جب اپنے بیٹے کی بے توجہی دیکھتی ہے تو اُسے ہر وہ چیز بُری دکھائی دیتی ہے جس سے تعلق کے نتیجے میں اُس کی ممتا تڑپتی ہے۔عام طور پر بہوؤں کا رویہ اپنے خاوند کے رویے کو دیکھ کر تبدیل ہوتا ہے۔جب وہ دیکھتی ہیں کہ اُس کا خاوند اپنی ماں سے بدتمیزی سے بات کرتا ہے تو وہ بھی بدتمیزی شروع کر دیتی ہے۔جب وہ دیکھتی ہے کہ بیٹا اپنی ماں کی بات غور سے نہیں سُنتا ،اُس کا کہا نہیں مانتا تو وہ بھی اپنی ساس کی جائز ضرورتوں کو بھی پورا کرنے سے کترانے لگتی ہے۔نتیجے کے طور پر ایسے گھر ایک ایسی آگ کی لپیٹ میں آجاتے ہیں جس کے شعلے گھر میں رہنے والے سبھی افراد کو دن رات جلاتے ہیں اور بچوں کی تعلیم وتربیت بھی عام طور پر ان شعلوں کی نذر ہو جاتی ہے۔اور نوبت یہاں تک بھی پہنچ جاتی ہے کہ بیٹا بیوی کو جان سے مار دیتا ہے اور ض اوقات حالت جنون میں ماں باپ کی بھی جان لے لیتا ہے ۔ماؤں اور بیویوں کی جان عام طور پر گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے لی جاتی ہے اور باپوں کو عام طور جائداد کے تنازعے کی وجہ سے بیٹے قتل کرتے ہیں۔اگر بچے اپنے والدین کی قدر نہ کریں تو یہ کسی صورت نہیں ہوسکتا کہ والدین جیسے مظبوط سائبان کو تار تار کر کے بچے سُکھ چین کی زندگی گزار سکیں۔علامہ شہاب الدین احمد قلیوبی شافعیؒ (۱۰۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھی عورت کو کندھے پر اُٹھائے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے بزرگ نے اس شخص سے عورت کے متعلق استفسار کیا تو اس نے بتایا کہ یہ میری ماں ہے اور مَیں سات برس سے اسی طرح اُٹھائے ہوئے ہوں۔میرے آقا! یہ بتلایئے کہ کیا مَیں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔وہ بزرگ بولے نہیں ہرگز نہیں اگر تمہاری عمر ہزار برس بھی ہوجائے اور تم اسے اسی طرح اُٹھائے رہو تو تمہارا یہ اُٹھانا ان راتوں میں سے ایک رات کے برابر بھی نہیں ہوسکتا جس میں تمہاری والدہ تمہیں گود میں لے کر کھڑی رہی تھی اور تمہیں اپنے پستانوں سے دودھ پلا رہی تھی۔'' (علمی،ادبی،تاریخی جواہر پارے از نعیم الدین ناشر مکتبہ الخیر اردو بازار لاہور) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کی خدمت واطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور عورتوں اور بچوں کے لئے باعث رحمت بنائے۔آمین۔

ہندوئوں میں بت پرستی کی ابتداء

ابوریحان البیرونی اپنی مشہور کتاب ''الہند'' میں لکھتے ہیں:۔

اگلے زمانے میں ایک راجہ تھا جس کا نام اَنبیرِ ش تھا۔سلطنت کے متعلق آرزو پوری ہوگئی تو اس کو اس کی طرف رغبت نہ رہی اور اس نے ترک دنیا کیا۔وہ بہت دنوں تک تخلیہ میں اللہ کی عبادت کرتا رہا۔ایک دن ربّ اس پر انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔راجہ نے جب اس کو دیکھا، ہیبت سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔وہ سجدہ میں گر پڑا اور بہت تسبیح کی۔رب نے تسلی دے کر اس کی وحشت رفع کی اور اس کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی بشارت دی۔راجہ نے کہا ''ہم کو ایسی سلطنت ملی تھی جس میں کسی نے میرے ساتھ جھگڑا نہیں کیا۔اور ایسی حالت ملی تھی جس میں کسی غم یا بیماری سے کدورت سے نہیں پیدا ہوئی۔گویا ہم نے دنیا کو بتمام کہ پالیا تھا، پھر جب ہم نے سمجھا کہ دنیا کا فائدہ انجام کے اعتبار سے نقصان ہے تو ہم نے اس سے منہ پھیرا اور اس کے سوا ہم کو کوئی تمنا نہیں تھی جو اس وقت ملی۔اس کے بعد اس قید سے نجات پانے کے سوا ہماری اور کچھ خواہش نہیں ہے۔''

ربّ نے کہا ''نجات دنیا کو چھوڑ کر تنہائی اختیار کرنے، ہمیشہ فکر (دھیان) کرتے رہنے اور حواس کو اپنے پاس روکے رکھنے سے ہوگی۔''

راجہ نے کہا ''فرض کیجیے کہ ہم بوجہ اس غیر معمولی صلاحیت کے جو ہم کو دی گئی ہے اس پر قادر ہو جائیں لیکن جب انسان کے لیے کھانا اور کپڑا ضروری ہے اور یہی دو چیزیں انسان کو دنیا میں پھنساتی ہیں تو میرے سوا دوسرے لوگ اس پر کس طرح قادر ہوں گے۔پس اس کے سوا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟''

ربّ نے کہا ''اپنی سلطنت کو اور دنیا کو اعتدال اور خوبی کے ساتھ استعمال کرو۔دنیا کو آباد کرنے اور دنیا والوں کی حمایت کرنے کا جو کام کرو اور جو کچھ صدقہ کرو بلکہ کل حرکات میں نیت میری طرف متوجہ رکھو۔اگر تم پر انسانی بھول غالب آجائے تو جس صورت میں تم نے مجھے دیکھا، اس کی ایک تمثال (مجسم بت) بنالو، خوشبو اور روشنی کے ساتھ اس کے پاس آؤ اور اس کو ہماری نشانی قرار دو تاکہ ہم کو نہ بھولو۔کسی کام کا ارادہ کرو تو میرے

ذکر کے ساتھ، گفتگو کرو تو میرے نام کے ساتھ اور کام کرو تو میرے واسطے۔''

اس کے بعد یہ صورت نظر سے غائب ہوگئی۔ راجہ سلطنت میں واپس آیا اور وہ سب کچھ کرنے لگا جو اسے بتایا گیا تھا۔ ہندو کہتے ہیں کہ اسی وقت سے بت بنائے جانے لگے۔ (راجہ اَنبیر ش کی وفات کے بعد اس کی قوم نے چار ہاتھوں والے دیوتا کا بت بنا کر اس کی پرستش شروع کردی تھی۔)

برہما کا ایک بیٹا نارد تھا۔ اس کا مقصود اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا کہ ربّ کو دیکھے۔ اس کی حالت تھی کہ آمدورفت میں ہمیشہ ایک لاٹھی (عصا) اپنے پاس رکھتا تھا جس کی حالت یہ تھی کہ جب وہ اس کو زمین پر ڈالتا تو وہ سانپ بن جاتی تھی۔ نارد اس سے عجیب وغریب کام لیتا تھا اور کبھی اس کو جدا نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ اس کے دھیان میں تھا جس کو دیکھنے کی آرزو رکھتا تھا کہ دور سے ایک روشنی دیکھی۔ وہ روشنی کی طرف گیا۔ روشنی سے آواز آئی کہ تُو جو چیز مانگتا اور جس کی تمنا رکھتا ہے، وہ محال ہے۔ تیرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ مجھ کو اس طریقہ کے سوا اور کسی طرح دیکھے۔ نارد نے نظر اُٹھائی تو انسان کی شکل وصورت کا ایک نورانی شخص دیکھا۔ اس وقت سے (مختلف) صورتوں کے بت بنائے جانے لگے۔

(کتاب الہند از ابوریحان البیرونی صفحہ ۱۲۴ تا ۱۲۶)

ہندوستان میں اجتماعی بت پرستی کی شروعات روجہ سوراج نے کروائی تھی تاریخ فرشتہ'' کے مصنف ''محمد قاسم فرشتہ'' لکھتے ہیں:۔

''ہندوستان میں (اجتماعی) بت پرستی راجہ سورج کے زمانے میں شروع ہوئی، جھارکھنڈ کے ایک برہمن نے راجہ کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ اگر وہ اپنے بزرگوں کے سونے چاندی کے مجسمے بنوا کر ان کی پوجا کرے گا تو وہ صراط مستقیم کو پالے گا، چنانچہ راجہ نے اس کو قبول کیا اور اس کی قوم نے بھی اس کا یقین کرلیا، اور ہندوستان میں آگ کی عبادت کا تصور ایک ایرانی شخص لایا تھا''۔

(تاریخ فرشتہ از محمد بن قاسم مترجمہ عبدالحی خواجہ)

ہندوستان کی قدیم تہذیب یعنی سندھ کی شہری تہذیب ۱۵۰۰ قبل مسیح مکمل طور پر دم توڑ چکی تھی اور آریائی قوم ہندوستان پر قابض ہوچکی تھی۔ آریائی قوم نے مشاہدہ کیا کہ قدیم قوم کے باسی جنہیں ان نے

''داس'' کا نام دیا تھا لنگ کی پوجا کرتے ہیں۔اس پوجا کو ''اندری پوجا'' کہا جاتا ہے۔اس پوجا کو آریائی قوم نے بھی اپنا لیا۔لنگ کی پوجا آبادی میں اضافہ کے لیے کی جاتی ہے۔شیو پرست اور یوگ کے بعض مکاتب فکر آج تک کرتے ہیں۔لنگ پوجا قدیم ترین پوجا ہے۔آریائی قوم تین طبقوں میں تقسیم تھی برہمن، کھشتری، ویش۔مفتوح قوم کے باشندوں کو چوتھا طبقہ شودر، داس یا داسیو بنالیا گیا۔

ہندوؤں کی مشہور کتاب منودھرم شاستر میں لکھا ہے کہ:۔

''ست پتھ برہمن کی ایک معروف کہانی میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انسانی نسل منو سے چلی۔منو نے ایک مچھلی کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بڑی کشتی بنائی اور انسانوں میں سوائے اس کے کوئی اور زندہ نہ رہا۔پانیوں کے اترنے پر اس نے عبادت اور نفس کش کو شعار بنایا۔اور ایک عورت اڑا یا الا پیدا ہوئی۔ ساری نوع انسانی ان دونوں کی اولاد ہے۔''

(ہندو مذہب کے مطابق منو پہلا انسان ہی نہیں پہلا بادشاہ بھی تھا قربانی کی پہلی آگ بھی منو نے روشن کی تھی۔اس کا پہلا بیٹا اکسواکو (Ikswaku) ایودھیا کا بادشاہ تھا۔اکسواکو کے بیٹے وکلسی نے اکسواکو کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔اس کی نسل سورج بنسی (سورج کے بیٹے) کہلاتی ہے۔منو کے تین دیگر بیٹے بھی تھے ایک بیٹی اڈا نامی تھی جس کے بیٹے پرووان نے پراتھستان میں ایلا سلسلہ بادشاہت قائم کیا۔جسے سورج بنسی بھی کہتے ہیں۔پرووان اور اروشی کی داستان محبت سنسکرت ادب میں محبت کی مقبول ترین داستانوں میں سے ایک ہے۔)

ابوریحان البیرونی لکھتے ہیں:''آوت (آفتاب) کے نام کا بت ملتان میں تھا یہ بت لکڑی کا بنا ہوا اور بکری کی سرخ رنگ کی کھال میں منڈھا ہوا تھا۔اس کی دونوں آنکھوں میں دو یاقوت سرخ جڑے ہوئے تھے۔ہندو کہتے ہیں کہ وہ سب سے پچھلے کرتا جگ میں بنایا گیا تھا۔فرض کرو کہ وہ اس جگ کے آخر میں بنا تو اس وقت سے ہم لوگوں کے زمانہ تک دولاکھ سولہ ہزار چار سو بتیس سال ہوتے ہیں۔''

بت پرستی کا رواج کب شروع ہوا معین طور پر بتانا مشکل ہے گو عصر حاضر میں ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ بت ہندو پوج رہے ہیں مگر دنیا میں سب سے زیادہ پوجا جانے والا قدیم ترین بت جھوٹ ہے۔

نام بڑے اور درشن چھوٹے

اگر کسی کا نام شیر ہو اور وہ شیر جیسی بہادری دکھانے سے قاصر ہو تو اسے نام کا شیر کہا جاتا ہے۔اسی طرح وطن عزیز کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھنے سے اس وقت تک کسی قسم کی برتری یا فخر کا کوئی پہلو بھی نہیں نکلتا جب تک وطن عزیز میں مولوی، سیاست دان، فوج اور عدالتیں اس نام کی عظمت کو سمجھتے ہوئے اپنا قبلہ درست نہیں کرتے۔موجودہ حالات میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں ''ہاتھی کے دانت، دکھانے کے اور کھانے کے اور۔'' عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نام کی مناسبت سے نام دار میں کچھ خوبیوں کے شگوفے کھلتے ہیں۔بدقسمتی سے اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلامی فلاحی ریاست کی بجائے شیطانی ریاست کا روپ دھارتی چلی جارہی ہے اور نام نہاد پاکباز مولوی قبضہ کی زمینوں پر مسجدیں بنا کر چوری کی بجلی سے روشن کر کے تقریریں فرما رہے ہیں، اسلام اور پاکستان کی سلامتی مانگ رہے ہیں۔آئین وقانون نام نہاد سیاست دانوں کی رکھیل بن چکے ہیں اور پاکیزگی اس دھرتی سے منہ موڑ چکی ہے۔حسن نثار نے بہت پہلے کہا تھا کہ اس ''ملک کا نام پلیدستان ہونا چاہیے۔'' اس ملک میں اچھی بات کہنا یا اپنے ضمیر کی آواز پر برے کو برا کہنا جرم بن چکا ہے۔

گزشتہ دنوں جماعت احمدیہ کے انچاسویں جلسہ سالانہ کے موقع پر بھٹو کے قریبی ساتھی اور پیپلز پارٹی کے ممتاز راہنما سابق ہائی کمشنر برطانیہ واجد شمس الحسن نے اپنے خطاب میں کہا:۔

''احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں ملاؤں کا ہاتھ تھا۔اور یہ فیصلہ غلط تھا۔''

اس بیان کے میڈیا پر آتے ہی مولوی حضرات کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔وہ کچھ اور تو کر نہیں سکتے، خود کو لگی حسد اور حسرتوں کی آگ سے نکلنے والے بدبودار دھوئیں سے عام مسلمانوں کو گمراہ ہی کر سکتے ہیں اور ایسا گزشتہ تقریباً ۷۰ سال سے کر رہے ہیں۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں عزیز احمد، خاکوانی، جالندھری، وسایا، اسماعیل نامی مولانا حضرات نے مطالبہ کیا ہے کہ واجد شمس الحسن کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے، لندن میں قادیانیوں کی تقریب میں واجد شمس کا بیان آئین سے غداری، بھٹو اور ممبران پارلیمنٹ کی توہین بلکہ پوری امت مسلمہ کی دل آزاری اور اشتعال انگیزی کی مذموم سازش ہے۔مولویوں نے یہ بھی کہا ہے

کہ واجد شمس الحسن کو دی گئی تمام مراعات واپس لی جائیں۔ (روزنامہ امت کراچی یکم ستمبر ۲۰۱۵ء)

اب ہم ان مولویوں سے پوچھتے ہیں کہ مولویوں کا جنرل ضیاء الحق کی طرف سے بنائی گئی شوریٰ کا ممبر بننا کیا آئین سے غداری نہیں تھا جبکہ ضیاء صاحب فرما رہے تھے کہ آئین کی حیثیت ردی کے ٹکڑے سے زیادہ نہیں۔ سیاستدانوں کے متعلق فرما رہے تھے کہ وزارتوں کے لیے دم ہلاتے بھاگے آئیں گے۔ بھٹو کی توہین کا ڈھنڈورا پیٹنے والے مولویو! کیا جنرل ضیاء نے اسے پھانسی پر نہیں لٹکایا تھا اور کیا اس کے زیر ناف حصے کی تصاویر نہیں بنائی گئی تھیں تا کہ بھٹو کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کی تصدیق ہو سکے۔ پھر بھٹو اور ممبران پارلیمنٹ کی توہین تب نہیں ہوئی تھی جب ضیاء نے ان کے متعلق قرطاس ابیض شائع کی تھی جس میں بھٹو اور ممبران اسمبلی کو خائن، راشی، جھوٹے، بد معاملہ، بدعنوان، شرابی، زانی، اغواء میں ملوث، رسہ گیر، اسمگلر اور تخریب کار وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔ (قرطاس ابیض بھٹو کا دور حکومت جلد سوم صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۵) اور مولوی حضرات ضیاء الحق کے قصیدے پڑھ رہے تھے۔ اور بھٹو کو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کو جانشین ابوجہل کہا گیا۔ چنانچہ مفتی محمود نے کہا ''کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے موجودہ حکومت کو بدلنا ہوگا۔ انھوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے کی اس تقریر کا حوالہ دیا جس میں مسٹر رامے نے اپوزیشن لیڈروں کو ابوجہل کہا۔ مفتی صاحب نے کہا کہ ابوجہل تو مکّہ میں حکمرانی کرتا رہا اور پیغمبر اسلام حزبِ اختلاف کا کردار ادا کر رہے تھے۔ یہ فیصلہ عوام کریں کہ اپوزیشن راہنما ابوجہل کا کردار ادا کر رہے ہیں یا رامے صاحب ابوجہل کے جانشین ہیں۔'' (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ نومبر ۱۹۷۴ء) جہاں تک امت مسلمہ کی دل آزاری کا تعلق ہے تو امت مسلمہ فرقہ واریت کے شکنجے میں کسی ہوئی، دہشت گردی، بھوک، غربت اور جہالت کی ماری ہوئی نیم مردہ ہو چکی ہے اور اگر کچھ کسر رہ گئی ہے تو اسے نام نہاد علماء پوری کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ ایک مذبحہ خانہ کی ویڈیو ان دنوں یوٹیوب پر موجود ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ جانوروں کے پیٹ سے آلائشیں نکال کر انہیں لٹکا دیا گیا ہے، ایک صاحب نے جب ایک جانور کے پیٹ پر ہاتھ مارا تو پیٹ میں مزے کرتے چوہے اچھل اچھل کر باہر آنے لگے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر کسی نام نہاد مولوی کے پیٹ پر لات پڑے تو چوہوں سے بھی بہت بڑی بڑی گالیاں اس کے منہ سے برآمد ہوں گی۔ واجد شمس الحسن نے بھی ان

مولویوں کے پیٹ پر لات ماری ہے۔

پنجاب اسمبلی کے ممبران نے بھی مولوی الیاس چینیوٹی جیسے قد آور مولویوں کو اپنے کندھوں پر بٹھایا ہوا ہے۔ یہ نام نہاد ممبران عوام کے لیے کچھ کرتے نہیں اسی انتظار میں رہتے ہیں مولوی کوئی قرارداد پیش کرکے شور مچائیں اور وہ قرارداد کا ساتھ دیں۔ اب خبر آئی ہے کہ ۲۸ اگست ۲۰۱۵ء کو پنجاب اسمبلی نے واجد شمس الحسن کے بیان کے خلاف متفقہ قرارداد منظور کر لی ہے۔ جس طرح ان ممبران اور نام نہاد مولویوں کو اچھے ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جا سکتا اسی طرح ان کی متفقہ قراردادیں بھی بے وقعت ہیں۔ وکلاء برادری کی نمائندگی میں لاہور ہائی کورٹ بار کی انسانی حقوق کمیٹی کے شریک چیئرمین صاحبزادہ میاں محمد اشرف عاصمی ایڈووکیٹ نے واجد شمس الحسن سابق ہائی کمشنر برطانیہ کو ایک قانونی نوٹس بھیجا ہے کہ وہ اپنے قادیانی نواز بیان کی دو ہفتے کے اندر وضاحت کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو ان کے خلاف ایف آئی آر 295c کے تحت درج کرائی جائے گی۔ اور انہیں وزارت داخلہ وخارجہ کے ذریعے واپس لایا جائے گا۔ عاصمی نے مزید کہا ہے کہ عالمی مجلس ختم نبوت، انجمن طلباء اسلام، تنظیم اتحاد امت اور مصطفائی تحریک سمیت مختلف جماعتوں نے مجھ سے رابطہ کر کے مبارکباد دی ہے۔ ہم تحفظ ختم نبوت کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار ہیں۔ (امت ۴ ستمبر ۲۰۱۵ء رپورٹ منصور اصغر راجہ)

لیجیے انصاف کے ٹھیکیدار بھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فارغ مولویوں کی ہاں میں ہاں ملانے کے لیے میدان میں اُتر آئے ہیں۔ یہ ختم نبوت کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی بیان کردہ سچائی، ایمانداری اور انصاف جیسی بلند و بالا تعلیمات کو نعوذ باللہ ہیچ سمجھتے ہیں۔ یہی وکیل ممتاز قادری جیسے قاتلوں کو ہار پہناتے ہیں اور کبھی بدنام زمانہ سابق چیف جسٹس افتخار کے سامنے بھنگڑے ڈالتے ہیں اور اکثر وکیل پیسوں کے لیے اپنا ایمان دن رات بیچتے ہیں۔ عاصمی صاحب ضمیر کی کھری آواز کبھی بھی ٹٹ پونجی گماشتوں کی دھمکیوں سے دبا نہیں کرتی۔ جہاں انصاف کوڑیوں کے بھاؤ بکتا ہو وہاں مقدموں سے کون ڈرتا ہے۔ جہاں انصاف ایک سو دو انسانوں کے قاتل ملک اسحاق کو معصومیت کا سرٹیفکیٹ دیتا ہو وہاں ختم نبوت کے نام پر لوگوں کو مشتعل کرنا قطعاً عجیب نہیں لگتا ہے۔

مشہور کالم نگار سعود ساحر پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ انہوں نے بھی سوچا کہ مولویوں کے سامنے علمیت

بگھارنے کا اچھا موقع ہے، جبکہ سبھی واجد شمس الحسن کو ان کی ذاتی رائے کا اظہار کرنے پر لتاڑ رہے ہیں کیوں نہ ایک آدھ دھمکی مَیں بھی دے دوں سوانہوں نے کہا'' بھٹو کے لاڈلے واجد شمس الحسن کے لیے مشورہ ہے کہ، ذرا پاکستان آئے اور اپنی گمراہ کن سوچ کا اظہار کرے تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو۔ یا ۷۴ء کے بعد یہ بات کہتا تو خود بھٹو مرحوم کے ہاتھوں جے اے رحیم سے بدتر حشر ہوتا۔''

(سنتا جا شرماتا جا روزنامہ امت ۵ ستمبر ۲۰۱۵ء)

جس پاکستان میں موصوف واجد شمس الحسن کو آنے پر عبرت کا نشان بنا دینے کی دھمکی دے رہے ہیں اس پاکستان کے متعلق اپنے اسی کالم میں لکھتے ہیں'' کہاوت ہے کہ لنکا میں سب باون گزے۔ جب آوے کا آوا ہی بگڑا ہو تو ریاست کا کوئی ایک گوشہ کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔''

بے شرمی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ساحر صاحب ایک شریف آدمی کو اپنی رائے کا اظہار کرنے پر سزا دلانے کے لیے باون گزوں کے حوالے کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ باون گزے اچھی بات پسند نہیں کیا کرتے۔ جہاں آوے کا آوا بگڑا ہوا ہو، جہاں سب باون گزے بستے ہوں وہاں ضرور ایسی غلطیاں ہوئی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے قوم بدحال ہو جاتی ہے۔ اس بربادحالی کی وجہ واجد صاحب کی بیان کردہ غلطی بھی یقیناً ہے۔

ہوا ہے جب سے شہرہ اس عدوئے دین و ایماں کا
خدا حافظ نہیں ہوتا کسی مرد مسلماں کا

ارشادات رسول اللہ ﷺ!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ'' اللہ تعالیٰ شرابی کی عبادت چالیس دن تک قبول نہیں کرتا اور اگر وہ اس دوران مرجائے تو کافر مرتا ہے۔''

رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ'' ملعون ہے وہ شخص جو کسی ایسے دسترخوان پر بیٹھے جہاں شراب پی جاتی ہے۔''

ختم نبوت کانفرنس اور نوائے جنگ

خود کو سمجھ رہا ہے جو جنگل کا حکمراں
گیدڑ ہے فقط حیا چیتے کی کھال میں

جس قوم میں مثبت مباحثہ کا گلا گھونٹ دیا جائے وہاں جہالت کا راج ہوتا ہے۔خود پسندی برداشت کی قوت سلب کر لیتی ہے۔ویسے تو پاکستان میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد عدم برداشت جیسی بڑی بُرائی میں مبتلا ہیں مگر اس لت کو پروان چڑھانے والے وہ نام نہاد علماء ہی ہیں جو منبر رسول ﷺ کو اپنی ناکام و نامراد حسرتوں کو پورا کرنے کے لیے سیڑھی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔اور وہ اخبارات، رسائل اور الیکٹرانک میڈیا جو ریٹنگ بڑھانے کے چکر میں قوم کو اندھیروں میں رنگ بھر کر بھٹکنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

گزشتہ دنوں نوائے جنگ برطانیہ نامی اخبار نے ختم نبوت پر خصوصی ایڈیشن شائع کر کے نام نہاد علماء کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔جماعت احمدیہ جو کہ ایک نہایت پر امن جماعت ہے، دلائل سے بات کرتی ہے،اس جماعت کے افراد کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث مقدسہ سے ہی دلائل دیے جائیں۔ایسی پڑھی لکھی جماعت کے خلاف نوائے جنگ کا نام نہاد مولویوں کے ہاتھوں میں کھیلنا سمجھ سے بالا تر ہے۔اگر نوائے جنگ کے کرتا دھرتاؤں کو نام نہاد مولویوں کے ہاتھوں میں کھیل کر تماشہ بننے کا اتنا ہی شوق ہے تو ایک ایڈیشن اپنے عقیدے کے متعلق شائع کریں۔ہم یقین دلاتے ہیں کہ نام نہاد مولوی نہ صرف آپ کو کافر قرار دیں گے بلکہ ننگی کا ناچ نچا دیں گے۔ویسے بھی پاکستان میں سبھی نے مولویوں کی طرف سے دیے گئے کفر کے ہار پہنے ہوئے ہیں۔لطف کی بات یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے والے تمام فرقوں کے مولویوں نے مل کر جماعت احمدیہ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا اور پارلیمنٹ سے اس فتویٰ کو قانونی حیثیت بھی دلا دی۔نوائے جنگ میں بھٹو کو اس واقعہ کا ہیرو قرار دیا گیا ہے۔کاش نوائے جنگ کی انتظامیہ سے تعلق رکھنے والا کوئی عقل مند مولویوں سے پوچھتا اپنے اس ہیرو کا بینڈ بجانے کے لیے قومی اتحاد کی صورت میں مولوی

نوستارے کیوں بن گئے تھے؟ وہ مولوی جو ایک دوسرے کو مسلمان نہ سمجھنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کیوں کر ہو گئے تھے؟ مولوی کوثر نیازی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ پی۔این۔اے کے تضادات کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کی غرض سے میں نے ایک جلسہ عام میں چیلنج دیا کہ اگر یہ لوگ نظام مصطفیٰ کے نفاذ میں اتنے ہی مخلص ہیں اور اس کا اتحاد بھی خلوص نیت پر مبنی ہے۔تو مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی محمود کے پیچھے نماز ادا کر کے دکھائیں اور پھر اس کی قضا بھی ادا نہ کریں۔(یہ وار بہت سود مند ثابت ہوا تھا۔کیونکہ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی امامت میں نماز پڑھنا گناہ جانتے تھے۔)

(اور لائن کٹ گئی از مولانا کوثر نیازی صفحہ ۴۰)

مولانا کوثر نیازی جانتے تھے کہ یہ نورانی اور مفتی محمود ہیں، محمود و ایاز نہیں۔اب یہ مولوی خود عمل نہیں کرتے بس لوگوں کو یہ شعر سناتے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

نوائے جنگ میں مولویوں کی طرف سے بھٹو کی موت کے پیچھے احمدیوں کا ہاتھ بھونڈے انداز سے ثابت کرنے کی کوشش کرنا پرلے درجے کی نا انصافی اور سچائی کا خون کرنا ہے۔مسعود محمود کو احمدی ثابت کرنا مولوی کا کام ہے۔جہاں تک بھٹو کو پھانسی دیے جانے کا تعلق ہے نوائے جنگ ہی میں لکھا ہے کہ ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران علماء کے ایک وفد نے بھٹو سے ملاقات کی، اس ملاقات میں علماء نے قادیانیوں کی سیاسی سازشوں سے آگاہ کیا، جب علماء ملاقات سے واپس ہو رہے تھے تو بھٹو مرحوم نے قائد وفد کو پیچھے سے آواز دے کر بلایا اور کہا ''مولوی صاحب! میں اس مقدس اور عظیم مطالبے کو دل و جان سے قبول کر چکا ہوں اور انشاء اللہ میری حکومت برسوں پرانے اس فتنے کا آئینی سدباب کر دے گی مگر یہ حقیقت بھی جانتا ہوں کہ اس فیصلے کے بعد آپ لوگ میری گردن میں پھانسی کے پھندے کی قربانی کا تقاضہ کر رہے ہوں گے۔''

نوائے جنگ ہی میں روزنامہ مشرق کے سرورق کا عکس موجود ہے اس پر لکھا ہے کہ '' آئین اور قانون کی رُو سے حضرت محمد ﷺ کے بعد ہر شکل اور ہر معنی میں نبوت کے دعوے دار اور اسے پیغمبر یا مصلح

ماننے والے افراد غیر مسلم ہیں۔'' اب ذرا مفتی حامد رضا خان سے کیا گیا ایک سوال اوراس کا جواب ملاحضہ فرمائیں۔سوال:'' سچے مسیح رسول اللہ وکلمۃ اللہ کی نسبت یہ سوال کہ اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدائے تعالیٰ اس عہدہ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دئے گا؟'' جواب:'' حاش اللہ نہ وہ خود مستعفی ہوں گے نہ کوئی نبی نبوت سے استعفا دیتا ہے نہ اللہ عز وجل انہیں معزول فرمائے گا نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے اور ضرور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے۔'' پھر فرماتے ہیں:''اس عہد عظیم پر حضرت روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اتریں گے اور باوصف نبوت ورسالت محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی وناصر دین ہو کر رہیں گے۔''

(فتاویٰ حامدیہ از مفتی حامد رضا خاں قادری صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹)

اب صورت حال یہ بنتی ہے کہ امت محمدیہؐ میں آنے والا نبی بھی ہوگا اور امتی بھی۔ جماعت احمدیہ کا موقف ہے کہ حضور ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والا بانی جماعت احمدیہ کی صورت میں آچکا ہے اور غیر احمدیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والا ابھی نہیں آیا۔ پس آئین پاکستان کی رُو سے نا صرف احمدی غیر مسلم ہیں بلکہ آنے والے کو نبی ماننے کی وجہ سے غیر احمدی بھی غیر مسلم ٹھہرتے ہیں۔

نوائے جنگ میں ایک اشتہار بھی چھپا ہے جس میں لکھا ہے کہ'' گستاخان رسول قادیانیوں کی بوتل شیزان سے پینے والے کل کس منہ سے حشر کے میدان میں شافع محشر محمد رسول اللہ سے جام کوثر مانگے گا؟'' (شیزان فیکٹری اور دیگر اداروں کے بلا اجازت لوگو شائع کرنے پر ادارہ نوائے جنگ کے خلاف مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے) شیزان کی مصنوعات حلال اور شیریں پھلوں آم، اپیچی اور دوسرے رسیلے پھلوں سے تیار ہوتی ہیں۔ شیزان کے مشروبات کا مقابلہ کوئی دوسرا مشروب نہیں کرسکتا۔ جس کی وجہ خدا خوفی اور اعلیٰ معیار ہے۔ اب ہم نوائے جنگ اور مولویان سے پوچھتے ہیں کہ علماء کونسل کا چیئر مین جسے شراب کے کریٹوں سمیت تھانے لایا گیا اور اس کے ماتحت مولوی اور ان کے پیروکار، یہود و نصاریٰ کے مال پر عیاشی کرنے والے، کیا عورتوں کے جسم نوچنے والے، پورنوگرافی کرنے اور دیکھنے والے، مال لوٹنے والے، ایک دوسرے کو کافر اور مُرتد کہہ کر مسلمان کہلانے والے، جہاد کے نام پر معصوم لوگوں کی جان لینے والے، اقلیتوں کی عبادت گاہوں

اور مسجدوں کو فرقہ واریت کے جنون میں مسمار کرنے والے اور عبادت گزاروں کو خُون میں نہلانے والے،قرآن اور حدیث کے متوازی عقائد گھڑنے والے، ناچ گانے کے متوالے اور قوالی کے نام پر میوزک سے دِل بہلانے والے،فحاشی اور عریانیت میں ڈوبے ہوئے مدہوش راہبر،مال و دولت کے لیے ایمان بیچنے والے،جھوٹے گواہ اور وکیل ،رشوت خور،سود خور، زکٰوۃ چور، ملاوٹ کرنے والے، بیواؤں اور یتیموں کا مال کھانے والے قبضہ کی ہوئی زمین پر مساجد بنانے والے اور چوری کی بجلی سے مساجد اور مدرسے روشن کرنے والے، بچوں سے زیادتی اور کم سن بچیوں کی شادی کرنے والے،قرآن سے بچیوں کی شادی کرانے والے، غیرت کے نام پر بچوں اور بچیوں کی زندگی لینے والے، ونی اور کاروکاری کے نام پر عورتوں کی زندگیوں سے کھیلنے والے ،اغواء برائے تاوان کے مُجرم،نا انصاف میڈیا والے اور انصاف کرنے والی عدالتوں کے ناانصاف منصف، فلمی اور اشتہاری کمپنیوں کے مالک اور فلموں سے دِل بہلانے والے،مسلمانوں کو نماز سے روکنے والے، حج سے روکنے والے،قرآن کی تلاوت پر تلملانے والے،کلمہ کی توہین کرنے والے،کلمہ گو مسلمانوں کو کافر اور مُرتد قرار دینے والے، السلام علیکم کہنے اور اذان دینے پر مقدمات درج کروانے والے اور پھر ان پاکیزہ جُرائم پر سزائیں سُنانے والے جج رسول اللہ ﷺ سے جام کوثر پا سکتے ہیں؟ یا صرف شیزان جیسے فرحت انگیز مشروب کا بائیکاٹ کر کے تمام جرائم سے نجات پا کر جام کوثر کے مستحق ہو جائیں گے؟ مولانا طاہر اشرفی کے شراب سمیت پکڑے اور تھانہ سے چھوٹ جانے پر ایک صاحب نے ازراہ تفنن کہا ہے کہ ’’شکر ہے مولانا سے شیزان کی بوتل برآمد نہیں ہوئی۔‘‘

نوائے جنگ ۹ستمبر ۲۰۱۵ء میں مولویوں نے وہی بے وزن و بے دلائل باتیں کی ہیں جنہیں وہ تقریباً ایک سو پچیس سال سے دہرا رہے ہیں۔حیرت کی بات یہ ہے کہ مولویوں کی ہر قسم کی دھا چوکڑی اور بے ہودہ پروپیگنڈا کے باوجود ۲۰۷ ممالک میں قائم جماعت احمدیہ ۱۲۵ برس سے ترقی کی مسلسل منازل طے کرتی چلی جا رہی ہے۔یہ بات مولوی حضرات کے لیے لمحہ فکریہ ہونی چاہیے۔انہیں سوچنا چاہیے اور ان وجوہات کو تلاش کرنا چاہیے کہ جماعت احمدیہ کی مولویوں کی طرف سے شدید مخالفت کے باوجود ترقی کا راز کیا ہے۔امسال ۱۱۳ ممالک سے تقریباً ۳۹۱ اقوام کے ۵ لاکھ ۶۷ ہزار افراد نے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار

کی ہے۔مولوی حضرات ذرا سوچیں تو سہی کہ احمدی اللہ کے فضلوں پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں اور آپ خودساختہ خدائی فوج دار بن کر لوگوں کو مشتعل کر رہے ہیں۔احمدیوں کا خلیفہ اپنی جماعت کے افراد کو کہہ رہا ہے کہ ’’ہر احمدی کا فرض ہے کہ جہاں وہ عدل واحسان اور ایتاءِ ذی القربیٰ کو اپنی زندگی پر لاگو کرے وہاں اس پیغام کو دنیا کے ہر شخص تک پہنچائے۔‘‘اور آپ مولوی حضرات جماعت احمدیہ کی دشمنی میں عدل وسچائی کا خون کرنے کو بھی نیکی قرار دیتے ہیں۔جماعت احمدیہ قرآن حکیم کے ۷۰ زبانوں میں ترجمہ کر کے لوگوں کے دل منور کر رہی ہے اور مولوی حضرات سارا سال چندے مانگتے رہتے ہیں اور عید کے چاند پر پھٹ کر لوگوں کے لیے مصیبت بن جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ امت کو ہدایت کی راہ دکھائے اور عقل سلیم عطا کرے۔مولوی حضرات کو اپنے فسادانہ رویے پر غور کرنے کی توفیق دے تاکہ وہ امت مسلمہ کے لیے رحمت بنیں نہ کہ راہزنوں کا ٹولہ۔آمین یاربّ العالمین۔

نوائے جنگ ہی میں ایک مولوی صاحب نے اپنے اصلی اور حقیقی دکھ کا رونا رویا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

’’آج قادیانیت کا ناسور ایک الگ تھلگ مذہب کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔اس کی وجہ اسلامی نظام خلافت کا نہ ہونا ہے۔امت کو اس فرض اول کا حق ادا کرنا ہوگا بصورت دیگر امت ایسے ہی گمبھیر مسائل کا شکار رہے گی۔‘‘

جماعت احمدیہ میں گزشتہ تقریباً سو سال سے نظام خلافت قائم ہے۔جماعت احمدیہ کی شان و شوکت کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری کردہ نظام خلافت ہی مانی جاتی ہے۔یقیناً مولوی صاحب کو دوسرے مولوی حضرات کے ساتھ مل کر اسلامی خلافت کا نظام جاری کرنا چاہیے۔اگر احمدیت کو کچلنے کے لیے اور تمام گمبھیر مسائل کے حل کے لیے خلافت ضروری ہے تو اسے جلد از جلد قائم کریں۔نیک کام میں دیر کس بات کی۔جب تک مولوی حضرات یکسوئی سے یہ نیک کام نہیں کر لیتے اس وقت تک غیر متعلقہ موضوعات پر وقت قطعاً ضائع نہ کریں۔اگر مولوی حضرات خلافت جیسا پیارا اسلامی نظام قائم کرنے میں باہمی جھگڑوں کی وجہ سے ناکام رہیں تو ہم عوام الناس کی خدمت میں درج ذیل شعر پیش کریں گے۔

تا توانی دور شو از یار بد یار بد بدتر بود از مار بد

''جہاں تک ہو سکے بُرے دوست سے دور رہ کیونکہ

بُرا دوست بُرے سانپ سے بھی بدتر ہوتا ہے۔''

عامر لیاقت ایک ''مستند گناہ گار''

۹ فروری ۲۰۱۵ء کو جنگ اخبار میں عامر لیاقت نے اپنے خوبصورت چہرے کے پیچھے چھپی گندگی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک ''مستند گناہ گار'' کی مانند سانس روکے سنہری جالیوں کے سامنے باادب کھڑا بس یہی سوچ رہا تھا کہ مجھ جیسے ہسٹری شیٹر، سیاہ کار و خطا کار کی یہ اوقات ہے نہ حیثیت کہ وہ مواجہ شریف کے روبرُو لغزشوں کی بخشش کے لیے اپنے آقا سے اِلتجا کرے۔ زندگی کی اس بوسیدہ کتاب کے بدبودار اوراق میں کمزور اعمال نے صرف گناہ ہی تو تحریر کیے ہیں۔ کیونکہ بار بار یا تو انہیں بلایا جاتا ہے جو ''اپنے'' ہوتے ہیں اور یقیناً میں ان میں سے نہیں۔۔ کوّے کے پَروں سے بھی زیادہ میرے سیاہ اعمال نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا، شرم سے جھکی ہوئی جبیں اُٹھنے کے قابل نہیں اور سہمی ہوئی آنکھیں انجام دیکھ کر بند ہیں۔۔۔ یا پھر وہ طلب کیے جاتے ہیں جو ''عادی مجرم'' ہوں تا کہ عالمین کے بادشاہ کے محبوب کی بارگاہ میں آکر وہ گھٹنے ٹیکیں، آنسو بہائیں، گڑگڑائیں اور بچی کھچی حیا کی چادر اوڑھ کر بچھ جائیں تا کہ انہیں معاف کیا جائے۔۔۔ غالباً مَیں ان ہی میں سے ہوں، اسی لیے بار بار بلا لیا جاتا ہوں۔''

قارئین! بڑا بدبخت ہے وہ انسان جوان لوگوں کے سامنے اپنی گندگیاں بیان کرے جن کے اختیار میں نہ گناہوں سے نجات دلانا ہے اور نہ سابقہ گناہوں پر معاف کرنے کا اختیار ہے۔ انسان لاکھوں قسم کی پلیدگیوں سے لتھڑا ہوتا ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ ان گناہوں کو جن پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال رکھا ہے کسی کے سامنے بیان نہ کرے، بالکل اسی طرح جس طرح اہل اللہ، اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے گھبراتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے اور گناہوں کی بخشش کے لیے صرف اللہ تعالیٰ ہی وہ ہستی ہے جس کے سامنے گڑگڑایا جا سکتا ہے۔ عجیب شخص ہے عامر لیاقت پہلے گناہ کرتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ کے دربار میں روتا ہے۔ پھر اپنے گناہوں اور رونے کی اطلاع ساری دُنیا کو بذریعہ اخبار دیتا ہے اور اگلے سال کے لیے گناہ اکٹھے کرتا رہتا ہے۔ گناہوں پر دلیری آخرکار انسان کو شیطان بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عامر لیاقت کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

اشوکا درخت۔The Ashoka Tree

بے شمار طبی فوائد کے حامل اشوکا درخت کو ہندو مقدس درخت مانتے ہیں۔اس درخت کو ہندی میں دیب دارو کہا جاتا ہے اور لاطینی نباتاتی نام SARACA INDICA ہے۔ یہ قیمتی درخت گھنا سایہ دار اور بارہ مہینے سرسبز و شاداب رہتا ہے۔اس کی اونچائی دس پندرہ فٹ تک ہوتی ہے۔اس پر کھلنے والے پھول سنترہ کے رنگ کے یعنی سرخ گچھے دار اور خوشبو دار ہوتے ہیں اور موسم بہار سے برسات تک رہتے ہیں۔اشوکا درخت پر لگنے والی پھلیوں میں سرخ رنگ کے تخم ہوتے ہیں، چھال بھی باہر سے مٹیالے رنگ کی اور اندر سے سرخ ہوتی ہے، چھال میں پیدا ہونے والی گوند پہلے سفید اور بعد میں سرخ ہو جاتی ہے۔اشوکا درخت بنگلا دیش، بھارت اور پاکستان میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

اشوکا کے پتے، پھول اور چھال طاقت ور انٹی بیکٹیریا خصوصیات رکھنے کی وجہ سے انفیکشنز کے علاج کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔اشوکا کے پھولوں کو جدید تحقیق کے مطابق خون کے کینسر زدہ خلیوں اور سرطانی رسولیوں میں سرطان زدہ خلیوں کے خاتمے کی صلاحیت کا حامل پایا گیا ہے جبکہ یہ صحت مند خلیوں کے لیے بے ضرر ہے۔لوکیمیا کے علاج کے لیے یہ مفید دوا ہے۔اشوکا درخت کی چھال، بیج اور پھول سے آیور ویدک، ہومیو پیتھک اور ایلو پیتھک ادویات تیار کی جاتی ہیں۔اس درخت پر کی گئی تحقیقات کے مطابق اس میں ہیماٹوکسیلن، فولاد، سلیکا، پوٹاشیم، میگنیشیم، کیلشیم اور دوسرے بہت سے کیمیائی و غذائی مادے پائے جاتے ہیں۔عام طور پر اشوکا درخت کے مفید اجزاء تریاق امراضِ نسواں، مقوی رحم، قابض، قوی حابس الدم، مسکن، محلل اور ہڈی جوڑنے کے لیے دوا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ اجزاء دافع عطش و جلن، کرم کش،، دافع بواسیر اور مقوی اعصاب ہیں۔اشوکا کی چھال سے تیار کردہ جوشاندہ امراضِ رحم کے لیے نہایت مفید ہے۔اس کے پھول کا شیرہ بواسیر کے لیے نہایت مفید ہے۔ اشوکا کے پھول جلد کی رنگت کو نکھارتے ہیں،اس کے بیج کھانسی کے لیے مفید ہیں۔

اشوکا درخت سے بنائی جانے والی ہومیو پیتھک دوا Jonesia Asoca کہلاتی ہے۔اس دوا کو مختلف طاقتوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔اس دوا کے حیرت انگیز نتائج امراضِ خواتین میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بانجھ پن اور بار

بار اسقاط حمل ہونے کا بہترین علاج Jonesia Asoca مدر ٹنکچر ہے۔ اگر بانجھ پن، اٹھرا اور اسقاط حمل کی شکار خواتین کو دن میں دو بار کھانے کے دوران ایک گھونٹ پانی میں دس دس قطرے ملا کر دیے جائیں تو اللہ کے فضل سے رحم مظبوط ہو جاتا ہے اور تین ماہ کے اندر اندر حمل قرار پا جاتا ہے۔ اور اگر ہارمون کا مسئلہ بھی ہو تو آرسنک آئیوڈائیڈ اور کالی آئیوڈائڈ ۳۰ طاقت میں ملا کر بھی دیا جائے اور اس کے ساتھ تھائیرائیڈینم اور بسلینم ملا کر ۲۰۰ طاقت میں ہفتہ وار ایک خوراک دی جائے تو تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ نا صرف حمل ٹھہر جاتا ہے بلکہ اکثر اللہ کے فضل سے بیٹا ہوتا ہے۔ Jonesia Asoca مدر ٹنکچر دیر سے اور بے قاعدہ آنے والے حیض، حیض سے پہلے ovaries میں درد، مثانے کا حساس ہونا، بو سونگھنے کی صلاحیت نہ ہونا، سر میں شدید درد ، ریڑھ کی ہڈی اور thighs میں درد ہونا اور لیکوریا جیسے تکلیف دہ مرض میں بھی نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس دوا میں اخراجات پانی کی طرح ہوتے ہیں، اس دوا کے مریض کو عام طور پر سفر کے خواب آتے ہیں، عام طور پر مریضہ کو میٹھا کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور ایسڈ والا پانی پسند ہوتا ہے۔

آیورویدک طریقہ علاج میں اشوکا کے ضماد کو بیرونی طور پر زخموں، انفیکشن اور کسی بھی قسم کے درد کی صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسے پانی یا دودھ کے ساتھ جوشاندہ بنا کر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ انفیکشن پھیلانے والے تمام عوامل کا خاتمہ کرتا ہے، جسم میں پانی جمع ہونے کا ازالہ کرتا ہے، جسم کو زہریلے اثرات سے پاک اور خون کی تمام بیماریوں میں فائدہ مند ہے۔ اسے آنکھوں کی بیماریوں، کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے، اعصابی امراض اور بخار کے علاج کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ: عام طور پر دیسی، آیورویدک اور ہومیو پیتھک ادویات بے ضرر ہوتی ہیں مگر ان کا بے جا استعمال نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اشوکا درخت جیسی قدرتی سوغات سے تیار ہونے والی ادویات کو مستند ماہرین کے مشورہ سے استعمال کیا جائے۔

حبیب خدا ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔
''اللہ، فرشتے، پہاڑ پر چیونٹیاں اور پانی میں مچھلی بھی اس شخص پر رحمتیں بھیجتے ہیں
جو دوسروں کو مفید علم سکھاتا ہے۔''

بس یونیورسٹی

آج اچانک ماضی کے اوراق کھنگالتے ہوئے ایک شعر نے متذکرہ مضمون لکھنے کا جواز پیدا کر دیا۔ یہ شعر میں نے ایک بس میں پڑھا تھا۔ یہ بس چنیوٹ اور سرگودھا کے درمیان ایک چھوٹے سے قصبے ۴۶ اڈے سے چلا کرتی تھی۔ وہ بس کیا تھی کسی کباڑیئے کی دکان معلوم ہوتی تھی۔ نہایت بدوضع اور ٹوٹی پھوٹی بس آثارِ قدیمہ کی کوئی سوغات ہی لگتی تھی۔ اس میں سوار ہونا مجبوری تھی کیونکہ اس روڈ پر اس طرح کی بھوت نما بسیں ہی چلتی ہیں۔ جب اپنا بدن اور لباس سمیٹتے ہوئے ٹوٹی پھوٹی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھ گیا اور اوسان بحال ہو گئے تو بس کے اندرون کا جائزہ لینے لگا۔ جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس بس کا مالک ناکام عاشق ہے۔ اس بات کی گواہی بس کا بیرون اور اندرون دے رہا تھا۔ بس کا حال بھی دہلی اجڑ جانے کے بعد غالب جیسا تھا۔ ظاہری طور پر مفلوک الحال اور پھٹا پرانا اور اندرونی طور پر عاشق مزاج اور نکتہ داں شاعر۔ بہت خوبصورتی سے خوشخط شعر بس کی دیواروں پر مسافروں کو دعوتِ نظارہ دے رہے تھے۔ بہت سے شعر نما اشعار میں ایک شعر یہ تھا جو مجھے یاد رہا۔

نگاہوں سے قتل کر دے نہ ہو تکلیف دونوں کو
تجھے خنجر اٹھانے کی مجھے گردن جھکانے کی

پاکستان کی بسیں بھی یونیورسٹی کی مانند ہوتی ہیں۔ اگر آپ شاعری سیکھنے یا پڑھنے کے شوقین ہیں تو بسوں ویگنوں میں سفر کریں۔ اسلام سیکھنا چاہتے ہیں تب بھی ایسا ہی کریں۔ قرآنی آیات اور احادیث بھی آپ آسانی سے یاد کر سکتے ہیں۔ خاکسار نے بھی بہت سی دعائیں انھیں بسوں سے پڑھ کر یاد کی تھیں۔

ہمارے ایک جاننے والے جو بالکل بھی کسی اسکول وغیرہ میں نہیں گئے۔ چند سال بس ہیلپر رہے پھر اس قدر حساب کتاب سیکھ گئے کہ انھیں ترقی دے کر باقاعدہ کنڈکٹر بنا دیا گیا۔ پھر وقت نے ان کو جرمنی پہنچا دیا۔ جرمنی میں آ کر اس قدر جرمن زبان سیکھ گئے کہ اب باقاعدہ وہ جرمن شہری ہیں۔ بتایا کرتے ہیں کہ مجھ میں اس قدر علم کی دولت ہے جس کو چاہے لڑوا دوں اور جسے چاہوں پیار کی پینگیں جھلا دوں۔ ایک نادان کے اس

اعتراض پر کہ آپ نہ اسکول گئے نہ کالج پھر آپ نے یہ سب بغیر علم کے کیسے حاصل کر لیا فرمانے لگے۔جس بس پر میں نے ہیلپری کی ہے وہ دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ یہ جو کالج وغیرہ ہیں ان میں صرف کتابی باتیں سکھائی جاتی ہیں عملی نہیں۔مثال کے طور پر طالب علموں کو پڑھایا جاتا ہے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے حالانکہ آج کے دور میں جھوٹ سب سے بڑی حقیقت ہے اور جو سب سے بڑا جھوٹا ہو وہ بُش اور ٹونی بن سکتا ہے۔بس یونیورسٹی میں سب سے پہلے جھوٹ سکھایا جاتا ہے بس بھری ہوتی ہے پھر بھی ہیلپر مسافروں کے استفسار پر کہے جاتا ہے بس میں بہت سیٹیں خالی ہیں۔پھر یہ بھی طالب علموں کو سکھایا جاتا ہے کہ غصہ حرام ہے مگر ان کی عملی زندگی غصہ ہی کی بدولت خراب ہوتی ہے۔اور بس یونیورسٹی میں سکھایا جاتا ہے غصہ نہیں کرنا۔بس کنڈکٹر جھوٹ کی طرح اس بداخلاقی پر بھی مکمل کنٹرول رکھتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے لوگ بددعائیں دیں یا کوسنے بس ہیلپر مسکراتا رہتا ہے۔سیاست دانوں کو دیکھ لیں کبھی غصہ نہیں کرتے اسی لیے ان کے چہرے گلاب رہتے ہیں۔ ہماری آدھی سے زیادہ پارلیمنٹ تقریباً ان پڑھ ہے لیکن متذکرہ بالا دو خصوصیات کی وجہ سے لوگ دوٹ انھیں ہی دیتے ہیں۔لڑائی جھگڑا بُری بات ہے اس پر عمل بھی بس ہیلپر کرتے ہیں اور سکھی رہتے ہیں۔اسی وجہ سے بعض اوقات بعض اناڑی ڈرائیور طالب علموں کو بس میں نہیں بٹھاتے کہ یہ اسکولوں اور کالجوں وغیرہ کے پڑھے لکھے لونڈے لڑائی جھگڑا کریں گے۔ایک مرتبہ جب کنڈکٹر موصوف کی بس کے ڈرائیور نے طالب علموں کو بس میں نہ بٹھایا، اگلے دن پڑھے لکھوں لونڈوں نے بس روک لی اور ڈرائیور کی نادانی کی خوب سزا دی۔ یہ جھگڑالو لونڈے کنڈکٹر کو بھی ڈھونڈتے رہے لیکن وہ نہیں ملے۔مل بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ سب سے پچھلی سیٹ پر ایک خاتون کا برقع اوڑھ کر بیٹھے تھے۔پیسے کمانے کے طریقے اور سنبھالنے کے طریقے بھی جس طرح بس یونیورسٹی میں سکھائے جاتے ہیں وہ طریقے نہ شوکت عزیز بتا سکتے ہیں نہ ڈاکٹر شاہد۔میں نے جب کنڈکٹر صاحب سے پوچھا آپ بتائیں آپ کیسے پیسے بنایا کرتے تھے۔آپ تو ہیلپر تھے پھر کس طرح جرمنی آنے کا کرایہ وغیرہ بنایا۔تو فرمانے لگے اپنا ایک اصول تھا کہ مالک کو کچھ نہ کچھ ضرور دو آخر اس نے لاکھوں روپے خرچ کر کے ہمیں بس دلوائی ہے۔ڈرائیور کو بھی خوش رکھو۔میں دو تین سو تک کما لیتا تھا، اور آتے جاتے چوری چھپے اوپر کی کمائی ایک سائیکلوں کی دکان کے مالک کو پکڑا دیتا تھا، بعد میں اسے بھی کچھ رقم

دے کر واپس لے لیتا تھا۔ مالک تلاشی بھی لیتے تھے مگر کچھ بھی برآمد نہ ہوتا۔ خوش ہو کر مالک بھی کچھ نہ کچھ دے دیتا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کی یہ بات سن کر سیاسی اور مذہبی یتیموں کا طریقہ واردات کنڈکٹر صاحب کے طریقہ کار سے ذرا بھی مختلف نہ لگا۔ جب کبھی مال و دولت کی بات ہو تو کنڈکٹر صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ سکندر اعظم نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ میرے دونوں ہاتھ قبر سے باہر رکھے جائیں۔ جس طرح مولوی لوگ جنّت کی حوروں کا حال اور فردوس کے مزوں کو نہایت جذباتی رنگ میں پیش کرتے ہیں یا سیاست دان وطن عزیز کو جنّت نما بنانے کا دعویٰ بڑے زور سے کرتے ہیں اسی طرح کنڈکٹر صاحب نہایت پُر اثر انداز میں تاریخی حقیقت کو واضع کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں لوگ مال و دولت سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ خود اپنی دولت میں اضافہ ہوتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کو سکندر اعظم کی وصیت کو منظّم طریقے سے مشتہر کرنا چاہیے۔ تا کہ لوگ دولت سے متنفر ہو کر لوٹ گھسوٹ اور کرپشن سے باز آ جائیں اور سیاست دان لوگ آرام سے اپنے اکاؤنٹ بڑھا سکیں۔ ایک دن ان صاحب سے پوچھا کہ اگر ان سے کوئی کام کہے کہ کر دیجیے اور آپ کا دل نہ چاہے تو کیا انکار کر دیں گے۔ فرمانے لگے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ میں انکار کر دوں بس یونیورسٹی میں نہ کا لفظ استعمال ہی نہیں ہوتا۔ سکھایا جاتا ہے صرف ہاں۔ (مولوی اور سیاست دان کبھی ناں نہیں کہتے چاہے پوچھی گئی بات کا جواب آتا ہو یا نہ آتا ہو) پھر انھوں نے مثالیں دے کر اس بات کی تشریع کی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے ایک عزیز نے میرے والد صاحب سے کہا کہ کھیتوں میں کام کرنا ہے کچھ دنوں کے لیے اپنے لڑکے کو بھیج دیں میں چلا گیا انھوں نے مجھے کہا کہ کھیت سے جڑی بوٹیاں نکالو لیکن مکئی کے ننھے پودوں کو بچا کر۔ اب یہ کام کرنے کو میرا دل نہیں کر رہا تھا لیکن نہ کہنا میری سرشت میں نہیں۔ جب میرے عزیز دو تین گھنٹے بعد آئے فصل کی حالت دیکھ کر سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ کیونکہ میں نے جڑی بوٹیوں کی بجائے مکئی کے ننھے پودے نکال دیئے تھے۔ اب یہ ان کی غلطی ہے کہ دوبارہ انھوں نے کبھی مجھے کوئی کام کرنے کو نہیں کہا۔ میں تو ہر وقت خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ ان صاحب کی نیکی کی باتیں سن کر اور دولت سے بیزاری دیکھ کر کچھ عقلمند لوگ ان سے ادھار مانگ بیٹھتے ہیں۔ اور یہ صاحب فوراً ہاں کے ساتھ اپنا ہینڈی نمبر عنائت فرماتے ہیں۔ آپ شام کو فون کریں۔ فون آنے پر خوب باتیں کرتے ہیں آدھا گھنٹہ تو معمولی بات ہے۔ اسی طرح دس پندرہ دن کے

بعد حاجت مند اپنا وقت ضائع کر کے اور کچھ رقم فون کی مد میں خرچ کرنے کے بعد آرام سے بیٹھ جاتا ہے اور خود کو کوستا ہے۔

کھانے پینے کا کسے شوق نہیں ہوتا۔لوگ مختلف طریقوں سے کھانا تناول کرتے کوئی چھری کانٹے کے ساتھ اور کوئی چھوٹے نوالے لیتا ہے۔ یہ سب چونچلے زیادہ پڑھے لکھے حضرات کے ہوا کرتے ہیں۔بس یونیورسٹی میں سکھایا جاتا ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے معدہ بھر لینا چاہیے ورنہ ہوسکتا ہے بھوکا کہیں بھوکا ہی نہ رہ جائے۔(مولوی اور سیاستدان بھی کسی بھی قسم کے موقع سے جلد از فائدہ اُٹھا لینے کی صلاحیت سے مال مال ہوتے ہیں)بس سے متعلقہ حضرات بس مسافروں کی کھال اتروانے کے لیے اسی ہوٹل پر رکتے ہیں جہاں ان کے لیے اچھا کھانا، پان اور سگریٹ وغیرہ مُفت اور خوش دلی سے پیش کیے جائیں۔ہمارے بس ہیلپر صاحب بیان کرتے ہیں ایک دفعہ ہوٹل والے نے ہیلپر سمجھ کر بوٹی کی بجائے چھچھڑا دے دیا۔جب میں نے ہوٹل والے کو اس کی بیوقوفی کی طرف توجہ دلائی اور ساتھ دھمکی بھی دی کہ اب کوئی گاڑی یہاں نہیں رکے گی تو یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور فوراً بھنے گوشت کی پلیٹ پیش کر دی گئی۔کھانا کھانے کا انداز اس طرح کا ہونا چاہیے بس یونیورسٹی میں سکھایا جاتا ہے جیسے آخری دفعہ کھایا جا رہا ہو اور اتنی تیزی سے کھاؤ کہ تمام لوگ متوجہ ہو جائیں اور کھانا نہ کھا سکیں اگر لوگ پھر بھی کھاتے چلے جائیں تو زور سے ڈکار لیں یا زور سے ناک سڑکیں اور رومال کھانے کے ٹیبل یا کھانے کے برتنوں کے بالکل قریب رکھ دیں۔(نواز شریف کے خاندان کے کھانے کی کہانی سناتے ہوئے ان کے سیکرٹری نے کہا تھا کہ انہیں کھاتا دیکھ کر مجھے کھانے سے نفرت ہوگئی ہے)ایک دفعہ ہیلپر صاحب نے اپنے ایک دوست کے معزز دوست جو پاکستان سے تشریف لائے تھے کی دعوت کی۔ بڑی محنت سے تیار کی گئی مچھلی اور دوسرے عمدہ پکوان دسترخوان پر موجود تھے مہمانوں نے کھانا شروع کیا تھوڑی دیر بعد جس مچھلی کی تعریف کی جارہی تھی اسی ٹرے میں میزبان نے ناک صاف کر کے کاغذی رومال رکھ دیا۔اب مہمان کھانے کی تعریف کر رہے تھے اور میزبان اپنے بچوں کے ہمراہ کھانے سے انصاف کر رہے تھے۔ بالکل اس طرح جیسے مولوی اور سیاستدان اپنے معتقدین اور اپنی غریب عوام کو حلال حرام اور کافر مسلم کے جھگڑوں میں الجھا کر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں۔بھوکی ننگی عوام کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور خود جبہ و دستار اور

قیمتی پوشاک کے علاوہ ہزاروں اقسام کے کھانے تناول کرتے ہیں۔اور یہ تمام نعمتیں غریب بھوکی عوام کے خون پسینے کی کمائی کی بدولت ہی ہیں۔میرے خیال میں وطن عزیز میں آج کل سیاست دان، نام نہاد مولوی اور بس ہیلپر میں کوئی فرق نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ عوام کو سمجھ بوجھ اور عقل عطا کرے تاکہ وہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرسکیں۔آمین

''اللہ اللہ''۔''رام رام''!!

مولانا عبید اللہ سندھی، مسٹر کرپلانی کے بھائی کے مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ ہندو ہونے اور دوسری بار مسلمان ہونے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:۔

''آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے سیکرٹری مسٹر کرپلانی کے بڑے بھائی مسلمان ہوگئے تھے۔ان کا اسلامی نام شیخ عبدالرحیم تھا۔انہوں نے بتایا کہ میں اپنی بیوی اور بچی کو چھوڑ کر مسلمان ہوگیا تھا۔میں ایک پیر صاحب کے ہاں چلا گیا۔کچھ عرصہ بعد مجھے بیوی اور بچے کو چھوڑنے کا قلق ہوا۔پیر صاحب نے میری قلبی کیفیت معلوم کرلی۔آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم پھر ہندو ہوجاؤ اور اپنے بچوں کے پاس چلے جاؤ۔میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے والدین کے پاس چلا گیا۔انہوں نے مجھے ایک ہندو جوگی کے سپرد کردیا۔اس نے مجھے جو طریقے مجھے بتائے وہی تھے جو پیر صاحب نے بتائے تھے البتہ اللہ اللہ کے بجائے رام رام جپنا پڑتا تھا۔کچھ عرصہ بعد میں پھر پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔'' (یعنی مسلمان ہوگیا) (مولانا عبید اللہ سندھی۔حالات زندگی، تعلیمات اور سیاسی افکار از پروفیسر محمد اسلم شائع کردہ سندھ ساگر اکادمی۔لاہور صفحہ ۱۳۲ پرنٹر پبلشر شیر محمد اختر لاہور)

شکر ہے کہ موصوف اُس دور میں پیدا ہوئے جب اہل بصیرت لوگ موجود تھے۔عصر حاضر میں اگر کوئی پیر کسی کو مرتد ہونے کے لیے کہہ دے تو ایسا کہنے والا پیر اور مرتد ہونے والا شخص واجب القتل ہوتے۔آج کل کے مولانا حضرات توبہ استغفار کا بھی موقع نہ دیتے، زندہ جلا دیتے۔۔

☆☆☆

فنڈنگ اور رابطے

جنرل راحیل شریف نے کہا ہے کہ ''برطانیہ دہشت گردوں کی فنڈنگ اور رابطے رکوائے۔''

جنرل راحیل شریف محترم جنرل صاحب کا آج کل وطن عزیز میں طوطی بول رہا ہے۔لوگوں کا خیال ہے کہ جنرل صاحب دانائی سے کام لیتے ہوئے جلد پاکستان کے حالات کو جنت نظیر بنا دیں گے۔ہم عوام کے جذبات کا احترام کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ جنرل صاحب عوام کی توقعات پر پورا اتریں۔لیکن زمینی حقائق کچھ اور ہی کہانی سنا رہے ہیں۔گزشتہ دو برس میں فوجی کیمپوں پر چھ بڑے حملوں میں سینکڑوں معصوم لوگ مر چکے ہیں۔حال ہی میں ۱۸ ستمبر کو بڈھ بیر پشاور کیمپ پر حملے میں دہشت گردوں نے نمازیوں کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے گولیوں سے بھون ڈالا ہے۔ملٹری کورٹس کا حال اس پھول جیسا ہوا ہے جو بن کھلے ہی مرجھا گیا ہو۔بڑے مجرم فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوتے ہیں اور عدالتوں سے رہائی کے پروانے حاصل کر لیتے ہیں۔کرپشن آسمان کو چھو رہی ہے۔جہاں تک فوج کی پیشہ ورانہ صلاحیت کا تعلق ہے اس پر شک نہیں کیا جا سکتا۔لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ فوج تمام سیاستدانوں اور مذہبی لیڈروں اور جماعتوں کے علاوہ مدرسوں کی حقیقت سے باخبر بھی ہے اور انکے کس کس سے رابطے ہیں یہ بھی جانتے ہیں۔اب سمجھ میں نہیں آتا جنرل صاحب برطانیہ سے دہشت گردوں کی فنڈنگ اور رابطے رکوانے کی اپیل کیوں کر رہے ہیں؟

دوسری طرف جناب پرویز رشید صاحب فرما رہے ہیں کہ:۔

''آج پاکستان میں یہ ضروری ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ،صدقات اور فطرانہ دیتے وقت اس بات کی مکمل طور پر جانچ پڑتال کی جائے کہ اللہ کی خاطر دی جانے والی رقم اللہ کی راہ میں خرچ ہو رہی ہے یا انتہا پسندی کے فروغ کے لیے۔'' جبکہ ڈاکٹر اویس فاروقی نے بتایا ہے کہ ''اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ اندرون ملک اور بیرون ملک سے ہر سال کم وبیش تیس ارب ڈالر کی خطیر رقم خیرات کی مد میں دی جاتی ہے۔لیکن مناسب راہنمائی اور منظّم طریقہ کار نہ ہونے کے باعث سالانہ تیس ارب ڈالر کی رقم ملک میں صرف نئے بھوکے پیدا کرتی ہے یا ان لوگوں کی تجوریاں بھرتی ہیں جو اس کو کاروبار بنا چکے ہیں۔''

جنرل راحیل شریف صاحب اگر تیس ارب ڈالر کا اگر حساب لے لیں تو بہت سے مسائل خود بخود دم توڑ جائیں۔اگر سعودی عرب اور کویت وغیرہ کی طرف سے ملنے والی رقوم کا بھی حساب کرلیا جائے تو بھیڑ اور بھیڑیے کا فرق واضح ہو جائے گا۔☆☆☆

۱۳ ویں امن کانفرنس لندن

۱۹ مارچ ۲۰۱۶ء کو ۱۳ ویں امن کانفرنس احمدیہ مسلم جماعت برطانیہ کے زیر اہتمام مسجد بیت الفتوح لندن میں منعقد ہوئی۔اس بین الاقوامی امن کانفرنس میں ۲۶ ممالک سے ۹۰۰ مندوبین شریک ہوئے ،ان مہمانوں میں ۵۰۰ افراد کا تعلق مختلف مذاہب اور ممالک سے تھا۔مہمانوں حکومتی وزراء،سفیران کرام اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات نے امن کانفرنس میں شرکت کی۔امن کانفرنس کا افتتاح امام جماعت احمدیہ نے کیا۔امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ اس وقت دنیا کو بنیادی ضرورت انصاف کی فراہمی ہے اور سوسائٹی کے تمام افراد تک اس کا پہنچنا ضروری ہے تا کہ حقیقی اور دیرپا امن قائم کیا جا سکے۔انہوں نے میڈیا کے متعلق کہا کہ وہ اپنا کام اس طرح کریں کہ مسلمان ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کی اکثریت کی مثبت باتوں پر توجہ دیں نہ کہ چھوٹے چھوٹے انتہا پسندوں پر۔انہیں "as a force for good and a force for peace" میڈیا کو استعمال کرنا چاہیے۔امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطاب کا اختتام اس دعا سے کیا کہ مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں انسانیت کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق دے اور دعا ہے کہ حقیقی امن جس کی بنیاد انصاف پر ہو دنیا کے ہر حصے میں قائم ہو۔

اس موقع پر امام جماعت احمدیہ عالمگیر مرزا مسرور احمد صاحب نے احمدیہ مسلم پرائز فار پیس Ms. Hadeel Qassim کو دیا۔انہوں نے مشرق وسطیٰ میں ہزاروں مصیبت زدہ مہاجر بچوں کی بغیر کسی تفریق کے خدمت کی ہے۔احمدیہ مسلم پرائز فار پیس حاصل کرنے والوں میں محترمہ کا نواں نمبر ہے۔اس انعام کا آغاز ۲۰۰۹ء میں ہوا تھا۔۲۰۱۰ء میں مشہور پاکستانی سماجی کارکن عبدالستار ایدھی بھی احمدیہ مسلم پرائز فار پیس حاصل کر چکے ہیں۔انعام کی رقم دس ہزار برطانوی پونڈ ہے۔

اہل اسلام اور اہل ایران

مشہور صحافی حامد میر صاحب نے کہا ہے کہ:۔

''اہل اسلام رمضان میں شیطان سے دور بھاگتے ہیں لیکن اہل ایران نے رمضان المبارک کے آخری اور مبارک ترین عشرے میں بڑے شیطان کے ساتھ نئے عہد و پیمان کر لیے۔''

حامد میر صاحب اسی طرح کی باتیں کر کے خاص و عام کے مذاق کا نشانہ بنتے ہیں۔ موصوف اپنے آپ کو اہل اسلام اور ایرانیوں کو اہل ایران فرما رہے ہیں گویا ایرانی لوگ، اہل اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ پاکستان میں بسنے والے اہل اسلام کس طرح رمضان مناتے ہیں وہ بعد میں بیان کرتا ہوں پہلے ایران امریکہ معاہدے کا ذکر ہو جائے۔ یہ بات درست ہے کہ امام خمینی نے امریکہ کو بزرگ شیطان کہا تھا اور ایرانی قوم نے گزشتہ ۳۵ برس اس کا تن تنہا مقابلہ کیا ہے اس کے لیے ایرانی قوم کو داد دینا چاہیے۔ تب تک امریکہ کو گھاس نہیں ڈالی گئی جب تک امریکہ نے ایرانیوں کے متعلق اپنی رائے کو تبدیل نہیں کیا۔ یہ معاہدہ تو عظیم قوموں کے درمیان برابری کی بنیاد پر ہوا ہے۔ وہ مسلمان ریاستیں جو امریکہ کے کندھوں پر سوار ہو کر ایران کو آنکھیں دکھاتی تھیں ان کی حالت اس معاہدے کے بعد دیدنی ہے۔ یہ معاہدہ ایران کی عظیم فتح ہے اور ان کا ۳۵ سال کی عظیم کوششوں کے بعد جشن منانا بالکل سمجھ میں آتا ہے۔ گزشتہ ۳۵ برسوں میں اسلامی کہلانے والے ملکوں نے ایران کی ٹانگیں کھینچنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ حامد میر صاحب پاکستان میں رمضان کس طرح منایا جاتا ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کوئی ایک برائی بھی ایسی نہیں جو رمضان میں نہ ہوتی ہو۔ رمضان کے چاند پر جھگڑا عید کے چاند تک چلتا ہے۔ اس مرتبہ ہزاروں افراد کو قومی برائیوں کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ رمضان میں ناجائز منافع خوری عروج پر ہوتی ہے۔ مذہبی گھٹن، سیاسی گھٹن، معاشرتی گھٹن اور جنسی گھٹن وغیرہ نے پاکستانی قوم کو بے حال کر دیا ہے۔ مذہبی شاطروں نے قوم کو انگلیوں پر نچا رکھا ہے، سیاستدانوں نے عوام کو بندر بنا رکھا ہے، جبس زدہ گھروں میں چھوٹے بڑے خاص طور پر خواتین کرب میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ جنسی بیماروں نے عورتوں، بچوں اور جانوروں تک کا جینا حرام کر رکھا ہے۔

جناب عطاالحق قاسمی جنسی طور پر ہراساں کرنے والے درندوں کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''قصور میں ہونے والے جن جنسی جرائم کا ذکر کیا جارہا ہے وہ تو ہمارے کالجوں، اسکولوں اور دینی مدارس کے ہوسٹلوں میں آئے روز ہوتے ہیں۔ یہاں تو معصوم بچوں کو زیادتی کا نشانہ بنایا گیا مگر ہمارے ہاں تو جانوروں کی عصمتیں بھی محفوظ نہیں خصوصاً ہمارے مضافاتی علاقوں میں تو یہ کام زورشور سے ہوتا ہے۔رنگین مزاج لوگوں نے تو ان مادہ جانوروں کے نام بھی انڈیا اور پاکستان کی اداکاراؤں کے نام پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں تو سڑکوں پر دربدر پھرنے والی مظلوم خواتین جو کسی صدمہ سے دماغی توازن کھوبیٹھتی ہیں انہیں حاملہ کرنے والے درندے بھی موجود ہیں۔ہم تو کسی مشین کا پسٹن چلتے دیکھ کر وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں اور جنسی لذت حاصل کرتے ہیں۔آپ کسی جھاڑی پر دوپٹہ ڈال دیں، اس جھاڑی کے عشاق بھی آپ کو مل جائیں گے۔آپ کبھی اعداد وشمار تو اکٹھا کریں آپ کو خود سے شرمندگی محسوس ہونے لگے گی۔کئی سیاسی راہنما اور بعض دینی شخصیتیں بھی اس علت کا شکار ہیں۔''

☆☆☆

ستارہ بروج اکبر

کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں جو اعلیٰ دماغ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ایسی ہی ایک بچی ستارہ بروج بھی ہے جس نے نو برس کی عمر میں اولیولز میں کیمسٹری کا امتحان پاس کرنے والی کم عمر ترین طالبہ کا اعزاز حاصل کیا۔اگلے برس وہ اولیولز بائیولوجی پاس کرنے والی کم عمر ترین پاکستانی طالبہ بن گئیں۔گیارہ برس کی عمر میں جب ستارہ بروج نے ریاضی، فزکس اور انگلش کا امتحان بھی پاس کر لیا تو وہ پانچ اولیولز پاس کرنے والی دنیا کی کم عمر ترین طالبہ بن چکی تھیں۔حیرت انگیز بات یہ ہے منفرد ریکارڈ بنانے والی ستارہ تیسری جماعت کے بعد کبھی اسکول نہیں گئیں۔اس سلسلے میں ستارہ نے بتایا ہے کہ جب میرے والدین کو اندازہ ہوا کہ میں اسکول کے رسمی ماحول میں تعلیم حاصل نہیں کرسکتی تو انہوں نے مجھے خود پڑھانے کا فیصلہ کیا۔یوں ستارہ بروج اکبر کی زیادہ تر تعلیم باورچی خانے کے کاؤنٹر پر بیٹھے بیٹھے مکمل ہوئی جہاں ان کی والدہ محترمہ کھانا پکانے کے ساتھ ساتھ انہیں پڑھاتی بھی تھیں۔ان دنوں ستارہ بروج اکبر اپنے والدین کے ہمراہ شارجہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مقیم ہیں۔دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں ان کو کم عمری کی وجہ سے داخلہ دینے سے گریزاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ستارہ بروج کو نمایاں کامیابیاں عطا فرماتا چلا جائے۔آمین

مسجد ''راحیل شریف''

جنرل ضیاء الحق کے زمانے سے ذاتی مقاصد، مذہبی یا سیاسی مقاصد، کسی کو سراہنے اور خوشنودی حاصل کرنے جیسے دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے بدنام زمانہ افراد کے نام سے مساجد کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے سعودیوں کو خوش کرنے کے لیے فیصل مسجد بنائی۔ اس مسجد کی تعمیر کے لیے زیادہ تر رقم بھی سعودی حکومت نے مہیا کی تھی۔ اسلام آباد میں شکر یال کے قریب گرین بیلٹ پر ''ضیاء مسجد'' برسوں سے قائم ہے۔ کہا جاتا ہے ایک مرتبہ جنرل ضیاء نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ ان کے چاہنے والوں نے فوراً ہی وہاں ان کے نام سے مسجد بنا دی۔ جنرل ضیاء الحق کے جل مرنے کے بعد سری نگر کے علاقے نوا کدل میں واقع غنی مسجد کا نام بدل کر حزب المجاہدین کی انتظامیہ نے ''جنرل محمد ضیاء الحق شہید'' مسجد رکھ دیا ہے۔ ایک خبر یہ بھی ہے کہ راولپنڈی کے علاقے صدر کے نزدیک قائم مسجد غوثیہ کا نام اب ''غازی حمید گل غوثیہ مسجد'' ہو چکا ہے۔ لال مسجد اسلام آباد کو مولانا عزیز برقع پوش اسامہ بن لادن کے نام معنون کر چکے ہیں۔ گزشتہ سال اسلام آباد ایکسپریس ہائی وے پر قائم غوری ٹاؤن رہائشی سکیم میں دس مرلے کے پلاٹ پر سلمان تاثیر گورنر پنجاب کے قاتل ممتاز قادری کے نام پر مسجد بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کے امام محمد اشفاق صابری کے مطابق یہ پلاٹ علاقے کے معروف لینڈ ڈویلپر تاجی کھوکھر نے عطا کیا تھا اور اس کا مقصد ممتاز کو خراج تحسین پیش کرنا تھا۔ غوری ٹاؤن سے متصل علاقے میں گزشتہ ہفتے تحریک نجاتِ قبضہ مافیا نامی مقامی تنظیم کے سربراہ صفدر کھوکھر نے اپنے خاندانی دو کنال کے پلاٹ پر ''جامع مسجد راحیل شریف'' اور مدرسہ بنانے کا اعلان کیا ہے۔ فوری طور پر ایک کمرے میں نماز باجماعت شروع کر دی گئی ہے۔ صفدر کھوکر گروپ، تاجی کھوکھر گروپ کا مخالف ہے۔ تاجی کھوکھر گروپ جس نے ''ممتاز قادری مسجد'' بنائی ہے کے ایک راہنما نے کہا ہے کہ مسجد جیسے مقام کو سیاسی و ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا قابل مذمت ہے۔

جنرل راحیل شریف صاحب کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جسے زیرو ہونا ہوتا ہے اسے پہلے ہیرو بنایا جاتا ہے۔ بھٹو، ضیاء، ممتاز قادری اور ڈاکٹر قدیر وغیرہ اس کی زندہ جاوید مثالیں

ہیں۔اور جسے زیرو کہا جاتا ہے وہ عالمی ہیرو ہوتا ہے۔مثال کے طور پر چوہدری سرظفر اللہ خان عالمی عدالت کے چیف جسٹس، کشمیر کی آزادی کے لیے اقوام متحدہ سے دو قراردادیں منظور کرانے والے جس کی بنیاد پر پاکستان اپنا کیس آج تک لڑ رہا ہے،عرب ممالک کی آزادی کے لیے بے انتہا کام کرنے والے۔اورنوبل انعام یافتہ ڈاکٹر محمد عبدالسلام جن کی طبیعات دانی کی تمام دنیا معترف ہے اورنوبل انعام برائے امن حاصل کرنے والی ملالہ یوسف زئی صاحبہ جو غریب ممالک میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے دن رات کام کر رہی ہیں۔

☆☆☆

ٹشو پیپر کے ٹکڑے!!

گزشتہ دنوں مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے ترجمان مولانا شفیق الرحمان شاہین نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ:''مولوی طاہر القادری نے پسینہ صاف کر کے ٹشو پیپر کے ٹکڑے کر کے مریدین میں تقسیم کر کے توہین رسالت کی ہے۔

مولانا شاہین صاحب کو طاہر القادری صاحب کے ۷۰ دن کے دھرنے کے دوران صرف ایک ہی واقع نظر آیا اور واقعہ بھی وہ جس کے مظاہر اکثر مزاروں پر دیکھے جا سکتے ہیں۔اُنھیں قادری صاحب کے جھوٹ اور جھوٹے وعدے برے نہیں لگے اور لوگوں کی امانتوں کا بے جا اور بے دریغ استعمال نظر نہیں آیا۔انہوں نے کہا تھا اگر میں دھرنا ختم کروں مجھے مار دینا اور پی ٹی آئی میں شامل ہو جانا،دھرنے میں کفن لہراتے رہے،انقلاب کے نام پر ستر دن تک لوگوں کو قسمیں کھا کر دھرنے میں بٹھائے رکھا،جھوٹے الٹی میٹم دیتے رہے،دمادم مست قلندر کی دھمکی دیتے رہے۔ہم وطنوں کو شاید بھولنے کی بیماری ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: منافق کی تین علامتیں ہیں (اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ساتھ ہیں) اگر چہ وہ روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلم گمان کرتا ہو۔اور پھر دونوں نے اتفاق سے روایت کی کہ جب وہ بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

دو مرتبہ پھانسی

سپریم کورٹ آف پاکستان میں جسٹس آصف سعید کھوسہ کی سربراہی میں قائم تین رکنی بنچ نے فیصلہ سناتے ہوئے بدنام زمانہ قاتل ممتاز قادری کو دومرتبہ پھانسی دینے کا حکم دیا ہے۔ہائی کورٹ نے دہشت گردی کی دفعات کے تحت دی گئی سزائے موت معطل کر دی تھی۔عدالت نے ریمارکس دیے کہ ذاتی حیثیت میں سزائیں دینے سے افراتفری پھیل جائے گی۔اگر ہر شخص اپنے عمل کو جائز قرار دیتا ہے تو پھر بہتر ہوگا کہ تعزیرات پاکستان کوختم کردیا جائے۔

مجرم کے وکلاء نے وجہ قتل پر دینی غیرت اور مذہبی اجتماع سن کر جذباتی ہونے جیسے پھسپھسے دلائل دیے۔ مجرم کے وکیل سابق چیف جسٹس خواجہ محمد شریف نے کہا ہے کہ وہ فیصلے کے خلاف اپیل نہیں کریں گے۔اگر تیس روز میں اپیل نہ کی گئی تو صرف صدر پاکستان کورحم کی اپیل کی جاسکتی ہے۔فیصلے کے بعد مجرم کے وکیل ایک دوسرے کے گلے لگ کر روتے رہے۔اس کیس کی سماعت کے دوران ممتاز قادری کے وکلاء نے معزز جج صاحبان کو بتایا تھا کہ:''غازی صاحب نے سلمان تاثیر کوقتل کر کے کوئی جرم نہیں کیا کیونکہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۷۹ کی رو سے یہ کوئی جرم نہیں قرار پاتا جس میں واضع طور پر یہ بات موجود ہے کہ ایسا کوئی بھی فعل جرم نہیں ہے اگراس کا مرتکب ایسا کرنے میں قانونی طور پرحق بجانب ہواور اسلامی قوانین کی رو سے غازی اس کوقتل کرنے میں حق بجانب تھے۔کیونکہ مقتول شاتم ہونے کی بناپر مباح الدم تھا۔سلمان تاثیر نے توہین رسالت کا ارتکاب نہ بھی کیا ہوتو اسے غلطی سمجھا جائے۔اس صورت میں بھی قادری نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔''

مبنی برانصاف فیصلے پرہم عدالت عالیہ کے جج صاحبان کومبارکباد کا تحفہ دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اس طرح کے فیصلے آئندہ بھی عدالت عالیہ کرتی رہے گی۔عدالت عالیہ نے درست کہا ہے کہ حقیقی دین سکھانے کے لیے علماءکوکردارادا کرنا چاہیے۔بدقسمتی سے نام نہاد علماء جوخود بھٹکے ہوئے ہیں وہ حکومت اورعوام کے لیے سوہان روح بن چکے ہیں۔اگر پاکستان میں کچھ اچھے علماء ہیں تو انہیں چاہیے کہ پہلے نام نہاد علماء کی تربیت کریں۔قارئین یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جب تک دفعہ ۲۹۵،۷۹۔اے بی سی موجود ہیں قتل ہوتے رہیں گے۔

☆☆☆

ممکنہ عالمی جنگ اور مسلمان ممالک

ان دنوں عالمی جنگ کے مہیب سایے دنیا کو گھیر رہے ہیں۔حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہور ہے ہیں۔دو بڑی ایٹمی طاقتیں ایک دوسرے کو گھور رہی ہیں۔ان دو بڑی طاقتوں یعنی امریکہ اور روس کی پشت پر چھوٹی طاقتیں صف آرائی کر رہی ہیں۔ واضح طور پر دو بلاک بن چکے ہیں۔روس کہتا ہے کہ بشارالاسد جو شام کے حکمران ہیں ان کی حکومت کو کسی صورت میں بھی گرنے نہیں دیا جائے گا اور امریکہ کہتا ہے کہ بشارالاسد کی حکومت کو بہر حال جانا ہوگا۔روس نے بشارالاسد کی حکومت کو بچانے کے لیے ایس ۴۰۰ میزائل شام میں نصب کر دیے ہیں اور حکومت کے حامی علاقوں کو نو فلائی زون قرار دے دیا ہے اور باغیوں کے ٹھکانوں پر زبردست بمباری شروع کر دی ہے اور دنیا سے داعش کے خاتمے کے لیے عالمی اتحاد پر زور دیا ہے۔پیوٹن نے یہ بھی کہا ہے کہ ۴۰ سے زائد ممالک داعش کی مدد کر رہے ہیں جن میں جی ۲۰ میں شامل کچھ ممالک بھی داعش کی مدد کر رہے ہیں۔ترکی جسے روس اپنا ساتھی سمجھتا تھا اس نے روس کا جنگی طیارہ مار گرایا۔ردعمل کے طور پر روس نے ترکی سے دفاعی معاہدہ ختم کر دیا اور معاشی پابندیاں بھی عائد کر دی ہیں اور مزید یہ بھی کہا ہے کہ ترکی کو اس حرکت کے مزید نتائج بھگتنا ہوں گے۔روس نے ایران سے دفاعی معاہدہ کیا ہے جس کے تحت فوری طور پر ۸۰ کروڑ ڈالر مالیت کے ایس ۴۰۰ میزائل کی ترسیل شروع کر دی ہے۔روس نے اپنے حمایتی ملکوں کو بھی ایس ۴۰۰ میزائل دینے کا وعدہ کیا ہے۔اس وقت روس کی طرف سے اسلحہ کی فروخت عروج پر ہے۔ ہندوستان اور پاکستان بھی روس سے اسلحہ لے رہے ہیں۔ دوسرے بلاک میں بھی اسلحہ کے انبار خریدے اور بیچے جا رہے ہیں۔امریکی صدر نے ۶۰۷ ارب ڈالر کے دفاعی بجٹ کی منظوری دے دی ہے۔

یورپ نے دفاعی اخراجات میں ۵۰ ارب ڈالر اضافہ کر دیا۔سعودی عرب کا دفاعی بجٹ اس برس کے آخر تک ۴۴ بلین ڈالر تک بڑھ جائے گا۔سعودی عرب روس سے ۲ ارب ڈالر کا اسلحہ خرید رہا ہے۔مغرب سے حال ہی میں ایک اعشاریہ ۳۵ بلین ڈالر کا اسلحہ خریدا ہے۔ایران روس سے اگر ۵۰۰ فائیٹنگ گاڑیاں خرید

رہا ہے تو سعودی عرب ۹۵۰ ایسی لڑاکا گاڑیاں خرید رہا ہے۔مراکش اور یواے ای بھی بھاری اسلحہ خرید رہے ہیں۔سعودی عرب روس سے بلسٹک میزائیل خریدنا چاہ رہا ہے۔قطر نے حیران کن طور پر ترکی سے دفاعی معاہدہ کرلیا ہے۔یاد رہے کہ قطر سعودی عرب کا اتحادی بھی ہے اور یمن میں حوثیوں کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔سوڈان نے بھی یمن میں کاروائی کے لیے ڈیڑھ ہزار افراد پر مشتمل مسلح دستہ مزید بھیج دیا ہے۔فرانس، برطانیہ ااور جرمنی بھی داعش کے ٹھکانوں پر حملے کررہے ہیں جبکہ روس مغرب اور ترکی پر الزام عائد کررہا ہے کہ یہ ممالک ترکی کے راستے داعش سے تیل لے رہے ہیں اور ڈالر اور اسلحہ داعش کو مہیا کررہے ہیں۔روس نے پوچھا ہے کہ کیا کوئی بتائے گا کہ یہ ممالک کہاں حملے کررہے ہیں؟ روس نے یہ بھی الزام عائد کیا ہے کہ یہ مغربی ممالک اپنی عوام کو مطمئن کرنے کے لیے ہوائی فائرنگ کررہے ہیں، روس نے فرانس کے صدر کو کہا ہے کہ اگر داعش کو ختم کرنا ہے تو ہمارا ساتھ دے۔فرانس میں پیش آنے والے دردناک حالات نے بھی دنیا کو عالمی جنگ کے قریب کردیا ہے۔اور امن پسند لوگوں کی سوچ پر بھی اس واقع نے کاری ضرب لگائی ہے۔اس وقت یورپ کی فضا سوگوار ہونے کے ساتھ ساتھ خوف زدہ بھی دکھائی دیتی ہے۔

اس وقت عملی طور پر کسی نہ کسی طرح جنگ کا حصہ بننے والے ممالک میں امریکہ، روس چین، سعودی عرب، قطر، کویت، عرب امارات، شام، ترکی، یمن، سوڈان، فرانس، جرمنی، انگلینڈ، عراق، ایران، اسرائیل اور کئی دوسرے ممالک شامل ہیں۔اگر دیکھا جائے تو تیسری عالمی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے اور اس کا انجام ایک بہت بڑی تعداد میں انسانوں کی ہلاکت دکھائی دے رہا ہے۔جنگ کے جنون میں مبتلا حرص کے پجاریوں نے اگر اپنے پاگل پن کا علاج نہ کیا اور حرص جیسا منحوس کشکول نہ توڑا تو دنیا ایک بہت بڑے انسانی المیے سے دوچار ہوجائے گی۔یہ بھی ہوسکتا ہے ایٹمی دھماکے زمین کی حرکت تبدیل کردیں اور زمین اپنا مدار چھوڑ کر سورج کی غذا یا کسی سیارے سے ٹکرا کر پاش پاش ہوجائے۔بڑی عالمی طاقتوں کو ہوش کے ناخن لیتے ہوئے تمام معاملات کو انصاف کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے نپٹانا ہوگا۔اگر ایسا نہ ہوا تو دنیا کا کوئی ملک بھی اس جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔اللہ تعالیٰ اقوام عالم کو عقل سلیم اور اچھے فیصلے کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

☆☆☆

مسلمانوں کا کردار اور انجام

معاملہ اُلجھ جائے تو سلجھانا پڑتا ہے
معافی مانگنی پڑتی ہے ، خدا منانا پڑتا ہے

بڑے درد سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان کہلانے والوں نے اپنے گندے کردار اور غلیظ سوچوں کے نتیجے میں خود کو اس ممکنہ عالمی جنگ کی خوفناک آگ کا ایندھن بننے کے لیے تیار کر لیا ہے۔ مسلمان حکمرانوں کی اوقات کو حبیب جالبؔ نے کیا خوب بیان کیا ہے۔ جالبؔ کہتے ہیں

حکمراں ہو گئے کمینے لوگ
خاک میں مل گئے نگینے لوگ

اسلامی ممالک کے کئی حکمرانوں کو عبرت کا نشان بنایا جا چکا ہے اس کے باوجود برسرِ اقتدار حکمرانوں نے اپنے تیور نہیں بدلے ہیں۔ کاش یہ حکمران ذاتی اغراض کے لیے اپنے ایمان اور عوام کا سودا نہ کرتے۔ عالمی جنگ جیسے آگ کے گڑھے میں گرنے کی بجائے اس گڑھے کو ختم کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ حکمران یاد رکھیں کہ اس مرتبہ عالمی جنگ کی تباہ کاریاں سب سے زیادہ مسلم ممالک میں ہوں گی۔ عوام کی ہلاکت کی وجہ صرف خبیث فطرت مولوی یا بدقماش حکمران ہی نہیں ہوں گے بلکہ مسلمان کہلانے والی وہ عوام بھی ذمہ دار ہوگی جو زندہ باد مردہ باد کے نعرے لگاتی ہے، بداخلاقی جن کا زیور ہے، جلاؤ گھیراؤ جن کا کھیل ہے، مولوی جن کے خدا ہیں، جھوٹ جن کا اوڑھنا بچھونا ہے، کام چوری اور عیاشی جن کی راحت ہے، نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ جن کی خباثت کا پردہ ہے، بھوک۔ ننگ اور جہالت جن کی قناعت ہے، بنیاد پرستی کو انتہا پسندی تک لے جانا جن کا شیوہ ہے، گندگی۔ ملاوٹ۔ رشوت خوری۔ مردار کھانا۔ جعلی ادویات اور بیماریاں کو عطیہ خداوندی سمجھ کر قبول کرنے والے اور دوسری ہر قسم کی برائیوں میں لتھڑے لوگ اور بدلے میں جنت چاہنے والے لوگ۔ دن رات مغرب کو گالیاں دے کر اسلام کی خدمت کرنے والے بھی مجرم ہیں۔ مسلمان عوام کو شرم بھی نہیں آتی کہ ان ملکوں کو گالیاں دیتے ہیں جن سے مانگ کر کھاتے ہیں۔ کوئی بتائے تو سہی کہ وہ

کونسا اسلامی ملک ہے جس میں ایجادات ہورہی ہیں، چوراور نقلیے مغرب کی تعلیم کے نتیجے میں بننے والی ترقی یافتہ ایجادات کو استعمال کرتے ہیں اوران جدید ایجادات کے ذریعے انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ یہ تو کہا جاتا ہے کہ مغرب کی شرارتوں کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوا ہے، یادرکھنا چاہیے شیطان کی دال وہیں گلتی ہے جہاں کمزوری ہو۔ ویسے ہم تو حیران ہیں کہ قرآن اورسنت کے ہوتے ہوئے یہ مسلمان اتنے گدھے بن چکے ہیں کہ مغرب کی بدمعاشی کونہیں سمجھ سکتے۔ بیکارلوگ جوخود کچھ نہیں کرسکتے گند پر بیٹھ کردوسروں کی برائیاں کرکے اپنی پس ماندگی اور جہالت کی تصدیق کرتے ہیں۔

مسلمان مما لک نے توبہ کرنے اوراصلاحی اقدامات کرنے میں بہت دیر کردی ہے۔گزشتہ پندرہ برس میں لاکھوں مسلمان ہلاک ہوچکے ہیں۔جس طرح کے حالات نظر آرہے ہیں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد میں ہلاکت صاف دکھائی دے رہی ہے۔جس طرح روس اورامریکہ کے زیرسایہ بلاک تشکیل پارہے ہیں،اسی طرح شیعہ اورسُنّی بلاک بھی اپنی سفاکی کے ساتھ جلوہ گر ہورہے ہیں۔مسلمان مما لک نے قطعاً اچھی پالیسی اختیارنہیں کی ہے۔اگرگہری نظر سے دیکھا جائے تو حالات کوموجودہ صورت حال تک لے جانے میں سعودی عرب اوراس کے عرب اتحادیوں کا ہاتھ نظر آتا ہے۔جودوسروں کے جلتے گھروندوں کی آگ سے ہاتھ تاپا کرتے تھے،آج ان کے گھروں کوجلانے کے لیے وہی آگ بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ایران اور سعودی عرب یادرکھیں کہ اگراس آگ کوفوری طور پرٹھنڈا نہ کیا گیا تو یہ آگ مشرق وسطیٰ کے تمام مما لک کوجلا کرراکھ کردے گی۔سعودی عرب کی حوثیوں کے خلاف کاروائی اورشامی حکومت کے خلاف باغیوں کی مدد سعودی حکومت کولے ڈوبے گی۔اسی طرح ایران کامنفی رویہ ایران کے لیے تازیانہ ہوگا۔اگرغور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عراق کی تباہی، تیسری جنگ عظیم کا نقطہ آغاز ہے۔اللہ تعالیٰ سب انسانوں کوعقل سلیم عطا فرمائے۔آمین۔بزبان شاعرہماری بھی اللہ کےحضوریہی دعاہے کہ

یا ربّ تُو فرشتوں کو حفاظت پہ لگا دے
عنوان بتاتے ہیں کہ طوفان جگے ہیں

☆☆☆

نام نہاد مولوی اور سائنس

گزشتہ تقریباً ایک سو پچیس برسوں میں اِس دُنیا کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے ہیں۔نئی نئی ایجادات نے پُرانی اور دھیمی زندگی کو نہایت تیز رفتار زندگی میں بدل دیا ہے۔اِس طرح کا ترقی یافتہ دور گذشتہ انسانی زندگی میں نہیں ملتا۔اِن ایجادات کا اِس دور میں ہونا اِس لیے مقدّر تھا کہ ہمارے حبیب آقا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو دُنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کے لیے اِن ایجادات کی ضرورت تھی۔ جس طرح مغربی اقوام نئی نئی ایجادات کر کے انسانوں کے لیے آسانیاں پیدا کر رہی ہیں اُسی طرح اُمّت مسلمہ میں پیٹ کا دھندا کرنے والے نام نہاد مولوی نئی نئی بدعات اور عقائد کے انبار ایجاد کر کے انسانوں کی روحانی اور جسمانی موت کا باعث بن رہے ہیں۔مولوی کسی دور کا بھی ہو اس کی سوچ ہمیشہ سطحی ہوتی ہے۔حکمت کی بات نہ سمجھتے ہیں ناں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ'جنّتی مجرموں سے سوال کریں گے کہ تم کو کیا چیز دوزخ کی طرف لے گئی؟''ان کے جوابات میں ایک جواب یہ بھی ہوگا کہ''اور بے حکمت باتیں کرنے والوں کے ساتھ مل کر بے حکمت باتیں کرتے تھے۔''پھر ان مجرموں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ''پس ایسے لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی۔ان کو کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے اس طرح منہ موڑتے ہیں، کہ گویا وہ ڈرے ہوئے گدھے ہیں، جو شیر کو دیکھ کر بھاگے ہیں؟''

(سورۃ المدثر آیات ۴۲،۴۶،۴۹تا۵۱)

حقیقت یہی ہے کہ بے حکمت باتیں کرنے والا سب سے بڑا گروہ مولویوں ہی کا ہے۔ہرنئی ایجاد پر اور نصیحت پر ان کا رویہ ڈرے ہوئے گدھے کی طرح ہوتا ہے۔اصل بات یہی ہے کہ''رُوحانی شیروں''اور ''دُنیاوی شیروں'' کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے ان کی حیثیت ایک ایسے گدھے سے زیادہ نہیں ہے جو اس دور میں نئی سواریوں اور مال برداری کے لیے استعمال ہونے والے جدید ذرائع کی وجہ سے بے وقعت ہو کر رہ گیا ہے۔ان نام نہاد مولویوں کی قرآن سے بے تعلقی کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے یہ آیت ہی کافی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ''اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تا کہ تم ان پر سواری کرو اور (وہ) بطور زینت (بھی) ہوں۔نیز وہ (تمہارے لیے) وہ بھی پیدا کرے گا جسے تم نہیں جانتے۔''(سورۃ النحل آیت ۹) اس

مقدس آیت میں واضح طور پر دوسری سواریوں کا ذکر موجود ہے۔ نام نہاد مولوی لوگ ریل میں بھی دجال کی ایجاد ہونے کی وجہ سے بیٹھنا حرام سمجھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ سورۃ التکویر میں فرماتا ہے کہ ''اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دی جائیں گی'' رسول اللہ ﷺ کا فرمان مقدسہ ہے کہ **ولیترکنّ القلاص فلا یسعٰی علیھا۔** "کہ لازماً اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی۔

ان مولویوں نے ہر ایجاد کا استعمال پہلے حرام قرار دیا بعد میں اس حرام کو مزے لے لے کر استعمال کیا۔ مثال کے طور پر ریل، تار، گھڑی، لاؤڈ اسپیکر، گراموفون، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، پولیو ویکسین، ہوائی جہاز، پریس وغیرہ وغیرہ۔ اور تمام جدید علوم کو حرام قرار دے رکھا ہے۔ صرف اسلامی علوم کو ہی جائز سمجھا گیا ہے طبیعات، کیمیا، فزیالوجی، ارضیات، آثار قدیمہ اور دوسرے بہت سے علوم اور ان علوم کی بدولت ایجاد ہونے والی اشیاء کو کافر کی ایجاد قرار دے کر حرام سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں ۷سو سے زائد مرتبہ غور و فکر کرنے کے لیے کہا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہ دُعا بتائی گئی ہے ''اے ربّ! میرے علم میں اضافہ کر۔'' اور رسول اللہ ﷺ علم حاصل کرنے کی افادیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔'' یہ کڑوی حقیقت ہے کہ نام نہاد مولوی نے اُس سائنس کو کافر کہہ کر جس کی بنیاد میں مسلمان سائنس دانوں کے مشاہدے اور تجربے کی بے شمار بے مثال مثالیں موجود ہیں، مسلمانوں کو جہالت کے اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا ہے۔

یہ جہالت ہی ہے کہ وہ اسلام جو انسانوں کو آسانیاں پہنچانے کی تعلیم دیتا ہے اسی اسلام کا دم بھرنے والے نام نہاد مولوی اور نام نہاد مسلمان انسانیت کے فائدے کے لیے ایک سوئی تک نہیں بنا سکتے۔ مسلمان ملکوں میں قائم فیکٹریاں اور کارخانے مغرب کی مہربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ مولوی نامی قوم، مغربی ممالک کی تمام ایجادات کو صبح و شام استعمال کرتی ہے یہاں تک کہ حج جیسا مقدس فریضہ بھی مغربی گدھے یعنی ہوائی جہاز پر بیٹھ کر ادا کرنے جاتی ہے۔ حد یہ ہے کہ اپنے نام نہاد جہاد میں انہی اقوام کے ایجاد کردہ ہتھیاروں کو استعمال کرتی ہے اور فتح کی امید بھی رکھتی ہے۔ اگر مولوی گدھے، اونٹ، خچر یا گھوڑے پر سفر کرتے ہوں، تیر کمان اور تلوار جہاد میں استعمال کریں، مٹی سے بنے گھروں میں مٹی سے بنے چولہے پر بنا کھانا کھائیں، ہاتھ کا بنا

کپڑا پہنیں اور دوسری لاکھوں کافر ایجادات کا استعمال ترک کر دیں تو پھر ان مولویوں کی کچھ قدر کی جاسکتی ہے۔اتنی ہی قدر جتنی احمقوں کی کی جاسکتی ہے۔عصر حاضر میں وہ نام نہاد مولوی جو بد وضع ، ڈرے ہوئے گدھے کی طرح بے حکمت اور احمق ہیں اگر کوئی اچھی بات ان کے منہ سے نکل بھی جائے تو وہ بھی غلط محسوس ہوتی ہے۔

مُلّا کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے
یہ خیر بھی بولے تو شر لگتا ہے

مغربی علوم اور سائنس وغیرہ کو حرام کہہ کر خود کو مطمئن کرنے والوں کو شرم بھی نہیں آتی ۔کاش وہ اس زندہ حقیقت کو سمجھ سکتے کہ یہ مغربی علوم قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی ہی کو ثابت کر رہے ہیں۔یہ سائنسی علوم ہی سے معلوم ہوا کہ دریافت ہونے والی لاش اس فرعون کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عبرت کا نشان بنانے کا وعدہ کیا تھا۔سائنس نے تصدیق کی کہ کائنات کا وجود ایک دھماکے جسے بینگ کہا جاتا ہے سے پیدا ہوا اور کائنات پھیلتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور یہ بتایا کہ کائنات کی تخلیق کو دہرایا جاتا ہے، سورج، چاند ستارے گھوم رہے ہیں، انسان کی پیدائش کی کہانی سائنس نے قرآن کے مطابق ثابت کی، نت نئی ادویات دریافت کیں، موسموں کے ادلنے بدلنے اور بادلوں کے تیرنے کی وجوہات بتائیں، انسانوں کے لیے آرام دہ اور تیز رفتار سواریاں ایجاد کیں، زمین میں مدفوں خزانوں تک رسائی حاصل کی، سمندر کی تہہ کا آنکھوں دیکھا حال بتایا، پہاڑوں کی حقیقت اور زلزلوں اور سونامی وغیرہ کی وجوہات سے پردہ ہٹایا، پریس کی ایجاد سے وہ علوم جو بہت بڑی بڑی کتابوں میں بند تھے وہ کثرت سے شائع ہونے لگے (یاد رہے ترکی کے مفتی اعظم نے پریس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا تھا جس کی وجہ سے مسلمان ایک سو برس تک پریس سے فائدہ نہ اٹھا سکے تھے۔حالانکہ سورۃ التکویر میں بتایا گیا ہے کہ ''اور جب صحیفے نشر کیے جائیں گے۔'' سورۃ التکویر میں بیان کردہ پیشگوئیاں بڑی شان سے پوری ہو چکی ہیں'') کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی ایجاد نے ہر قسم کے علوم کو عام کر دیا، ٹیلیویژن نے پوری دنیا کو ایک دوسرے سے نہ صرف ملنے کا موقع فراہم کیا بلکہ لوگوں کے رہن سہن و بود و باش کے مطالعے کا موقع فراہم کیا، معذوروں کے لیے نت نئی ایجادات نے ان کی زندگیوں کو گل و گلزار کر دیا، ان

ایجادات کی بدولت بغیر ٹانگوں والے چلنے لگے، گونگے بولنے لگے اور بہرے سننے لگے اور اندھے دیکھنے لگے، انسانوں کے علاج معالجے کے لیے بے شمار مشینیں اور اوزار ایجاد کیے گئے، چاند سورج اور ستاروں کی حقیقت بتائی وغیرہ وغیرہ۔ کیا کوئی مولوی یہ کہہ سکتا ہے کہ انسانوں کے لیے یہ تحقیقات اور ایجادات فائدہ کا باعث نہیں ہیں؟ کیا ان تحقیقات و ایجادات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت میں اضافہ نہیں ہوتا؟ اور کیا سرشاری کی حالت میں بار بار سبحٰن اللہ کہنے کی حقیقی خواہش پیدا نہیں ہوتی؟ یقیناً، اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات کے ہر ذرہ میں خواص کا سمندر موجود ہے۔ اور ان خواص پر روشنی ڈالنے والے یقیناً تعریف اور دُعا کے مستحق ہیں۔

ایک مرتبہ مشہور نوبل انعام یافتہ سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب سے کسی نے پوچھا آپ نے جو تھیوری پیش کی ہے وہ آپ کے ذہن میں کیسے آئی؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ:۔

''قرآن کریم کے مطالعہ سے۔''

جناب پرویز ہود بھائی لکھتے ہیں:۔

''اگر چہ اسکولوں کے نصاب میں سائنس ایک لازمی مضمون ہے لیکن بہت کم پاکستانی نوجوان سائنس سیکھنا چاہتے ہیں اور سائنس دان بننے کے کے خواہاں تو بہت ہی کم ہیں۔ عرصہ دراز سے سائنس کو اتنا خشک مضمون گردانا جاتا ہے کہ اب لوگ سائنس (جو کہ انسان کی سمجھ اور اس کی ترقی کی ضامن ہے) سے ناصرف لاتعلق ہو چکے ہیں بلکہ سائنس کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں سائنس کی بنیادی سمجھ اتنی کم ہے کہ اکثر لوگ ایٹم بنانے کی ٹیکنالوجی کے حصول کو ڈاکٹر عبدالسلام کے معرکہ آراء کام سے (جس پر انہیں نوبل انعام سے نوازا گیا) بہتر سمجھتے ہیں۔'' (نیا زمانہ ۱۹ دسمبر ۲۰۱۵ء)

اگر کوئی قرآن کریم کو اپنے ذاتی مقاصد اور دکانداری کے لیے استعمال کرے تو وہ نہ قرآن کریم جیسے بڑے روحانی سمندر کو سمجھ سکتا ہے نہ سائنس کی عظمت کو پہچان سکتا ہے۔ مولوی احمد رضا بریلوی نے زمین کو ساکن ثابت کرنے کے لیے ۸ رسالے لکھ مارے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب اپنے اپنے مدار اور فلک میں گردش پذیر ہیں۔ اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کسی بشر (ارضی مخلوق) کو ایسی ہیشگی اور دوام نہیں

بخشا۔(طاہر القادری بریکٹ میں لکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے حال پر بدلے یا ختم ہوئے بغیر قائم رہی ہو) اگر آپؐ انتقال فرما گئے تو کیا یہ طعنہ زنی کرنے والے ہمیشہ رہیں گے۔"(ترجمہ مولوی طاہر القادری۔سورۃ الانبیاء آیات۳۴،۳۵)(ان آیات کے مطابق اور بقول مولوی طاہر القادری کوئی چیز بھی اپنی حالت بدلے بغیر نہیں رہ سکتی۔تو یقیناً حضرت عیسیٰؑ کا حال بدل نہیں رہا کیا اس سے ان کی وفات ثابت نہیں ہوتی؟)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب (سیارے) اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔" (سورۃ یاسین آیت ۴۰)

وہ تمام مولوی جو سائنسی ایجادات اور سائنس کی مخالفت کرتے ہیں اور ان ایجادات کو قبول بھی کرتے ہیں وہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے مقدس ارشادات سمجھ ہی نہیں سکے۔انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ دور میں یہ تمام ایجادات قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی کے نور کو پھیلانے کا سبب بن رہی ہیں۔اگر کوئی انہیں خدمت انسانیت کے لیے ایجاد کر رہا ہے یا استعمال کر رہا ہے تو وہ مبارک کام کر رہا ہے۔اور جو ایسا نہیں کر رہا وہ جہالت کے بدبودار تالاب سے حصہ پا رہا ہے۔ایسے بدنصیبوں کے متعلق قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کی ذمہ داری ڈالی گئی پھر اسے (جیسا کہ حق تھا) انہوں نے اٹھائے نہ رکھا، گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔کیا ہی بری ہے ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔" (سورۃ الجمعہ آیت ۶)

عصر حاضر میں ایسے نام نہاد مولویوں کی کمی نہیں ہے جو ایسے گدھے ہیں جو کتابوں کے بوجھ اٹھانے کے شرف سے بھی محروم ہیں۔یہ تکبر سے بھرے وجود اتنی اونچی آواز میں چیختے ہیں کہ کافر کی ایجاد لاؤڈ اسپیکر بھی ان سے پناہ مانگتا ہے۔اور قرآن کریم میں ہے کہ "اپنی آواز کو دھیما رکھ،یقیناً سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔" (سورۃ لقمان آیت ۲۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ہم نشیں کیسے ہوں؟ کن

لوگوں کی مجالس میں ہم بیٹھیں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا: ’’ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے اور جن کی گفتگو سے تمہارا دینی علم بڑھے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔‘‘ (ترغیب)

اللہ تعالیٰ ہمیں نام نہاد علماء کی صحبت سے بچائے اور صحبت صالحین اختیار کرنے کی توفیق دے، قرآن کریم کا عرفان عطا فرمائے اور حبیب آقا رسول اللہ ﷺ کی سیرت عالیہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم انسانیت کے لیے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سپاہی بن جائیں۔ عظیم سائنسدانوں اور موجدوں پر بھی رحم کی نظر ڈالے۔ حکمت سے عاری مولویوں اور ان کے ہم نواؤں کو عقل سلیم عطا کرے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

’’زندہ، جسدِ خاکی اور آسمان‘‘

مولانا عبدالحق حقانی اپنے فتاویٰ کی کتاب فتاویٰ حقانیہ کی جلد اول کے صفحہ ۳۴۰ پر لکھتے ہیں:۔

’’قرآن مجید نے اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے، **بل رفعه الله اليه** ۔ مگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اسے ناممکن بتلا رہے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ اوپر کیسے زندگی گذر سکتی ہے مگر آج خود چاند، مریخ اور زہرہ میں اپنے لیے الاٹمنٹ کروانا چاہتے ہیں۔‘‘

معزز قارئین! سچ تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک بھی ایسی آیت نہیں ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ فرمایا گیا ہو کہ وہ زندہ، جسد خاکی کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ **بل رفعه الله اليه** ۔ اس آیت میں نہ زندہ کا لفظ ہے نہ جسد خاکی کا اور نہ آسمان کا۔

جو دوسری بات مولانا عبدالحق حقانی نے بیان کی ہے وہ ان کی علمیت کا گھڑا پھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ ان مولانا صاحب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ زمین پر آباد اللہ کی مخلوق ہوا، پانی اور زمینی غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کوئی بھی انسان جب بھی زمین سے باہر جاتا ہے تو وہ تمام ضروری لوازمات زندہ رہنے کے لیے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ چاند، مریخ تو دور کی بات ہے کرۂ ارض سے ایک قدم باہر نہیں جا سکتا۔ سوال تو بنتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دو ہزار سال سے بنا کھائے پیے اور آکسیجن کے بغیر کیسے زندہ ہیں؟

تین فتوے اور واقع جہلم

1۔ قرآن مجید میں نسخ کا علی الاطلاق انکار کرنا گمراہی ہے۔

2 ۔سوال:ایک مسجد کے مؤذن نے قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق ایک کنستر میں رکھ کر جلائے ۔قرآن پاک کے اوراق کوجلانے پراس کے خلاف خطرناک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا،اسے فوری طور پر مسجد سے نکال دیا گیا،بعد میں اسے پولیس نے گرفتار بھی کر کرلیا۔

جواب:مقدس اوراق کو بہتر یہ ہے کہ دریا میں یا کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔یا زمین میں دفن کر دیا جائے،اور بصورت مجبوری ان کو جلا کر خاکستر (راکھ) میں پانی ملا کر کسی پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑتے ہوں،ڈال دیا جائے۔آپ کے مؤذن نے اچھا نہیں کیا،لیکن اس سے زیادہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوا،جس کی اتنی بڑی سزا دی گئی،لوگ جذبات میں حدود کی رعایت نہیں رکھتے۔

گزشتہ دنوں جہلم میں قرآن جلائے جانے کی افواہ یا حکمرانوں اور مولویوں کی سوچی سمجھی سازش کے تحت ایک فیکٹری اور کئی گھروں کو آگ لگا کر جلا دیا گیا تھا۔جن مولویوں نے مساجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اعلانات کر کے لوگوں کو مشتعل کیا کیا وہ مولوی اس بات سے لاعلم تھے کہ مقدس اوراق کو جلایا جا سکتا ہے،دبایا جا سکتا ہے اور چلتے پانی میں بہایا جا سکتا ہے؟ یاد رہے متذکرہ فیکٹری میں کوئی قرآن جلانے کا واقعہ پیش ہی نہ آیا تھا۔مولوی،لوگوں کو دن رات حوروں کے قصے سناتے ہیں اور جنت کے ان دیکھے مناظر کو جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں۔اے کاش! یہ تن کے پجاری اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے شیطانی اعمال کو ترک کر کے انسان بن جائیں۔لوگوں کو بھی ان جھوٹ جیسے غلیظ بت کی پوجا کرنے والے مولویوں کے مفسدانہ اعلانات پر ردعمل ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ناہنجار مولویوں اور سرکش عوام کو ہدایت دے۔

3 ۔سوال:ٹی وی کی طرف پاؤں کرنا جبکہ اس پر قرآن کریم کی آیات آرہی ہوں،گناہگار بناتا ہے؟

جواب:یہ ایک نہیں، بلکہ تین گناہوں کا مجموعہ ہے۔ا۔ٹی وی دیکھنا بذات خود حرام ہے۔۲۔اس حرام چیز کا قرآن کریم کے لیے استعمال حرام۔۳۔قرآن کریم کے نقوش کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے۔

پروگرام دیکھنے اور دکھانے والے سب اس کے وبال میں شریک ہیں۔

(آپ کے مسائل اور انکا حل از مولوی یوسف لدھیانوی۔ جلد۳)

لاکھ کافر کو کیا تُو نے مسلمان ناسخ
ہے یہ افسوس کہ تُو آپ مسلمان نہ ہوا

یاد رہے گزشتہ دنوں جہلم میں ایک احمدی کی فیکٹری کو آگ لگانے، دکان جلانے اور کئی گھر جلانے کے بعد مفسد بدذات دیوبندی اور ختم نبوت کے نام پر پلنے والے مذہبی جوکر مولویوں اور ان کے چیلے چانٹوں نے ایک احمدیوں کی مسجد پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان جاہل مولویوں نے مساجد کی تمام اشیاء کو باہر نکال کر آگ لگا دی۔ جلائی جانے والی اشیاء میں وہ رسائل، کتب بھی تھے جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مبارک نام بھی تھے۔ اس کاروائی کے بعد ان شیطان صفت حملہ آوروں نے مسجد کو اچھی طرح دھو کر اپنی دانست میں پاک کیا اور پھر ان ظالموں نے اس احمدیہ مسجد میں اپنی تمام دن کی شیطانی کاروائیوں پر سجدہ شکر کیا۔ بعد ازاں پولیس نے ان وحشیوں کو مسجد سے باہر نکال کر سیل کر دیا تھا۔

اس ظالم حملہ آور گروہ کا مقصد احمدیوں کو زندہ جلانا تھا جس طرح گوجرانوالہ میں تین احمدی خواتین کو زندہ جلایا گیا تھا۔ ریاست مکمل طور پر بے بس ہے یا بے بسی کا ڈرامہ کر رہی ہے اگر حکومتی مشینری ان بھیڑیوں کو قابو کرنے کے قابل خود کو نہیں پاتی تو اسے حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ فوج اور سپریم کورٹ کو چاہیے کہ ایسی نالائق حکومت کو فارغ کر دے جس کی ٹانگیں بدمعاش اور بدقماش مولویوں کی صورت دیکھتے ہی کانپنے لگتی ہیں اور وحشی مولویوں کو عبرت کا نشان بنا دے۔ عوام کو چاہیے کہ ان گدھا نما مولویوں کی بات ہرگز نہ مانیں جن کا کام صرف تن پرستی ہے۔ مولانا رومؒ نے فرمایا ہے کہ ”گھاس کا عاشق گدھا راستہ کا دشمن ہے، بہت سے اناڑیوں کو اس نے ہلاک کیا ہے۔ اگر تُو راستہ نہیں جانتا ہے، تو جو گدھا چاہے اس کے برخلاف کر وہی سیدھا راستہ ہوگا۔“

اس قدر ہے جو دمِ نزع ہوس دنیا کی
ساتھ لے جائے گا کیا عالمِ فانی واعظ

انسانوں پر رحم

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صرف مسلمانوں، تمام انسانوں اور جانوروں کے لیے ہی باعث رحمت نہ تھے بلکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت تھے۔ یہ مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں کہ غیر مسلم کافر صرف نفرت کے قابل ہوتا ہے اسے بھٹی میں جلا دیا جائے، اسے گھر میں زندہ جلا دیا جائے، اسے سرعام قتل کر دیا جائے، اس کے بچوں کی گردن کاٹ دی جائے یا ان کا معاشی قتل کر دیا جائے، کافر مستورات کی بے حرمتی کی جائے، اس پر جھوٹے مقدمے بنا کر اسے قید کروا دیا جائے اور جنہیں کافر خیال کیا جائے انہیں دوران عبادت قتل کر دیا جائے۔ مولویوں کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ سب کفار جہنم میں جائیں گے۔ دراصل جس طرح کے اعمال انسان اس دنیا سے لے کر جائے گا اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ سلوک فرمائے گا۔ لیکن اس کا رحم وہ عظیم سمندر ہے جس کا کوئی کنارا نہیں ہے۔ اس کی مخلوق سے رحم کرنے والے انسان اس سمندر سے خوب فیض یاب ہوں گے۔ انشاءاللہ۔ درج ذیل چار مقدس احادیث میں تمام انسانوں پر رحم کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

”لا یرحم اللّٰہ من لایرحم الناس۔“

(بخاری کتاب التوحید، باب قل اعوذ باللہ، حدیث ۶۹۴۱)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔“

حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الخلق کلھم عیال اللّٰہ احبھم الیہ انفعھم لعیالہ۔“

(المعجم الکبیر۔ حدیث نمبر ۱۰۰۵۳)

ترجمہ: ”مخلوق ساری کی ساری اللہ کا کنبہ ہے، اس میں وہ شخص اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ نفع پہنچائے۔“

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الراحمون یرحمھم الرحمٰن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی

السماءِ۔'' (ترمذی کتاب البر والصلۃ باب فی ما جاء فی رحمۃ الناس۔حدیث ۱۹۲۴)

ترجمہ: ''رحم کرنے والوں پر اللہ رحم فرماتا ہے (لہٰذا) زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم ہرگز ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم رحم نہ کرو۔'' فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص رحم کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے وہ رحم اور ہمدردی مراد نہیں ہے جو تم میں سے کوئی اپنے قریب کے آدمی کے ساتھ کرتا ہے، یہاں اُس رحمت کا ذکر ہے جو تمام انسانوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ولکن رحمۃ الناس عامۃ۔'' (مجمع الزوائد باب رحمۃ الناس۔حدیث ۱۳۶۷۱)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بلاتفریق مذہب، عقیدہ، رنگ، نسل تمام انسانوں کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق دے اور ہمارے گناہوں سے صرف نظر کرے اور اپنے پیار اور رحم کی انمول سوغات ہماری جھولی میں ڈال دے۔

آمین یا ربّ العالمین

☆☆☆

''مولانا'' شیرانی بمقابلہ اشرفی!

''مولانا'' اشرفی نے کہا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں میرے سوالات کرنے پر ''مولانا'' شیرانی نے اجلاس کے بعد میرا گریبان پھاڑ ڈالا، بٹن توڑ دیے اور شیرانی نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر زدوکوب کیا۔شیرانی نے کہا ہے کہ ہم نے صرف رستہ صاف کرایا تھا، اشرفی اور زاہد محمود قاسمی نے ہنگامہ آرائی کی، نازیبا الفاظ استعمال کیے اور شور شرابہ کیا۔کونسل کے رکن پیر سعید گجراتی کا کہنا تھا کہ شیرانی نے اشرفی پر تشدد کیا۔

یہ ہے مولوی کرتوت۔یہ دونوں مولوی اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہان ہیں۔یہ لڑاکے حواس باختہ اور اخلاق سے عاری مولوی پاکستانی قوم کو اسلام کے محاسن چیخ چیخ کر بتاتے ہیں اور ان کی اپنی حالت زار گدھے سے بھی بدتر ہے۔ جس طرح گدھے کی دم کے نیچے کانٹا چبھ جائے تو وہ دولتیاں مار مار کر خود کو مزید زخمی کر لیتا ہے اسی طرح یہ کانٹا چبھے مولوی نہ صرف خود کو لہولہان کر رہے ہیں بلکہ پوری قوم کو کوٹانگیں مار مار کر لہولہان کر رہے ہیں۔

(ٹی رپورٹ۔جنگ اور دوسرے اخبارات۔۲۹ دسمبر ۲۰۱۵ء)

تیس ارب ڈالر!

جناب نواز شریف نے کہا ہے کہ ملکی خزانے میں تیس ارب ڈالر کے ریزرو موجود ہیں۔

یہ خبر پڑھتے ہی ایک دفعہ تو خوشی اور حیرانی سے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی اور دوسرے لمحہ غصے اور صدمہ سے چہرہ سرخ ہوگیا۔ دل باغ باغ اس لیے ہوگیا تھا کہ پاکستان آخر کار امیر ہو ہی گیا۔اور غصہ اس لیے آیا کہ اس دولت سے حکمرانوں کے چہرے کی شادابی میں تو اضافہ ہوگا مگر غریب کے گال مزید پچک جائیں گے۔ سنا ہے کہ نواز شریف کے زیر استعمال ہوائی جہاز کی قیمت آٹھ ارب روپے ہے اور وزیر، مشیر اور ممبران اسمبلی کے زیر استعمال ہر گاڑی کی قیمت ڈیڑھ کروڑ روپے کم از کم ہے۔ ان امیر کبیر بادشاہوں کو غریب کے درد والم کا اندازہ کسی صورت نہیں ہوسکتا۔ ان دولت کے پجاریوں کے اللے تللے ختم ہونے میں نہیں آتے۔ ان کے پاس دولت کے پہاڑ ہیں پھر بھی چیلوں کی طرح ماس کھانے کے لیے عوام کے سروں پر منڈ لاتے رہتے ہیں۔ حکمرانوں کے امیرانہ لچھن دیکھ کر جناب صابر ظفرؔ نے کیا خوب کہا ہے

ہمارے ساتھ کبھی پار ، پل صراط کرو
پھر اس کے بعد نئی منزلوں کی بات کرو
تمہیں پتہ تو چلے سانس کیسے لیتے ہیں
بسر ہماری طرح بھی ، کبھی حیات کرو
جہاں بھی دیکھیں تم دکھائی دیتے ہو
کبھی ہماری بھی خلوت میں دن سے رات کرو
تم اپنے ہونے کا احساس تو دلاؤ ظفرؔ
علم اُٹھا نہ سکو تو بلند ہاتھ کرو

جناب صابر ظفرؔ کا خیال بہت اچھا ہے مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان اشعار میں بیان کی گئی خواہشوں کو مستقبل قریب میں پذیرائی ملنا ناممکن نظر آتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف اور ان کے چیلے چانٹے لوڈ شیڈنگ کے جہنم کو برداشت کرسکیں، ملاوٹ شدہ کھانا کھائیں، گندگی کے ڈھیروں کی بدبو کا سامنا کریں، جعلی ادویات سے علاج کرائیں، اور ان کی عورتیں رکشاؤں میں بچوں کو جنم دیں، بھوک، ننگ اور جہالت کو اپنا نصیب سمجھ کر سینے سے لگائیں۔ جب کبھی ایسا ہو جائے تو امیر امیر نہ رہے گا اور غریب غریب نہ رہے گا۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے، وہ مردہ ہیں نہ زندہ، وہ سیاسی جماعتوں کے پرچم اٹھا سکتے ہیں، زندہ باد

مردہ باد کہہ سکتے ہیں مگر اپنی آزادی نہیں چاہتے ،یقیناً ہاتھ اٹھاتے ہیں مگر بھیک کے لیے۔اگر عوام اپنے ہونے کا احساس دلا سکتے تو نہ نواز شریف حکمران بنتے اور ناں ہی آصف علی زرداری صدر بنتے۔ ☆☆☆

اقتدار کی نہیں، اقدار کی سیاست کرتے ہیں؟

گزشتہ دنوں جھنگ میں کسان پیکج کا اعلان کرتے ہوئے وزیر اعظم جناب نواز شریف نے کہا ہے کہ ''ہم اقتدار کی نہیں، اقدار کی سیاست کرتے ہیں۔''

نواز شریف کا بیان پڑھ کر نواز شریف پر ترس کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔ہمیں تو ان کی پارٹی کے پینتیس سالہ دور میں سبھی کچھ نظر آیا سوائے اقدار اور قومی مفاد کے۔ہماری قوم گزشتہ پینتیس برسوں میں اعلیٰ اقدار کی تعریف بھول گئی ہے بس اعلیٰ اقتدار کی ہوس میں مبتلا لیڈروں کے لیے نعرے لگانا ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے اور قومی مفاد کا خیال خواب وخیال بن چکا ہے۔جب اقتدار کا بھوکا شخص اقدار کی بات کرتا ہے تو اس کی ذہنی حالت نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔اقتدار کی بھوک نے سیاستدان، مولوی اور عوام کو اعلیٰ اقدار سے بیگانہ کر کے مخبوط الحواس بنا کر نیم مردہ کر دیا ہے۔کاش نواز شریف اپنے ذاتی مفادات کو بے پناہ وقت دیتے ہوئے، کچھ وقت کے لیے قوم کے لیے بھی سوچتے، اگر ایسا کرتے تو عوام کے دکھوں کا کچھ تو مداوا ہوتا۔جہاں تک کسانوں کا تعلق ہے ان کے حالات سے کون واقف نہیں۔دوائی، بیج، کھاد اور آڑھتی کسانوں کے ساتھ لگی مستقل بیماریاں ہیں۔بیج جعلی، دوائی جعلی، کھاد جعلی اور آڑھتی بھی جعلی۔نواز شریف صاحب کا خاندان شوگر ملوں کا مالک ہے۔زمینداروں کی گنے کی فصل ملوں کے باہر سوکھتی رہتی ہے، اور دلال نہایت سستا گنا خریدنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔چند زمینداروں نے بتایا کہ بعض اوقات بے ایمانوں کی خباثت کی وجہ سے ہماری لاگت بھی پوری نہیں ہوتی اور محنت پانی میں مل جاتی ہے۔اب تو کسان بزبان شاعر یہ کہنے پر مجبور ہے

آتشِ فاقہ میں مَیں جلایا گیا ہوں
قصوں ہی سے مَیں بہلایا گیا ہوں

یحییٰ بختیار اور اسلام

پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں شہرت پانے والے سابق اٹارنی جنرل یحیٰی بختیار کا بنیادی طور پر تعلق مسلم لیگ سے تھا۔ جب انہیں اٹارنی جنرل بننے کی آفر کی گئی تو آپ مسلم لیگ کو چھوڑے بغیر اور پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے بغیر، پھدک کر آئے اور اٹارنی جنرل بن گئے۔ پھر اس عہدہ کا ایسا چسکا پڑ گیا کہ مسلم لیگ کو مستقل طور پر چھوڑ دیا اور پیپلز پارٹی کا حصہ بن گئے۔ آج کل پارٹیاں بدلنے والے کو لوٹا کہا جاتا ہے۔ پاکستان میں پارٹیاں بدلنے کا رواج اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ سیاسی پارٹیاں پرانی ہیں۔ یحیٰی بختیار صاحب نے اپنی دانست میں اپنے دور میں اسلام کی خوب خدمت کی۔ پیپلز پارٹی میں آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ نے کہا ہے:۔

''میں تو درمیانی پالیسی کا حامی تھا، صحیح پاکستان ازم، وہی بات جو قائداعظم نے کہی تھی، قائداعظم ترقی پسندانہ اسلامی نظریات رکھتے تھے، ہم وہی اسلام چاہتے تھے، جو قائداعظم کے دماغ میں تھا، جو اقبال کے دماغ میں تھا۔ ہم مُلّا کا اسلام نہیں چاہتے تھے۔ اسی خیال سے مَیں پیپلز پارٹی میں آیا۔'' دوسری جگہ کہتے ہیں:

''ڈاکٹر مبشر اور جے اے رحیم نہیں چاہتے تھے کہ آئین میں پاکستان کو اسلامی اسٹیٹ لکھا جائے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا۔ مجھے فون آیا میں وہاں گیا۔ اس سے پہلے سوال یہ تھا کہ مسلمان کون ہے؟ ہیڈ آف سٹیٹ مسلمان ہونا چاہیے؟ شاہ احمد نورانی کہہ رہے تھے کہ اس میں مشکل یہ ہے کہ پہلے آپ مسلمان کو ڈیفائن کریں (گویا مولانا کہہ رہے ہیں کہ ہم تو نہیں جانتے مسلمان کی تعریف کیا ہے)، آپ قادیانیوں کو اس میں سے نکالیں۔۔ (مولوی کا مسئلہ ہی یہ رہا ہے کہ کسی بھی طریقے سے مسلمان کی تعریف سے احمدیوں کو باہر نکالو) آئین میں اس کی تعریف ہونی چاہیے کہ مسلمان کون ہے؟ قیوم خان کہتے تھے۔ اس کے بعد ہر عدالت میں یہ جھگڑا ہوگا کہ حلف نامہ داخل کرو کہ تم مسلمان ہو کے نہیں؟ بڑا الجھاؤ پیدا ہوگا۔ اس پر میں نے کہا، بھئی معاملہ ہے صدر کا، اس کے حلف نامے میں کہہ دیجیے کہ میں مسلمان ہوں۔ نورانی صاحب نے میرا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے مسئلہ حل کر دیا۔'' (یحیٰی بختیار صاحب کی فراست پر آفرین ہے جنہوں نے مولانا نورانی کی خواہش کے عین مطابق مسلمان کی ایسی تعریف کر دی جس سے احمدی جو خود کو نا صرف مسلمان کہتے بلکہ دل و جان سے قرآن کریم اور ارشادات کی روشنی میں اپنی زندگی گزارتے ہیں، دائرہ اسلام سے خارج کر دیے

گئے۔حالانکہ یحیٰ بختیار کہہ چکے تھے کہ ''ہم مُلاّ کا اسلام نہیں چاہتے تھے۔اسی خیال سے مَیں پیپلز پارٹی میں آیا۔'')

یحیٰ بختیار صاحب کہتے ہیں کہ ''اس کے بعد دوسرا جھگڑا آ گیا کہ اسلام سرکاری مذہب نہیں ہونا چاہیے۔اس لیے یہ نہ لکھیں، میں نے کہا کیوں نہ لکھیں، ہم مسلمان ہیں، ہمیں اس بات پر فخر ہے۔میری اس بات سے بھٹو صاحب ایک دم متفق ہو گئے۔جے اے رحیم صاحب ناراض ہو گئے اور کہا تم مُلاّؤں کے ہاتھ میں کھیل رہے ہو۔میں نے کہا یہ بات نہیں۔مجھے تو فخر ہے کہ مسلمان ہوں، پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔آپ اس کی تصدیق نورانی صاحب سے کر سکتے ہیں۔انہوں نے مجھے خود کہا کہ انہوں نے میری تعریف پبلک جلسے میں کی ہے۔''(اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ یحیٰ بختیار صاحب مُلاّؤں کے ہاتھوں میں نا صرف کھیل رہے تھے بلکہ ان کی انگلی کے اشاروں پر ناچ بھی رہے تھے)

اپنے دورِ حکومت میں لاکھوں احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے، پاکستان کو اسلام کا ہار پہنا کر مسلمان کر کے، آئین کو مسلمان کر کے، مسلمان کی انوکھی تعریف کر کے اور ملاؤں سے تعریف کے ہار پہن کر جب اقتدار کی کرسی سے اترے تو ضیاء الحق صاحب نے یحیٰ بختیار صاحب کے لیڈر کی گردن دبوچ لی۔ضیاء نے بھٹو، یحیٰ بختیار صاحب اوران کے ہم نشینوں کو ایک نئے اسلام سے روشناس کرایا، یہ اسلام اس اسلام کی دوسری قسط تھی جسے بھٹو اور اس کے ساتھیوں نے پروان چڑھایا تھا۔بے اقتدار ہونے کے بعد یحیٰ بختیار صاحب اپنی اسلامی خدمات کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''مسلمان جانتا ہے کہ بھٹو نے اسلام کی خدمت کی ہے، میاں طفیل محمد نے نہیں کی۔''

بے اختیار ہونے کے بعد ضیاء کے ابتدائی دور میں ایک انٹرویو میں یحیٰ بختیار صاحب سے سوال کیا گیا کہ '' حکومت میں اس وقت جو لوگ ہیں، آپ کے خیال میں وہ اسلام نافذ کرنے میں مخلص ہیں؟'' جواب میں جناب کہتے ہیں: ''بعض مخلص ہوں گے اور بعض یقیناً مخلص نہیں۔یہ اسلام جس طریقے سے لانا چاہتے ہیں۔لوگ اسلام سے متنفر ہو جائیں گے۔اسلام کی اصل سپرٹ کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ڈنڈے کے زور سے اسلام نہیں آتا **لا اکراہ فی الدین** والی بات نہیں ہے۔''

معزز قارئین! کوئی ان سے پوچھے کیا لاکھوں مسلمان کہلانے والوں کو کافر قرار دینا اسلام کی اصل سپرٹ کے خلاف نہیں تھا؟ کیا پاکستانیوں کو مذہب کے نام پر تقسیم کرنا اور غیر مسلموں کو دوسرے درجے کے شہری قرار دے کر انہیں بنیادی انسانی حقوق سے محروم کرنا **لا اکراہ فی الدین** والی بات تھی؟ احمدیوں کی مسلمان کہلانے کی سچی خواہش کو آئین کے ڈنڈے سے کچلنے کی ناکام کوشش سے کیا اسلام کا بول بالا ہوا؟ کیا پارلیمنٹ میں بیٹھ کر لفظوں سے شمشیر زنی کرنا قوم میں باہمی محبت میں اضافہ کا باعث بنا یا نفرت کا آغاز بنا؟ ہمارے خیال میں تو بھٹو حکومت کی اسلام سے چھیڑ خانی کے بعد پاکستانی قوم میں نفرت کے اتنے شگوفے کھلے ہیں کہ محبت اور بھائی چارے جیسا پاکیزہ پھول نہ ڈھونڈے سے ملتا ہے اور نہ کھلتا ہے)

اس جواب پر یحییٰ بختیار صاحب جو خود کو ماہر اسلام سمجھتے ہیں سے سوال کیا گیا'' تو پھر کس طرح اسلام کا نفاذ ہونا چاہیے؟''

یحییٰ بختیار صاحب اس سوال کا جواب دیتے ہوئے دور کی کوڑی لائے ہیں کہتے ہیں:۔

''اسلام لوگوں کی مرضی سے آئے گا، ڈیموکریسی سے آئے گا، پارلیمنٹ سے آئے گا۔آپ دیکھیں کہ مسلمانوں کا حکومتی مرکز دہلی، آگرہ تھا۔لیکن اسلام پھیلا بلوچستان، سندھ، سرحد، پنجاب میں۔اس لیے کہ وہاں اللہ والے بیٹھے تھے جنہوں نے لوگوں سے محبت سے باتیں کیں اور لوگ مسلمان ہو گئے۔جہاں ڈنڈا موجود تھا وہاں کوئی اسلام کے نزدیک نہ جاتا تھا۔'' (سیاسی اتار چڑھاؤ از منیر احمد منیر)

گویا لوگ، ڈیموکریسی اور پارلیمنٹ سب اللہ والے ہوتے ہیں، یعنی ولی اللہ ہوتے ہیں۔خدا کی پناہ! جب انسان کی عقل سٹک جاتی ہے تو وہ اوٹ پٹانگ بولنے لگتا ہے۔ضیاء نے بھٹو کے زمانے کی پارلیمنٹ کے ممبران کی بھاری تعداد کو شرابی، زانی، راشی اور بہت کچھ لکھا تھا اور اس پارلیمنٹ کا بڑا لیڈر جو بعد میں بڑا مجرم کہلایا اپنی تقریروں میں کہا کرتا تھا ''میں شراب پیتا ہوں حلوہ نہیں کھاتا۔'' حقیقت یہی ہے کہ ان شرابی لیڈروں اور نام نہاد ناہنجار مولویوں نے اسلام کو تماشہ بنا دیا ہے۔یحییٰ بختیار صاحب اسلام کی خدمت کرتے رہے اور اسلام ان سے اور ان کے گھر سے کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان سے بھی دور ہوتا گیا، اب تو محمود خان اچکزئی کے مطابق پاکستان میں مسلمان بہت ہیں مگر اسلام خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔ ☆☆☆

مُسلمانانِ ہند اور مولوی

فسادات پنجاب تحقیقاتی عدالت نے جب مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری صدر جمیعت العلمائے پاکستان سے ایک سوال یہ بھی کیا کہ ''اگر ہندو اپنے نظامِ حکومت میں منوشاستر کے تحت مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودروں کا سا سلوک کرے تو کیا آپ کو کوئی اعتراض ہوگا؟'' تو ان کا جواب تھا ''جی نہیں۔''

اور یہی سوال مودودی صاحب سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''یقیناً مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حکومت کے اس نظام میں مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودوروں کا سا سلوک کیا جائے ان پر منو کے قوانین کا اطلاق کیا جائے اور انہیں حکومت میں حصہ اور شہریت کے حقوق قطعاً نہ دیے جائیں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ اس وقت بھی ہندوستان میں صورت حال یہی ہے۔'' اور یہ جواب میاں طفیل صاحب کا لعدم جماعت اسلامی کے امیر کا بھی تھا۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء)

ایسے خیالات رکھنے والے نام نہاد مولوی نہ جانے کس اسلام کی بات کرتے ہیں۔ کیا پہلی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو شودر سمجھا جاتا تھا؟ کیا انہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے غیر مسلم شہریوں کو کیا حقوق دیے تھے؟ کیا ان کے ساتھ مذہب کی وجہ سے امتیاز برتا گیا تھا؟ کیا ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کا حکم دیا تھا؟ کیا ریاست کے شہری ہونے کے ناطے ان کے حقوق مسلمانوں کے حقوق کے برابر نہیں تھے؟ کیا ان کے مقدمات کا فیصلہ اُن کی مذہبی کتاب کی روشنی میں نہیں کیا جاتا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں جس کے سربراہ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد ﷺ تھے تمام مذاہب کے لوگ آرام و راحت سے رہتے تھے۔ تصور تو کیجیے جس ریاست میں غیر مذاہب کے حقوق کا اس قدر خیال رکھا جاتا ہو اُس کے سربراہ کو دوسری غیر اسلامی ریاستوں میں بسنے والے مسلمانوں کی تکلیف تڑپاتی نہ ہوگی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ غیر اسلامی حکومتیں جب اسلامی ریاست میں اپنے ہم مذہب لوگوں کو سکون و چین سے رہتے دیکھتیں تو وہ بھی مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی کوشش کرتیں اور غیر مسلم عوام بھی جب اپنے حکمرانوں کی زیادتیاں دیکھتی تو اسلام کی سنہری تعلیم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ آخر ہوا بھی یہی دیکھتے دیکھتے تمام عرب اسلام کی پُرامن چھتری کے نیچے آگیا۔ یہ مولوی کی منطق ہے کہ ہمارے پاکستان میں ہمیں ہر قسم کے ظلم کرنے کی

آزادی ہونی چاہیے۔ اقلیتوں کے گرجا، مندر اور گردوارے جو پاکستان میں ہیں وہ ہمارے رحم و کرم پر ہیں چاہیں تو انہیں جلا دیں اور چاہیں تو ان میں عبادت کرنے والوں کو بھی جلا دیں۔ اور اس ظلم کے نتیجے میں ہندوستان یا عیسائی حکومتیں جس طرح کا ظلم بھی اپنے مسلمان شہریوں سے روا رکھیں، ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ہم تو غیر مسلموں کو شودور اور ملیچھ ہی کہیں گے اور سمجھیں گے چاہے اس کے نتیجے میں غیر مسلم حکومتیں اپنے مسلمان شہریوں کے ساتھ ملیچھوں اور شودروں سے بھی بدتر سلوک کریں۔ گویا یہ مولوی نہ صرف غیر مسلموں کے دُشمن ہیں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خون کے بھی پیاسے ہیں۔ دراصل یہ مولوی قوم صرف اپنے پیٹ سے مخلص ہے اور صرف اس کی خدمت گزاری کے لیے اسلام کا نام استعمال کرتی ہے۔ اسلام کی حقیقت سے یہ نام نہاد ملّائیت بالکل بے خبر ہے۔ مذہب اسلام تو جانوروں کے حقوق بھی ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مندرجہ بالا مولوی کی منطق ان کی علمیّت کا گھڑا پھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ مولوی کی خودساختہ منطق کو قطعاً اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔

☆☆☆

میری اُمّت میں ایک وہ ہے، جو۔۔۔

مولانا جلال الدین رومیؒ امت محمدیہ میں آنے والے انسان کامل کے متعلق فرماتے ہیں:۔

گفت پیغمبرؐ کہ ہست از امّتم
گو بود ہم گوہر و ہم ہمّتم

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری اُمّت میں ایک وہ ہے، جو میرے جوہر اور میری ہمت میں میرا شریک ہوگا۔

مُر مرا زاں نُور بیند جانِ شاں
کہ من ایشاں را ہمی بینم بداں

اُس کی جان مجھے اُس نُور سے دیکھے گی، جس سے مَیں اس کو دیکھتا ہوں۔

بے صحیحین و احادیث و رُوات
بلکہ اندر مشربِ آبِ حیات

(مجھے میرے نور سے دیکھے گا) بغیر صحیحین اور احادیث اور راویوں کے، بلکہ مشرب (عشق) میں (جو) آب حیات ہے (دیکھے گا)۔ (مشاہدہ کی یہ صورت مشربِ عشق سے حاصل ہوتی ہے جو روح کے لیے آبِ حیات ہے۔ مترجم)

(مثنوی روم دفتر اوّل صفحہ ۳۵۶)

اللہ کا کنبہ

عصر حاضر میں جب کہ انسان مذہبی اور سیاسی درندوں کے خونی جبڑوں میں نیم جاں تڑپ رہے ہیں، انسان کی سب سے بڑی خدمت انسانیت کو بچانا ہے۔ جاہل، بھوکی، پیاسی اور سسکتی عوام الناس کو بچانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ انسان کو اللہ کی مخلوق سمجھا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی اور سیاسی غنڈا گردیوں کا باعث صرف مولوی اور سیاست دان ہی نہیں ہیں بلکہ اب ان کے بھوکے ننگے پیروکار بھی ہیں جو مولوی اور سیاست دان کی شہ پر اپنے جیسے انسانوں کے گلے کاٹ کر مذہبی اور سیاسی غیرت کا مظاہرہ کر کے نا صرف اپنے بھائیوں کے گھروں کو ماتم کدہ بناتے ہیں بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیتے ہیں، عام طور پر ان جنونیوں کے بچے بھیک مانگتے ہیں اور عورتیں جسم فروشی کرتی ہیں یا گھروں میں کام کرتی ہیں۔ جب تک انسان تمام انسانوں کو انسان سمجھ کر ان کے درد والم دور کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور پیار نہیں کرتا تب تک انسان سسکتا رہے گا، مرتا رہے گا۔ انسانیت جیسا خوش رنگ، خوشبودار نورانی پھول اسی صورت میں اپنے رنگ وروپ کے جلوے دکھاتا ہے جب آدمی خدا پرست ہو اور سب انسانوں سے بلا تمیز مذہب و ملت اُسے محبت ہو۔ ہمیں عصر حاضر میں خدا پرستی کا دعویٰ کرنے والے بے شمار لوگ دکھائی دیتے ہیں مگر عملاً ان کے دل محبت سے خالی ہیں۔ محبت اور انسان کے تعلق میں مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ:۔

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ جب تک کوئی مہمان دستر خوان پر موجود نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے۔ ایک مرتبہ کئی دن تک کوئی مہمان نہ آیا۔ ایک دن دوپہر کو آپؑ گھر سے باہر نکل کر مہمان کا انتظار کر رہے تھے، سخت گرمی کا موسم تھا، لُو چل رہی تھی اور تپش کے مارے ہر ذی روح کا بُرا حال تھا۔ دیکھتے ہیں کہ دور ایک بوڑھا گرتا پڑتا چلا آ رہا ہے۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کا جسم گرد و غبار میں اٹا پڑا ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے شوق سے مہمان کا استقبال کیا اور خوشی خوشی اُسے مکان کے اندر لے گئے۔ دستر خوان چنا گیا اور آپ نے بسم اللہ کہہ کر لقمہ توڑا۔ مہمان نے اللہ کا نام لیے بغیر کھانا کھانا شروع کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعجب ہوا، پوچھنے پر مہمان نے کہا کہ میں تو اللہ کو

نہیں مانتا ہوں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتنا سننا تھا کہ غصے سے بے تاب ہو گئے اور اسے اسی حال میں بے کھائے پیے گھر سے نکال دیا۔مولانا رومؒ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد فوراً ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی اور حضرت ابراہیم علیہ اسلام سے کہا گیا کہ میں تو اپنے اس بندے کو ساٹھ سال تک کھانا پانی دیتا رہا اور اس کی ہر ضرورت کو پورا کیا۔لیکن تم سے یہ بھی نہ ہوسکا کہ میرے اس بندے کو ایک وقت کا کھانا ہی کھلا سکتے۔''

انسانوں کا تعلق کسی بھی مذہب یا قوم سے ہو وہ اللہ کے بندے ہیں۔اور اللہ کے بندوں کو عقیدہ، علاقہ،رنگ،نسل یا قوم کے نام پر دکھ دینا ہرگز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''الخلق کلهم عیال اللّٰه احبهم الیه انفعهم لعیا له''

مخلوق ساری کی ساری اللہ کا کنبہ ہے،اس میں وہ شخص اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ نفع پہنچائے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کنبہ سے بلاتمیز مذہب وملت پیار اور ان کے درد و الم کو دور کرنے والے بنائے۔آمین۔

''شیطانی انسانی چہرے''

مولانا جلال الدین رومیؒ نام نہاد مولوی کی تباہ کارانہ و مکّارانہ شیطانی فطرت سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے فرماتے ہیں:۔

''چونکہ بہت سے شیطان،انسانی چہرے کے ہیں اس لیے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ پکڑانا چاہیے۔شیطان شر پھیلانے آدمی کی طرف آتا ہے۔تیری جانب نہیں آتا،کیونکہ تُو شیطان سے بدتر ہے۔جب تک تُو آدمی تھا شیطان تیرے پیچھے دوڑتا تھا اور تجھے شراب پلاتا تھا جب تُو شیطنت میں پختہ کار ہو گیا۔اے نالائق! شیطان تجھ سے بھاگتا ہے۔جو تیرے دامن سے چمٹا ہوا تھا۔جب تُو ایسا ہو گیا تو وہ تجھ سے بھاگ گیا۔''

(مثنوی مولانا رومؒ دفتر اوّل)

مساجد کمیٹیاں، عوام اور امام

مکرم ومحترم زاہد انور مرزا صاحب نے ایک اہم اور دردناک مسئلہ کی نشاندہی کی ہے۔محترم برطانیہ میں قائم مساجد کمیٹیوں اور آئمہ کے درمیان رسہ کشی کے نتیجے میں مساجد سے دوری اختیار کرنے والوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے کالم میں لکھتے ہیں:۔

’’دوطرح کے طبقہ کے لوگ مساجد کے تناظر میں قابل ذکر ہیں اور تیسرا طبقہ قابل رحم وترس ہے۔اول مسجد کمیٹی کے افراد جن کے پاس انتظامی ومعاشی تمام معاملات ہیں، جو اکثر خاندان،قبیلہ، دولت یا طاقت کی بنیاد پر ان مقدس مقامات کے سرپرست اعلیٰ بن جاتے ہیں مگران کے لیے علمی وعقلی صلاحیت کی شرط کچھ معنی نہیں رکھتی۔اکثر مقامات پر’’اندھوں میں کانا راجہ‘‘ کے مصداق جو نیم خواندہ بلکہ اگر نام تک درست لکھ سکتا ہے تو محراب ومنبر کا وارث بن کر آئمہ دین کی نگہبانی اور عوام کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔مقام غور ہے کہ جو خود’’واقف آداب دین‘‘نہیں اسے کیونکر دینی امور کا نگران مقرر کر دیا گیا؟ کیا یہ ہمارے معاشرے کی دین کے ساتھ بے حسی اور بے رغبتی کی دلیل نہیں ہے؟ ظاہر ہے تمام مساجد میں ایسا نہیں ہے کچھ اچھے اور تعلیم یافتہ لوگ بھی انتظام سنبھالے ہوئے ہیں اور خوش اسلوبی سے کام چلا رہے ہیں، وہ تحسین کے قابل ہیں مگر ہم تو اکثریت کی بات کر رہے ہیں جن کی جہالت کا خمیازہ نہ صرف عوام کو بلکہ ساری مسلم کمیونٹی کو غیروں کے سامنے نادم ہو کر بھگتنا پڑتا ہے۔مساجد میں جھگڑے، زدوکوب، گالی گلوچ اور ہاتھا پائی کے بہت سے واقعات ہماری پاکستانی کمیونٹی کا بالخصوص حصہ رہے ہیں۔ ہماری مساجد انتظامیہ کی کم علمی، سرکش رویے اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے خاطر خواہ نتیجہ دینے سے قاصر ہیں۔نوجوان بڑوں سے باغی ہیں اور اس ماحول میں نا صرف گھٹن محسوس کرتے ہیں بلکہ ان کی حاضری نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔دوسرا طبقہ آئمہ وخطباء کا ہے اگر چہ یہ طبقہ مرکزی کردار کا حامل ہے مگر کمیٹی کے ظلم وجور اور بے حسی کے سامنے اس کی حیثیت ثانی بلکہ اس سے بھی کم ہے۔اچھی آواز، لچھے دار تقریر اور وہی ازمنہ قدیمہ کے نسل در نسل اسرائیلی واقعات، کوئی مرجائے تو قل کے فضائل، چندہ کم دے تو عتاب کا اعلان، زیادہ دے تو جنت کا اعلان اور چند مزید رسمی باتیں۔ان کا مجموعہ’’امام صاحب‘‘ کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔نہ رسم شاہبازی سے واقف، نہ طرزِ شاہی سے آشنا شکوہ ہے ایسے دینی لوگوں

سے جو زندگی کا طویل عرصہ ''کمپرومائز'' کے ماحول میں گزار کے اسے دینی خدمت قرار دیتے ہیں۔ظاہر ہے ایسا شخص کیونکر کھل کر دینی شعور تقسیم کرے گا جو خود خوف کے سایے میں زندگی گزار رہا ہے۔کمیٹی کے مفادات پر زد پڑے تو امام صاحب کی شامت آجائے۔''

(کمیٹی،عوام اور امام مضمون از زاہدانور مرزا۔ہیلی فیکس۔جنگ ۲۴ نومبر ۲۰۱۵ء)

زاہدانور مرزا صاحب نے بغیر لگی لپٹی کے حقیقت بیان کر کے نام نہاد پاکبازوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔مساجد ایک کاروبار بن چکا ہے۔برطانیہ میں مساجد فرقوں کی بنیاد پر بھی بنائی جارہی ہیں اور مدارس میں عقیدوں کی بنیاد پر اسلام سکھایا جاتا ہے۔دیوبندی، بریلوی مکتبہ فکر کے بھی کئی گروہ ہیں اور سب ہی خیرات، چندے، زکوٰۃ وغیرہ پر پلتے ہیں۔امام مساجد بھی چھپے رستم ہیں،ان کی چاندی ہے۔جب امام کو پاکستان سے بلایا جاتا ہے تو مساجد انتظامیہ کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں،تھوڑی سی رقم ملتی ہے اور ایک امام کی بیوی کے مطابق ان اماموں سے صفائی بھی کروائی جاتی ہے یہاں تک کہ باتھ روم بھی صاف کروائے جاتے ہیں۔جب ویزا وغیرہ ہو جاتا ہے تو یہی امام خودسر ہو جاتے ہیں۔مالی طور پر خوشحالی ملتے ہی پر پرزے نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔آئمہ مساجد برطانیہ کی ایک غیر اسلامی اور غیر اخلاقی حرکت کے متعلق صدر وفاق المدارس مفتیِ اعظم پاکستان (یاد رہے مولانا طاہر اشرفی انہیں مفتیِ اعظم تسلیم نہیں کرتے) مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

''(برطانیہ میں) بعض ایسے ہیں کہ جن کو روزگار ملا ہوا ہے یعنی چوری چھپے روزگار بھی کر رہے ہیں اور وہ الاؤنس بھی لے رہے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ آئمہ مساجد یہ کام کر رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ بنالی ہے کہ یہ تو کافر لوگ ہیں ان سے پیسے وصول کرنا ثواب ہے۔لہٰذا ہم یہ پیسے وصول کریں گے۔امامت کے پیسے بھی مل رہے ہیں اور ٹیوشن بھی چلا رہے ہیں اور ساتھ میں بیروزگاری الاؤنس بھی لے رہے ہیں۔ہم اس عذاب میں مبتلا ہیں تو پھر کیسے رحمت حاصل ہو؟ اور جب ہمارا حال یہ ہوگیا تو کیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت شامل حال ہو؟ (حقوق العباد اور مُعاملات از مفتی تقی عثمانی ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان صفحہ ۳۹)

اللہ تعالیٰ، آئمہ مساجد، مساجد انتظامیہ کو عقل سلیم عطا فرمائے، سیدھا راستہ دکھائے۔آمین

☆☆☆

عدالتوں اور حکومت وقت کا جاندار فیصلہ

آخر کار بدنام زمانہ قاتل ممتاز قادری اپنے انجام کو پہنچا۔ممتاز قادری گزشتہ پانچ برس سے جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند تھا۔عشق رسول سے سرشار ہونے کا دعویٰ کرنے والے شخص کی رحم کی اپیل صدر پاکستان کی طرف سے مسترد ہونے پر اسے پھانسی دے دی گئی۔سمجھ نہیں آتا کہ دینی غیرت پر قتل کرنے والا شخص اسی جذبہ سے پھانسی پر کیوں نہ لٹکنا چاہتا تھا۔قادری کی غیرت رحم کی بھیک مانگتے ہوئے کہاں سوگئی تھی۔

حکومت وقت کا اعمالنامہ ہر لحاظ سے تعریف کے قابل نہیں ہے،مگر ممتاز قادری کے بارے عدالتوں اور حکومت وقت کا جاندار رویہ بہر حال تحسین کے قابل ہے۔اگر اسی طرح کا رویہ ملک دشمنوں، اسلام دشمنوں اور نام نہاد حب رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے والوں کے ساتھ جاری رہے تو اس کے نتائج یقیناً امن وامان کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔

ممتاز قادری کا تعلق دعوت اسلامی کے ساتھ تھا، یہ تبلیغ اور قرآن وسُنّت کی تنظیم ہے، اِس کے سربراہ مولانا الیاس قادری ہیں، مشہور کالم نگار جاوید چودھری کی رپورٹ کے مطابق ممتاز قادری نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ ''۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو میرے گھر کے سامنے مسلم ٹاؤن میں اِس تنظیم نے تحفظ ناموس رسالتؐ اور شان اہل بیت کے عنوان سے ایک اجتماع کیا، اِس اجتماع میں امتیاز حسین شاہ کاظمی اور علامہ حنیف قادری نے عشق رسول ﷺ اور شان رسولؐ پر انتہائی پُر اثر اور جذباتی تقاریر کیں، اِن دونوں حضرات کی تقریریں جذبات میں ڈوبی ہوئی تھیں، علامہ حنیف قریشی اپنے بیان کے دوران اِس قدر جذبات میں آ گئے کہ اِن کا عمامہ اُن کے سَر سے گر گیا، اِن کے بال بکھر گئے اور ان کا مائیک گر گیا، اِن کے اِس بیان اور اِن کی حالت سے اجتماع پر رقت طاری ہوگئی اور تمام حاضرین عشق رسول ﷺ میں دھاڑیں مار کر رونے لگے، اُنہوں نے جب غازی علم دین اور حضرت بلالؓ کے عشق کی بات کی تو جذبات کی شدّت سے میرا دل بھی رو پڑا اور میں نے اُسی وقت وہاں بیٹھے بیٹھے فیصلہ کیا میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو ضرور قتل کروں گا کیونکہ اُنہوں نے ناموس رسالت

قانون کو" کالا قانون" قرار دیا ہے اور یہ گستاخ رسول آسیہ بی بی کی حمایت بھی کر رہا ہے۔"

ممتاز قادری کو پھانسی دیے جانے سے قبل مولوی الیاس قادری صاحب نے کربلا کے شہیدوں کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے اس بدنام قاتل کی زندگی کی دعا کی تھی جو صدر پاکستان سے کی گئی ممتاز قاری کی رحم کی اپیل کی طرح مسترد ہوگئی اس لیے اگلے روز ممتاز قادری کو پھانسی دیے جانے کے بعد اگلے روز قادرری کی مغفرت کے لیے دعا کرتے دکھائی دیے۔ واصف علی واصف نے کیا خوب کہا تھا:۔

"ہم لوگ زندگی فرعون کی گزارتے ہیں اور عاقبت موسیٰ جیسی چاہتے ہیں۔"

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو ان کے گارڈ ممتاز احمد قادری نے ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو اپنی ایس۔ ایم۔ جی کا پورا برسٹ ان پر فائر کر کے ہلاک کر دیا تھا۔ جناب سلمان تاثیر کو ۲۷ گولیاں لگیں۔ قاتل نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ میں نے سلمان تاثیر کو توہین رسالت قانون کو کالا قانون کہنے پر قتل کیا ہے۔ سلمان تاثیر کے قتل پر جناب حسن نثار نے کہا تھا کہ" یہ جو ۲۶ یا ۲۷ گولیاں سلمان تاثیر کو لگی ہیں یہ دراصل اس کے جسم سے گزر کر پاکستان میں قوت برداشت، تحمل، توازن، غور وفکر، مکالمہ، آزادی اظہار اور منطقی سوچ کو لگی ہیں، اور جن معاشروں میں ان باتوں کا قتل عام ہو جائے اس معاشرہ کا انجام نوشہ ءدیوار ہوتا ہے۔ اگر غیر متوازن معاشرہ کو" مکمل اجتماعی پاگل پن سے محفوظ رکھنا ہے تو اس کے کرتا دھرتاؤں کو انہیں لگام دینا ہوگی جو سرِ عام اس کوڑھ، طاعون اور سرطان کو پروموٹ کرتے ہیں۔" (جنگ لندن ۶ جنوری ۲۰۱۱ء)

معزز قارئین! قادری نے امانت میں خیانت کرتے ہوئے سلمان تاثیر کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو امانتوں کا حق ادا کرنے کی بنا پر امین بھی کہا جاتا ہے۔ وہ توہین رسالت قانون جو ایک بیوی کے بے گناہ شوہر کو نگل گیا، وہ بیوہ اسے کالا سیاہ کالا قانون ہی کہے گی۔

اس طرح کی ظالمانہ وارداتیں کرنے والوں کی درندگی کا ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحیمانہ تعلیمات سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ آپؐ تمام مخلوقات کے لیے رحمت کا عظیم الشان سمندر تھے، آپؐ کی تعلیمات تمام زمانوں کے لیے ہیں، آپؐ کے عطا کردہ انمول خزانے کسی نام نہاد مولوی کی میراث نہیں ہیں، تمام مخلوقات اور تمام انسان بلاتفریق مذہب وملّت اس شاندار خزانے سے بلا روک ٹوک فائدہ اُٹھا سکتے

ہیں۔ مذہب اسلام جو سراسر سلامتی کا مذہب ہے اس کے دروازے پر کسی مولوی کو سانپ بن کر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے، اس کو مذہب اور حُبِّ رسول کے نام پر کسی کو ڈسنے کی اجازت نہیں ہے۔اور اُس رحمۃ للعالمین ﷺ کے نام پر کسی کو قتل کرنے کی تو قطعاً اجازت نہیں ہے جس نے اپنے کسی دُشمن سے اپنے نفس کے لیے بدلہ نہیں لیا۔مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ آپؐ نے اپنے نفس کے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔"**ما انتقم رسول اللّٰہ ﷺ لنفسه فی شی**"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مشرکین پر بددُعا فرمائیے تو فرمایا:**ما ابعث لعانا و انما بعثت رحمة**۔''میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (صحیح مسلم)

جذبہ ایمانی کے زیر اثر شدت جذبات سے بے قابو ہو کر مولوی حضرات کبھی بھی شہید ہو کر جنت میں نہیں جانا چاہتے۔عام لوگوں کو جذباتی تقریریں کر کے مشتعل کرتے ہیں۔اور لوگ ان مولویوں کی ڈرامے بازیوں کو حقیقت سمجھ کر وہ کچھ کر گزرتے ہیں جو پاگل جانور بھی نہ کر سکیں۔اوران جاہلوں کے شیطانی اقدام پر انہیں کندھوں پر بٹھا کر مولوی لوگ سیاست کرتے ہیں اور مطلب نکل جانے کے بعد انہیں گندے ٹشو پیپر کی طرح پھینک دیتے ہیں۔سلمان تاثیر کی پہلی برسی کے موقع پر ممتاز قادری کے اہل خانہ کا کہنا تھا:۔

''جن مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں نے قانونی جنگ سمیت ممتاز قادری کی ہر طرح کی سپورٹ اور قصاص کے طور پر کروڑوں روپے دینے کے دعوے کیے تھے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب یہ سب بادلوں کی طرح چھٹ چکے ہیں،اکثریت اپنے تئیں بیان بازی کر کے ہی''شہیدوں''میں اپنا نام لکھواتی رہی ہے۔سُنّی اتحاد کونسل کے سربراہ صاحب زادہ فضل کریم ایم این اے جو گزشتہ سال سلمان تاثیر کے قتل کے موقع پر ممتاز قادری کی حمایت میں سب سے آگے نظر آرہے تھے،انہوں نے کسی ایک موقع پر بھی ممتاز قادری کے اہل خانہ سے رابطہ نہیں کیا۔''ممتاز قادری نے اپنی سزائے موت کے خلاف اپیل دائر کی ہوئی ہے۔

(رپورٹ مرزا عبدالقدوس روزنامہ اُمّت کراچی ۵ جنوری ۲۰۱۲ء)

گویا ایک برس بعد ممتاز قادری کی زندگی مولویوں کے نزدیک بے فائدہ ہو چکی تھی۔اب انہیں

ممتاز قادری غازی کے روپ میں برا لگنے لگا تھا اور شہید قادری ان کی سیاست کے لیے بے حد فائدہ مند تھا۔یہی وجہ ہے کہ مولویوں نے کارآمد شہید کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر حکومت کو دھمکیاں دینا شروع کر دی ہیں۔اب یہ شہید مولویوں کی روزی روٹی اور سیاسی شیطانیوں کا باعث بنے گا۔

حکومت وقت کا کام ہے کہ بد بودار فتویٰ بازوں کو مذہب کے کندھے پر بدامنی کے منحوس میزائل رکھ کر فائر کرنے کی ہرگز اجازت نہ دے۔ان فتویٰ بازوں کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے موجبِ فتنہ و فساد افراد کے ساتھ سخت ترین رویہ اختیار کرے۔ایک مدت کے بعد نواز شریف حکومت نے مذہب کے نام پر فتنہ وفساد پھیلانے والے کسی مولوی کی گردن پر پاؤں رکھا ہے۔اگر خدانخواستہ آج ان نام نہاد مولویوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیا گیا تو ملک پہلے سے زیادہ کرب ناک دور میں داخل ہو جائے گا۔پرویز مشرف اس سے پہلے نام نہاد مولویوں کے سامنے گھٹنے ٹیک کر نہ صرف خود بے اثر ہو چکے ہیں بلکہ قوم کو بھی پستی کے اندھیروں میں دھکیل چکے ہیں۔حکومت کو فسادیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ذہن میں رکھ کر کاروائی کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''اور جب وہ صاحب اختیار ہو جائے تو زمین میں دوڑا پھرتا ہے تاکہ اس میں فساد کرے اور فصل اور نسل کو ہلاک کرے جبکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۶)

اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے:۔

'' اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو محض اصلاح کرنے والے ہیں۔خبردار! وہی ہیں جو فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔''

(البقرہ سورۃ آیت ۱۲،۱۳)

مسلموں کی بے حیائی کا ہو جائے علاج
ہو جائے جو ملاؤں کا ان سے اِخراج
ملا قوم کے شانوں پر جب سے ہیں سوار
شہر اَخلاق ہوا ہے سارا ہی تاراج

حقوق نسواں بِل

پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں بنائے گئے حقوقِ نسواں بل کی مولویوں نے جی بھر کر مخالفت کی تھی اور حقوقِ نسواں بل کی کاپیوں کو بے دردی سے پھاڑ کر پاؤں کے نیچے روندا تھا۔ حال ہی میں پنجاب اسمبلی نے حقوقِ نسواں بل ترمیم کے ساتھ پاس کیا ہے، اس بل کی مخالفت میں مولوی حضرات کے تیور نہایت خوفناک ہیں۔ ممتاز قادری کی موت نے مولویوں کو فتنہ وفساد کا ایک ایسا موقع فراہم کر دیا ہے جس کا سہارا لے کر وہ اچھل کود کر سکتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمان کو اس بل نے نہایت تکلیف دی ہے۔ انہوں نے پنجاب اسمبلی کے مرد ارکان کو ''زن مرید'' کا لقب عطا کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی کے کسی ممبر نے بھی زن مرید کہنے پر برا نہیں منایا، بعض سیاست دان مختلف ٹی وی پروگراموں میں ہنس ہنس کر کہہ رہے ہیں کہ اگر بیوی کا خیال رکھنا زن مریدی کے زمرے میں آتا ہے تو ہم ہیں ''زن مرید''۔

نئے قانون کا اہم مقصد عورتوں کو تشدد سے بچانا اور انہیں ان کے حقوق سے آگاہ کرنا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو پاکستان میں بے شمار قوانین موجود ہیں جو پاکستانیوں کو مذہبی اور سیاسی بدمعاشوں کے علاوہ ظالم لوگوں سے نجات دلا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ممتاز قادری کو پھانسی دینے کے لیے ۵ سال لگے۔ بچوں سے زیادتی کے سالانہ ہزاروں واقعات ہوتے ہیں اور اس بھیانک جرم پر کسی کو بھی پھانسی نہیں دی گئی۔ ضیاء دور میں گڑھی شاہو کے رہائشی دس سالہ پپو سے زیادتی کر کے قتل کرنے والے قاتلوں کو چند ہفتوں میں سرِعام پھانسی پر لٹکا دیا گیا تھا۔ اس سزا کے بعد اس قسم کے جرائم میں کچھ کمی آئی تھی۔ اس کے بعد آج تک کسی کو اس جرم میں پھانسی نہیں دی گئی۔ عورتوں سے اجتماعی زیادتی کے واقعات بھی عام ہیں۔ عورتوں کو زندہ دفن کرنا، غیرت کے نام پر قتل، ونی، سوارا اور قرآن سے عورتوں کی شادی وغیرہ بھی بدمعاشی سے کی جاتی ہے۔ عورتوں کی ہڈیاں توڑنا، ان پر تیزاب پھینکنا اور گھروں سے مار پیٹ کر نکال دینا بھی عام ہے۔ اگر ان جرائم کے مرتکب افراد کو عبرت ناک سزائیں سرِعام دی جاتیں تو ان جرائم کا ارادہ کرنے والوں کو سو بار سوچنا پڑتا۔ کرپشن کرپشن کا سبھی شور مچاتے ہیں اگر دو چار کو لٹکا دیا جاتا تو کرپشن بھی ختم ہو جاتی اور شور بھی ختم ہو جاتا۔ ایسے مدارس جن پر

دہشت گردی کا جرم ثابت ہو جائے تو ان کے دس بیس کرتا دھرتاؤں کو سرعام لٹکا دیا جاتا تو مدرسے، مدرسے بن جاتے ۔اگر ممتاز قادری جیسے قاتل کو شہید کہنے والوں اور حکومت وقت کو دھمکیاں دینے والوں کو گردن سے دبوچ لیا جائے تو ہڑتالیں اور فتنہ وفساد کم کیا جا سکتا ہے۔توہین رسالت قانون کو مذاق بنا دیا گیا ہے جائداد کے تنازع پر بھی مخالفین کے خلاف توہین رسالت کا مقدمہ درج کر دیا جاتا ہے۔کسی مولوی کے ساتھ تو بات کرنا بھی دشوار ہے، ذراسی بات پر توہین رسالت کی دھمکی دی جاتی ہے۔مولوی آج کل کہہ رہے ہیں کہ یہ بل غیر اسلامی ہے۔ بھائی ہمیں تو صحیح بات ہے یہ مولوی ہی غیر اسلامی لگتے ہیں۔بات کرتے ہیں اسلامی نظریاتی کونسل کی، کہ اس نے اس بل کو غیر اسلامی قرار دیا ہے۔کوئی ہمیں ایمانداری سے بتائے شیرانی اور اشرفی جس کونسل کے سربراہ ہوں وہ کونسل اسلامی کہلا سکتی ہے۔مولانا فضل الرحمان کے فتوے کی ویسے ہی کوئی حقیقت نہیں ہے لاکھوں دوسرے مولویوں کی طرح یہ فتوے بیچتے ہیں۔ہم حکومت کے لائے گئے ٹوٹے پھوٹے بل کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور توقع کرتے ہیں اس بل کو بے رحمی سے لاگو کیا جائے گا۔حکومت وقت سے یہ درخواست بھی کرتے ہیں کہ حلالہ سینٹروں، پیر سینٹروں اور فتاویٰ کی دکانوں پر بھی پابندی لگا کر خواتین کو مذہبی درندوں سے نجات دلائی جائے۔اور پاکستانی عوام کو بھی ایک بات کہنا چاہتے ہیں کہ اپنے بچوں کو بچپن ہی سے خواتین کی عزت کرنا سکھائیں اور یہ تبھی ممکن ہے جب آپ اپنے بچوں کے سامنے اپنی بیوی اور دوسری خواتین کا عزت واحترام عملی طور پر کر کے دکھائیں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک دوسرے کے حقوق قرآن کریم وسنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ادا کرنے کی توفیق دے۔آمین

تیزاب پلا دیا!

گجرات میں گھریلو جھگڑے پر صائمہ کو اس کے شوہر نے اپنے گھر والوں کے ساتھ مل کر تیزاب پلا دیا۔صائمہ دو روز تک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد دوران علاج دم توڑ گئی۔(جنگ ۱۲ مارچ ۲۰۱۶ء)نسواں بل کی مخالفت کرنے والا ہے کوئی مذہبی لیڈر جو اس ظلم کے خلاف تحریک چلائے۔نسواں بل کے خلاف اور ایک قاتل کے لیے تحریک چلانے والوں کے پاس کسی کا دکھ دور کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔آسیہ بی بی کو پھانسی دلوانے کے چکر میں حلالہ اور فتاویٰ سینٹر چلانے والے ایسے پھنسے ہیں کہ ان کے پاس مظلوموں کی دادرسی کے لیے کوئی وقت نہیں۔ ہے۔

ممتاز قادری کا بڑا جنازہ

عصر حاضر میں جس کے جنازہ میں بہت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوں اسے نجات یافتہ سمجھا جاتا ہے۔اس کے اعمال پر کم نظر ہوتی ہے اور جنازے کو اہمیت زیادہ دی جاتی ہے۔کسی زمانے میں بڑے جنازے ان شخصیات کے ہوا کرتے تھے جنہوں اپنی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے تابع کرنے کے بعد فی سبیل اللہ انسانوں کی اصلاح اور ہمدردی کے لیے وقف کر دی تھیں۔کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے جنازے میں ۱۳ لاکھ افراد شریک ہوئے تھے۔ممتاز قادری جیسے قاتلوں کے بڑے جنازوں کو نجات کا دروازہ قرار دیا جا رہا ہے۔شہید بنا کر دنیا میں جنت کے مزے لوٹنے والے بڑے بڑے مولوی عوام الناس کو مرنے کے بعد ایک ایسی جنت میں جانے کا تصور پیش کرتے ہیں جسے سن کر جاہل جذباتی اور احمق لوگ، معصوم مردوں، عورتوں اور بچوں کو بے دردی سے قتل کر کے ''شہید'' ہو جاتے ہیں۔اور ان شہیدوں کی قبروں کو مولوی دھندے کے لیے استعمال کر کے اپنی دنیا کو رنگین بناتے ہیں۔ممتاز قادری کا بڑا جنازہ اسے کیا فائدہ دے گا ہم نہیں جانتے مگر مولوی کے وارے نیارے ضرور ہو گئے ہیں۔عصر حاضر میں مشہور مصری گلوکارہ ام کلثوم کے جنازے میں ۴۰ لاکھ سے زائد افراد شریک ہوئے تھے۔اگر جنازے کے شرکاء کی تعداد نجات کا فیصلہ کرتی ہے تو ام کلثوم اس معیار کے لحاظ سے قادری سے بہت آگے ہے۔اسی طرح شادیوں میں بھی کچھ بڑی شادیاں کہلاتی ہیں جن میں زیادہ افراد شرکت کرتے ہیں۔اس معاملہ میں بھی عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ بے تحاشہ جہیز اور شادی میں کثیر افراد کی شرکت کامیاب زندگی گزارنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔حالات و واقعات ثابت کرتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے۔مثال کے طور پر Kim Kardashian اور Kris Humphries کی شادی پر ۶ ملین پونڈ خرچ ہوا، ہزاروں افراد شریک ہوئے، دو ملین ڈالر پھول خریدنے پر خرچ کیے گئے اور تین ملین ڈالر کے ہیرے دلہن کے سر کے تاج میں سجائے گئے۔ہوا یہ کہ شادی کے ۷۲ دن بعد یہ شادی ختم ہو گئی۔ایک خبر ہے کہ کتے اور کتیا کی شادی میں ۵ ہزار سے زائد افراد شریک ہوئے۔جہاں سیاستدان اور مذہبی شخصیات پیٹ کے پجاری ہوں وہاں بڑے جنازے، بڑی شادیاں نجات اور کامیابی کی ضمانت سمجھے جاتے

ہوں وہاں نہ شہیدوں کی کمی ہوتی اور نہ رنڈووں کی۔اور غریب لوگ کتے کتیوں کی شادی کروا کر خوش ہوتے ہیں۔ہمارے ملک میں تو کتوں کو شہید بھی کہا جاتا ہے،کل کلاں انکے بڑے جنازے بھی ہو سکتے ہیں اور کتوں والی سرکار کے مزار پر کتوں کو دودھ جلیبی کھلائی جاتی ہے۔دنیا میں لکی لکا جیسے عظیم کتے بھی ہیں۔جنہوں نے افغانستان میں بارودی سرنگوں کی نشان دہی کر کے ہزاروں افراد کی جان بچائی۔حال ہی میں ایک امریکی کتا ایک حادثہ میں اپنے ٹانگ گنوا بیٹھا۔اس عظیم امریکی کتے کو برطانوی میڈل ڈکن سے نوازا گیا ہے۔

☆☆☆

’’مغضوب علیہم اور الضّالین‘‘

مولانا عبیداللہ سندھی صاحب نے ہم عصر علماء اور سیاستدانوں کے متعلق فرمایا تھا:۔

’’ہمارے زمانے میں جو علماء قرآنی سیاست کو چھوڑ کر سیاست میں کسی قوم کی تقلید کرتے ہیں وہ ’’مغضوب علیہم‘‘ کی زد میں آتے ہیں اور جو انگریزی دان دوسری قوم کی سیاست کی تقلید کرتے ہیں وہ ’’الضّالین‘‘ کی شق میں شامل ہیں۔ایسے ہی جو لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں کوئی شخص قرآن کریم کو نہیں سمجھ سکتا وہ بھی ضالین میں سے ہے۔اس زمانے میں بعض مشائخ طریقت اور مولانا شیخ الہند کے زمانے میں جہاد کے مخالف یا اس کی اہمیت نہ سمجھنے والے ضالین میں داخل ہیں۔‘‘(صفحہ ۱۰۲ قرآنی شعور انقلاب از عبیداللہ سندھی۔ شائع کردہ مکی دارالکتب لاہور۔جمع وترتیب شیخ بشیر احمد لدھیانوی)

اگر ان الفاظ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے ملک پاکستان میں کم از کم تمام مولوی اور سیاست دان مغضوب علیہم اور الضّالین شمار ہوں گے۔اور جہاں مغضوب علیہم اور الضّالین بستے ہوں وہاں سے خیر کی خبر نہ آنے پر حیران نہیں ہونا چاہیے۔مولانا عبیداللہ سندھی کی کا درج ذیل بیان کس زمرہ میں آتا ہے قارئین فیصلہ کریں۔

’’مسلمانوں میں جو ایک غلط عقیدہ واضح اور پکا ہو چکا ہے کہ وہ مہدی اور مسیح کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے، اس کو کرید کرید کر دور کر دیا جائے۔یہ عقیدہ صرف غلطی اور غلط فہمی سے مسلمانوں میں آیا ہے۔۔اس تحقیق سے ہمارا مطلب یہ بھی ہے کہ اسے اسلام کا ضروری مسئلہ قرار نہ دیا جائے اور پھر اس پر بحث کا طومار نہ کھڑا کر دیا جائے بلکہ مسلمان جاگ اٹھیں کہ ان کی ترقی صرف مہدی اور مسیح کی آمد سے وابستہ نہیں ہے بلکہ اب وہ خود اپنے دست و بازو پر بھروسہ رکھیں اور اللہ کا نام لے کر آگے بڑھیں۔ (عقیدہ انتظارِ مسیح و مہدی صفحہ ۳۵)

مولوی، زنا، بندر اور رجم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

''میری امت پر اضطراب اور انتشار کا ایک ایسا شدید زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ اپنے علماء کے پاس (راہنمائی کی امید سے) جائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ وہ بندر اور سور ہیں۔'' (کنز العمال)

عصر حاضر میں نام نہاد بے ہنگم مولوی زانیوں کو پتھر مار کر مارنے کی سزا کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں واضح طور پر زانی کے لیے سو کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی ہے۔ زنا کے مرتکب کو سزا دینے کے لیے چار گواہوں کی شرط بھی عائد کی ہے اور میاں بیوی اگر ایک دوسرے پر زنا کا الزام لگائیں تو انہیں چار مرتبہ اللہ کی قسم اٹھانی ہوگی اور اگر عورت چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہے تو شوہر کی قسم زائل ہو جائے گی۔ آگے چل کر اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

سورۃ النور کے نزول سے پہلے ایک مرد اور ایک عورت کو سنگسار کرنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ مرد ماعز بن مالک کا تعلق قبیلہ اسلم سے تھا۔ یہ شخص چار بار رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور لوگوں کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کیا۔ اس کے اصرار پر حد نافذ کر دی گئی۔ ایک روایت کے مطابق جب صحابہؓ اسے سزا دے کر واپس آئے تو ایک صحابی نے بتایا، ہم نے جب اسے پتھر مارنے شروع کیے تو وہ بھاگنے لگا، میرے ہاتھ میں اونٹ کی ران کی ہڈی تھی، میں نے اس کے سر پر ماری تو وہ گر گیا، یہ سن کر نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؐ نے فرمایا: ''وہ اگر بھاگ رہا تھا تو اسے بھاگنے دینا تھا۔'' ایک اور بخاری کی روایت میں ہے کہ اسے بھاگنے دینا تھا ہو سکتا ہے وہ توبہ کرتا اور اللہ اسے بخش دیتا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے لیے دعا بھی کی۔ (صحیح بخاری و مسلم۔ کتاب الحدود)

خاتون کا واقع اس طرح تھا قبیلہ غامد کی خاتون نے آپ کے کان میں عرض کیا میں گناہ گار ہوں۔ آپؐ نے بات سنی ان سنی کر دی، وہ دوسرے کان کی طرف آئی وہاں بھی یہی عرض کیا، آپؐ نے بات پھر سنی ان سنی کر دی، اس کے بعد اس نے اتنی اونچی آواز سے گناہ کا اعتراف کیا کہ وہاں موجود لوگوں نے سن لیا،

آپؐ نے سر اٹھا کر اس عورت کی طرف دیکھا، عورت نے بتایا: ''میں حاملہ ہوں'' آپؐ نے فرمایا تمہارے گناہ میں بچے کا کیا قصور؟ اسے پیدا ہونے دو پھر آنا۔ عورت چلی گئی۔ بچے کی پیدائش کے بعد پھر آ گئی۔ فرمایا: ''بچے کا ماں کے دودھ پر حق ہے یہ حق اس سے چھینا نہیں جا سکتا یہ دودھ کی عمر گزار لے پھر آنا۔'' عورت تیسری بار آئی تو بچہ اڑھائی سال کا ہو چکا تھا اور اس کے ہاتھ میں روٹی تھی، یوں عورت کو سوا تین برس بعد سزا دی گئی۔ اور اس دوران اسے سزا سے بچنے کے چار موقع دیے گئے لیکن جب عورت کا اصرار بڑھ گیا تو اسے سزا دی گئی۔

سورۃ النور کے نزول کے بعد نہ نبی کریمؐ کی زندگی میں اور نہ خلافت راشدہ کے دور میں کسی شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا گیا۔ تاریخ میں اگر کوئی واقع ملتا ہے تو قرآنی تعلیم کے ہوتے ہوئے اسے شریعت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وفاقی شرعی کورٹ کا ایک فیصلہ، جسے پاکستان ٹائمز نے اپنی ۱۰ اپریل ۱۹۸۱ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے، پیش خدمت ہے۔

''قرآن کریم نے زنا کی سزا سو کوڑے مقرر کی ہے اور یہی قول فیصل ہے۔ رجم کی سزا خلاف قرآن ہے اس لیے اس قانون کو منسوخ کر دینا چاہیے۔ جس کی رو سے اسے حد قرار دیا گیا ہے۔ اس بحث کا مخلص یہ ہے ایک طرف سورۃ نور کی آیت نمبر ۳ (ترجمہ: زنا کار عورت اور زنا کار مرد، پس ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین کے تعلق میں ان دونوں کے حق میں کوئی نرمی (کا رجحان) تم پر قبضہ نہ کر لے اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ اور ان کی سزا مومنوں میں سے ایک گروہ مشاہدہ کرے) میں قرآن مجید کا صاف، واضح اور غیر مبہم اور دوٹوک حُکم موجود ہے اس کے ساتھ ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ کوئی حدیث نہ قرآن میں تبدیلی کر سکتی ہے، نہ منسوخ کر سکتی ہے۔ اس کے برعکس رجم کی سزا کے حق میں کچھ احادیث ہیں جو مبہم، غیر متّعین اور باہم متضاد ہیں بلکہ بعض ایسی جن کا حدیث ہونا بھی مشکوک ہے۔ فقہا کے اقوال بھی غیر یقنی اور متضاد ہیں۔ اندریں حالات نیز ان حقائق پیشِ نظر جن کا ذکر پہلے کیا جا چُکا ہے۔ میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں اور اس باب میں قطعاً تامل محسوس نہیں کرتا کہ میں سورۃ نور کی آیت ۳ کے سامنے سرِ تسلیم خَم کرتا ہوا قرآنی فیصلہ کی اطاعت کرتا ہوں اور وہ فیصلہ یہ ہے کی زانی کی سزا خواہ وہ شادی شُدہ اور خواہ غیر شادی شُدہ۔ پبلک کے سامنے کوڑے مارنا ہے۔''

اس فیصلے کے خلاف وفاقی حکومت پاکستان نے سپریم کورٹ میں اپیل داخل کر دی۔(ضیاء الحق صدر پاکستان تھے)علامہ احسان الٰہی ظہیر نے ردِعمل کے طور پر کہا ''شرعی عدالت کا یہ فیصلہ غیر اسلامی ہے حالانکہ یہ سزا خود رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔'' (روزنامہ جنگ جمعہ میگزین ۱۴ نومبر ۱۹۸۶ء بحوالہ مذہبی و سیاسی فرقہ بندیاں صفحہ ۱۲۲)

۱۹۸۴ء میں اسی شرعی عدالت نے ضیاء حکومت کے دباؤ اور مولویوں کے فسادانہ رویے سے ڈر کر تسلیم کرلیا کہ ان کا فیصلہ غیر اسلامی تھا۔اسلامی ممالک میں قائم عدالتیں موم کی ناک ہیں انہیں معمولی سے دباؤ پر کسی طرف بھی موڑا جا سکتا ہے۔اور ان عدالتوں میں بیٹھے اکثر جج پرلے درجہ کے بزدل اور جاہل ہیں۔

سورۃ النور کی آیت ۵ میں اللہ فرماتا ہے:۔

''وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر ۴ گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں ۸۰ کوڑے لگاؤ اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔اور یہی لوگ ہیں جو بدکردار ہیں۔''(اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تہمت لگانے والے لازمی طور پر ۴ ایسے گواہ پیش کریں جنہوں نے گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہو)

سورۃ النور کی آیت ۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اللہ کی قسم کھا کر چار بار گواہی دینی ہوگی کہ یقیناً وہ سچوں میں سے ہے۔اور پانچویں مرتبہ یہ(کہنا ہوگا)کہ اللہ کی اس پہ لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔اور اس(عورت)سے یہ بات سزا ٹال دے گی کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار گواہی دے کہ یقیناً وہ(مرد)جھوٹوں میں سے ہے۔اور پانچویں مرتبہ یہ(کہنا ہوگا)کہ اس(یعنی عورت)پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ(مرد)سچوں میں سے ہے۔'' (اس آیت عورتوں کی عزت و ناموس کی ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی ہے)

۴ گواہوں کی مکمل گواہی کے بغیر ملزم کو سزا نہیں ہو سکتی، ایک گواہ بھی نامکمل گواہی دے تو باقی الزام لگانے والوں پر قذف کی حد لگے گی۔حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ پر جو بصرہ کے گورنر تھے،بدکاری کا الزام لگایا گیا۔حضرت عمرؓ نے گواہی لی۔تو ایک شخص نے گواہی میں خفیف سی کمزوری دکھائی اور کہا کہ میں نے زنا ایسی صورت میں نہیں دیکھا کہ مرد کا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ کے اندر داخل ہو۔اس پر

دوسرے تینوں گواہوں کو قذف کی حد لگائی گئی۔ان کی گواہی کبھی قبول کرنے کا حکم دیا گیا اور انہیں فاسق قرار دیا گیا۔ (طبری جلد ۵)

یاد رکھنے کی بات ہے کہ ریپ کے لیے بھی چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ علامہ محمد یوسف بنوری صاحب لکھتے ہیں:۔

''زنا بالجبر کی صورت میں بھی ثبوت کے لیے چار گواہوں یا اقرار کا ہونا ضروری ہے،اس کے بغیر شرعی حد جاری نہیں ہوسکتی،البتہ زنا بالجبر میں عورت چونکہ مکرہ (مجبور) ہوتی ہے،اس لیے اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔''

(زنا بالرضا اور زنا بالجبر میں ایک ہی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ زنا بالرضا میں چار گواہوں کی گواہی پر دونوں فریق مستوجب سزا ہوتے ہیں اور زنا بالجبر میں چار گواہوں کی گواہی پر صرف جبر کرنے والا سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ان سزاؤں کا نفاذ اسلامی ریاست میں قاضی کرتا ہے۔جہاں اسلامی ریاست نہ ہو وہاں قرآئن وشواہد کی روشنی میں ریاست سخت سزائیں دے گی۔اسلامی جمہوریہ پاکستان بھی ایک ایسی ریاست ہے جس کا نام اسلامی ہے مگر نظام غیر اسلامی ہے اس لیے ریاست پاکستان نے زنا کی دونوں صورتوں میں زنا قرائن وشواہد سے ثابت ہو جانے پر زیادہ سے زیادہ سزا موت مقرر کی ہے۔)

زنا یا ریپ کا الزام لگانے والے کو اپنے الزام کی تصدیق کے لیے لازماً ۴ گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ان کی گواہی اتنی مکمل ہونی چاہیے کہ وہ فعل زنا کی تکمیل کی شہادت دیں۔فقہا نے یہاں تک اس کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

''وہ چاروں گواہ یہ گواہی دیں کہ انہوں نے مرد اور عورت کو اس طرح اکٹھے دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی پڑی ہوئی ہوتی ہے۔''

مولوی لوگ بالعموم غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑے اور شادی شدہ کے لیے رجم کی سزا بیان کرتے ہیں۔ان کا ایسا کہنا قرآن کریم میں بیان کردہ احکامات کے سراسر خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت ۲۶ میں شادی شدہ لونڈیوں کے متعلق فرماتا ہے:۔

''پس جب وہ نکاح کر چکیں پھر اگر وہ بے حیائی کی مرتکب ہوں ،تو ان کی سزا آزاد عورتوں کی نسبت آدھی ہوگی۔ یہ رعایت اس کے لیے ہے جوتم میں سے گناہ سے ڈرتا ہو۔''

اگر شادی شدہ عورت کے لیے رجم کی سزا ہی ہوتو اس سزا کا نصف کیسے ہوگا؟ پس ایسی صورت میں سوکوڑوں کا نصف ۵۰ کوڑے ہی ہوگا۔ایک بات سمجھنے والی ہے کہ کوڑوں کی سزا عادی زنا کاروں کو جان سے مارنے کے لیے نہیں ہے بلکہ گناہ گار کو شرمندہ کرنا ہے کہ وہ آئندہ زنا سے بچے اور مشاہدہ کرنے والے لوگوں کے لیے باعث عبرت ہے۔اسلامی تعلیمات کے مطابق کوڑے کی ضرب صرف جلد تک رہنا ضروری ہے، گناہ گار کی ہڈیوں اور دوسرے اعضاء کا محفوظ رہنا ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کوڑا چمڑے کا ہی ہو۔ کپڑے یا کھجور کے پتوں کا کوڑا بھی ہوسکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک کمزور شخص کو جب ۱۰۰ کوڑوں کی سزا دی جانی تھی۔رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ بے حد کمزور ہے وہ یہاں نہیں آ سکتا۔اس پر آپؐ نے فرمایا کہ کھجور کی سوٹھنیاں اسے ایک بار ماردی جائیں۔

زنا کے اڈے چلانے والے،زنا بالجبر کے عادی،معصوم بچوں سے زیادتی کر کے ان کی جانوں کو خطرہ میں ڈالنے والے اور اپنی زنا کاریوں کا تذکرہ سرعام کرنے والے یقیناً سخت ترین سزا کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے سخت سزا بیان فرمائی ہے۔سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

''اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں بغیر اس (جرم) کے جو انہوں نے کمایا ہوتو انہوں نے ایک بڑے بہتان اور کھلم کھلا گناہ کا بوجھ اٹھالیا۔اے نبی! تُو اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر جھکا دیا کریں۔ یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑاتے پھرتے ہیں باز نہیں آئیں گے تو ہم ضرور تجھے (عقوبت کے لیے) ان کے پیچھے لگا دیں گے۔پھر وہ اس (شہر) میں تیرے پڑوس میں نہیں رہ سکیں گے مگر تھوڑا۔(یہ) دھتکارے ہوئے جہاں کہیں بھی پائے جائیں پکڑ لیے جائیں اور اچھی طرح قتل کیے جائیں۔''

جب مدینہ میں اسلام کا سورج طلوع ہوا تو مدینہ میں رہنے والے یہود زنا کاری کے اڈے چلاتے

تھےاور سر عام عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے اس لیے مسلمان خواتین کو پردے میں رہنے کا حکم دیا گیا تا کہ گندے یہودی یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم نے پہچانا نہیں اس لیے انہیں تنگ کیا۔ اور حکم دیا گیا کہ ان زنا کے اڈے چلانے والے اور شریف خواتین کو چھیڑنے والے دھتکارے ہوئے لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ اب یہاں بھی رجم کا ذکر نہیں ہے بلکہ قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسے عادی مجرموں کو حکومت کسی بھی طریقے سے سزائے موت دے سکتی ہے نہ کے انفرادی طور پر مولوی یا جرگے۔ کون نہیں جانتا کہ پاکستان میں ہزاروں بلکہ لاکھوں زنا کاری کے اڈے ہیں، گلیوں میں عورتوں کو تنگ کرنے والے اوباش لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں ہر سال سینکڑوں اجتماعی ریپ کے واقعات ہوتے ہیں، چھوٹے بچوں سے درندگی کے واقعات ہر روز ہوتے ہیں اور زیادتی کرنے والے عام طور پر مولوی، سیاست دان، استاد، رشتے دار اور محلے دار ہوتے ہیں، اس قماش کے لوگوں کی سزا صرف موت ہی ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ وہ گرفت سے پہلے توبہ کرتے ہوئے پاکباز بن جائیں۔ رجم رجم کا شور مچانے والے مولویوں کو رجم کے لیے کمزور بے بس اور مظلوم خواتین ہی رجم کی مستحق نظر آتی ہیں۔ بڑی بڑی داڑھیوں والے دھتکارے ہوئے مولوی نظر نہیں آتے جو بچوں اور عورتوں کی زندگیوں کو برباد کرتے ہیں۔ دے دیجیئے ان مولویوں کو اور دوسرے بد قماشوں کو جو معصوم بچوں اور مومن عورتوں کو درندگی کا نشانہ بناتے ہیں، رجم کی سزا۔ رجم رجم کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنی صفوں میں گھسے ہوئے ملعونوں پر ٹوٹ پڑیں اور انہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں۔ یا چھوڑیے رجم رجم کو اور ان جرائم میں گرفتار مجرمین کو پھانسی دلوانے کے لیے یک زبان ہو کر حکومت وقت سے مطالبہ کریں اور انصاف دینے والی عدالتوں کی دہلیز اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک ان مجرموں کے ڈیتھ وارنٹ جاری نہ ہو جائیں۔ مگر کیا کریں رجم رجم کرنے والے قاتلوں کی بھی رہائی چاہتے ہیں۔ ممتاز قادری جسے عدالت نے سزائے موت سنائی ہے اس بدنام قاتل کو چھڑانا چاہتے تھے۔ رجم رجم کرنے والے نہ خدا کی مانتے ہیں نہ عدالتوں کو کچھ سمجھتے ہیں۔ سپریم کورٹ کے جج صاحبان تعریف کے مستحق ہیں جنہوں نے کم از کم ایک فیصلہ تو بہادری سے دیا اور بدنام قاتل قادری اپنے انجام کو پہنچا۔

عصر حاضر میں ان بندر نما مولویوں کو رجم کی سزا ثابت کرنے کے لیے بندروں کی کرتوتوں کا سہارا لینا پڑ رہا ہے۔ اس لیے بار بار زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے ایک قصہ کو رجم کی سزا کے لیے ثبوت کے طور پر پیش

کرتے ہیں۔ یہ قصہ کچھ یوں ہے کہ ''حضرت عمرو بن میمونؒ فرماتے ہیں کہ:۔

''میں ایک دفعہ یمن میں اپنے ہاں کی بکریاں چرا رہا تھا اور میں ایک اونچی جگہ کھڑا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بندر، بندریا کو ساتھ لیے ہوئے آیا اور اس کے ہاتھ کو اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ اس کے بعد (پہلے کے مقابلے میں) نسبتاً کم عُمر کا بندر آیا۔ اُس نے بندریا کو آنکھ ماری تو اُس نے آہستہ سے بندر کے سَر کے نیچے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اس (نوجوان) بندر کے پیچھے چل پڑی۔ اس بندر نے اس کے ساتھ مُباشرت کی جسے میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر وہ لوٹی اور پہلے بندر کے سَر کے نیچے آہستہ سے اپنا ہاتھ دینے لگی۔ لیکن وہ گھبرا کر جاگ اُٹھا۔ اس نے (محسوس کیا دال میں کچھ کالا ضرور ہے) چنانچہ اس نے بندریا کو سونگھا تو سارا معاملہ سمجھ میں آ گیا۔ اُس نے دُہائی مچانا شروع کر دی۔ اس پر بہت سے بندر جمع ہو گئے۔ چنانچہ وہ بندر اِدھر اُدھر دوڑے اور اُس (مُجرم) بندر کو پکڑ لائے جسے میں پہچانتا تھا۔ اُنہوں نے اِن دونوں کے لیے گڑھا کھودا اور پھر انہیں سنگسار کر دیا۔'' (صحیح بخاری حدیث ۳۸۴۹، فتح الباری، شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۲۱)

اور تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد نمبر ۳۲ اور صفحہ ۱۳۴ کے مطابق رجم کی آیت رسولِ خُدا کے ہاں کی پالتو بکری کی نظر ہو گئی جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے سلسلہ میں تجہیز و تکفین میں مشغول تھیں۔ (یعنی اب حالت یہ ہے کہ وہ آیت تو موجود نہیں لیکن عمل اس کے مطابق کروانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں)

نام نہاد احمق مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ ''قرآن کریم میں بیان کردہ کوے والا واقع اگر قابل تقلید ہے تو بندر والا واقع کیونکر قابل تقلید کیوں نہیں ہوسکتا حالانکہ بندروں اور انسانوں کی عادات ملتی جلتی ہیں اور بندر انسانوں کی طرح کچھ شعور بھی رکھتے ہیں، اور انسانوں کی طرح زنا کو جرم سمجھتے ہیں؟''

کم عقل بندر نما نام نہاد مولویوں کو ہم بتاتے ہیں کہ کوے والی مثال قابل تقلید کیوں ہے؟ جناب اس لیے قابل تقلید ہے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور بندروں والی مثال بندر نما مولویوں کے لیے تو قابل تقلید ہوسکتی ہے مگر انسانوں کے لیے قطعاً نہیں کیونکہ سورۃ النور نے ایسی تمام مثالوں کا قلع قمع کر دیا ہے۔ اور شریعت محمدیہ انسانوں کو حیوانیت کے زہر سے بچانے کے لیے تریاق ہے۔

قارئین کرام ! یہ نام نہاد مولوی لوگ بھی عجب ذہنیت کے مالک ہیں کبھی کہتے ہیں بندروں کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے اور یہاں بندروں کے قبیلوں میں رجم کی سزا کو ثابت کرتے ہیں اور پھر اس بات پر مُصر ہیں کہ یہ سزا چونکہ بندر بھی دیتے ہیں اس لیے انسانوں پر بھی اس کا اطلاق ہونا چاہیے۔کاش عدالت عالیہ کم از کم ان بندر نما مولویوں کے لیے بندروں والی سزا پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کی ہدایت کر دیتی۔یاد رہے جہاں اسلامی حکومت نہ ہو وہاں اسلامی سزا نافذ نہیں ہوتی۔احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:۔

''بندر نچانا حرام ہے،اس کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔''

معزز قارئین!حدیث رسول اللہ ﷺ میں عُلماء سو کو بدترین مخلوق اور بندر بھی کہا گیا ہے۔مولوی صاحب کو یہ بھی لکھنا چاہیے تھا''(مولوی نما) بندروں کو کندھوں پر بٹھانا بھی حرام ہے'' جنہوں نے کم علمی کی وجہ سے،آج کل تو سمجھدار لوگوں نے بھی بندروں کو کندھوں پر بٹھا رکھا ہے۔بعض سیاسی لیڈر، مذہبی بندروں کو خوب نچاتے ہیں اور ان کا تماشہ دُنیا دیکھتی ہے۔غالبًا مولوی صاحب کہنا چاہتے ہیں کہ نام نہاد مولویوں کو نچانا اور پھر ان کا تماشہ دیکھنا حرام ہے۔اگر ایسی بات ہے تو ہم بھی ان کی حمایت کرتے ہیں اس اضافے کے ساتھ کہ جن مولویوں کو نچایا جا سکتا ہو اُن کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔سیاستدانوں سے بھی گزارش ہے کہ ان نام نہاد مولویوں کو اپنے کندھوں سے اُتار پھینکیں،شاید ان مولویوں کے بوجھ نے انہیں نا کارہ اور بے ضمیر کر دیا ہے۔یہ مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ رجم کیے جانے والے بندر جن تھے۔نام نہاد عقل سے عاری بے ہنگم مولویوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ بندر ان سے بہتر حالت میں ہیں کیونکہ وہ انسانوں کے فائدہ کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

اور علماء سو کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

''اسلام کا نام اور قرآن کے الفاظ باقی رہ جائیں گے مسجدیں بظاہر آباد مگر نور ہدایت سے خالی ہوں گی اور مسلمانوں کے علماء بدترین مخلوق ہوں گے۔'' (مشکوٰۃ کتاب العلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''یقیناً خدا کے نزدیک تمام جانداروں میں بدترین وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل نہیں کرتے۔''

(سورۃ الانفال آیت ۲۲)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''جنّتی مجرموں سے سوال کریں گے کہ تم کو کیا چیز دوزخ کی طرف لے گئی؟ ان کے جوابات میں ایک جواب یہ بھی ہوگا کہ ''اور بے حکمت باتیں کرنے والوں کے ساتھ مل کر بے حکمت باتیں کرتے تھے۔''

پھر ان مجرموں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''پس ایسے لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی۔ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے اس طرح منہ موڑتے ہیں، کہ گویا وہ ڈرے ہوئے گدھے ہیں، جو شیر کو دیکھ کر بھاگے ہیں؟'' (سورۃ المدثر آیات ۴۲، ۴۶، ۴۹ تا ۵۱)

عصر حاضر میں وہ نام نہاد مولوی جو بدوضع، ڈرے ہوئے گدھے کی طرح بے حکمت اور احمق ہیں اگر کوئی اچھی بات ان کے منہ سے نکل بھی جائے تو وہ بھی غلط محسوس ہوتی ہے۔

عصر حاضر میں ایسے نام نہاد مولویوں کی کمی نہیں ہے جو ایسے گدھے ہیں جو کتابوں کے بوجھ اٹھانے کے شرف سے بھی محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مُلّا کے شر سے بچائے۔ آمین۔

☆☆☆

احمدی نوجوان قمر الضیاء کا قتل

مورخہ یکم مارچ ۲۰۱۶ء کو کوٹ عبدالمالک ضلع شیخوپورہ میں مذہبی منافرت کی بناء پر احمدی نوجوان قمر الضیاء کو چھریوں کے وار کر کے گھر کے باہر قتل کر دیا۔ مرحوم نے والدہ، اہلیہ اور تین بچوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ بڑے بچے کی عمر آٹھ سال اور چھوٹی بیٹی کی عمر آٹھ سال ہے۔

وہ قوم جس میں مذہبی جنونیوں کو من مانی کرنے کی اجازت ہو وہ قوم کسی صورت میں بھی امن کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔ اگر پاکستانی قوم حقیقی امن کے مزے لینا چاہتی ہے تو اسے لازماً مذہبی درندوں کو قابو کرنا ہوگا۔ پاکستانی حکومت اور عوام کو چاہیے کہ ان مذہبی نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں سے وطن عزیز اور اس کے گلی محلوں کو پاک صاف کرنے جیسا مقدس کام زور شور سے فوراً شروع کریں اور آخری مذہبی جنونی کے خاتمہ تک اسے جاری رکھیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ان کے ہاتھ ارباب اختیار کے گریبان تک پہنچ جائیں گے۔

سب سے بڑا دُشمن شیطان ھے

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے دو راستے کھلے چھوڑے ہیں جنہیں خیر اور شر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔خیر کا راستہ وہ ہے جس پر چلنے سے اللہ تعالیٰ دلوں پر سکینت نازل کرتا ہے۔اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔اور جنتی راستے کی طرف راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء مبعوث کرتا ہے۔اور انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے پیغام کو نا صرف عام لوگوں تک پہنچاتے ہیں بلکہ اپنی زندگیوں کو ان کے لیے نمونہ بناتے ہیں۔اللہ تعالیٰ، ہر کامیابی کی کنجی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اُس کا تقویٰ اختیار کرے تو یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (سورۃ النّور آیت ۵۲)

شر کا راستہ وہ ہے جس پر چل کر انسان برباد حال ہو جاتا ہے۔اس راستہ پر لے جانے والا کردار راندہ ءدرگاہ یعنی دھتکارا ہوا شیطان ہے۔جو بھی اس کا چیلا بنتا ہے وہ اپنی دنیا و آخرت خراب کر بیٹھتا ہے۔اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو حکم دیتے ہوئے شیطان کے متعلق فرماتا ہے:۔

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دُشمن ہے۔'' (سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۸)

جو انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہر چیز کا خالق اور سب کو پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طابع کر دیتا ہے تو اس متقی انسان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''یقیناً اُسے (شیطان کو) اُن لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے ہیں اور اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔'' (سورۃ النمل آیت ۱۰۰)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اس کا (شیطان کا) غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اسے دوست بناتے ہیں اور اُن پر جو اُس (یعنی اللہ کا) کا شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (سورۃ النحل آیت ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ شیطان کے ساتھیوں کی پہچان سورۃ النساء کی آیت ۳۹ میں کچھ یوں کراتا ہے:۔

''اور وہ لوگ جو اپنے اموال لوگوں کے سامنے دکھاوے کی خاطر خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ یوم آخر پر۔ اور وہ جس کا شیطان ساتھی ہو تو وہ بہت ہی بُرا ساتھی ہے۔''

شیطان سے دوستی کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت ۱۲۰ میں فرماتا ہے:۔

''اور جس نے بھی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا تو یقیناً اس نے کھلا کھلا نقصان اٹھایا۔''

اگلی آیت میں شیطان کی شیطانیوں کے متعلق فرماتا ہے:۔

''وہ اِنہیں وعدے دیتا ہے اور اُمیدیں دلاتا ہے، اور دھوکے کے سوا شیطان اِن سے کوئی وعدہ نہیں کرتا۔'' (سورۃ النساء آیت ۱۲۱)

اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں کسی طرح کے دین میں جبر کی اجازت نہیں دیتا۔ جو خود بخود شیطان کی ہمراہی قبول کرلے اس پر بھی جبر کی اجازت نہیں ہے۔ ایمان لانے والے اللہ کی پناہ میں آجاتے ہیں۔ اور شیطان کی پیروی کرنے والے گمراہی کی دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گُمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اُس نے ایک ایسے مظبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔'' (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۷)

ایمان لانے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ایمان یافتہ مومنوں کو اندھیروں سے نکال لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور شیطان کے دوستوں کے ضمن میں فرماتا ہے:۔

''اللہ اُن لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ اُن کو اندھیروں سے نُور کی طرف نکالتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کُفر کیا اُن کے دوست شیطان ہیں۔ وہ اُن کو نُور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اِس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔'' (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۸)

یہ بھی ایک اہم بات ہے کہ شیطان کے دوست اس خوش فہمی میں بھی مبتلا رہتے ہیں کہ ہم ہی ہدایت یافتہ ہیں۔ ہر قسم کی شیطانیاں مذہب کا نام لے کر کرتے ہیں۔ان کی گمراہی کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف کی آیت ۳۱ میں فرماتا ہے:۔

''ایک گروہ کو اس نے ہدایت بخشی اور ایک گروہ پر گُمراہی لازم ہوگئی۔ یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خُدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔''

مندرجہ بالا مقدس آیات قرآنیہ کے مطالعہ سے ایک بات واضح ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔شیطان ملعون کے جھانسے میں آ کر انسان ایسے ایسے لعنتی کام کرتا ہے جنہیں دیکھ کر شیطان بھی اپنی شیطانیوں کو ادنیٰ سمجھ کر ایسے انسانوں سے دور رہتا ہے۔ ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ شیطانی کام ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو شرک کرنے والے سے سخت نفرت ہے۔اور جب انسان کسی بھی قسم کی برائی کرتا ہے تو وہ دراصل شیطان کی تابعداری کرر ہا ہوتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے باپ سے کہا تھا:۔

''اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر۔شیطان یقیناً رحمان کا نافرمان ہے۔اے میرے باپ! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ رحمان کی طرف سے تجھے کوئی عذاب پہنچے۔پس تُو (اُس وقت) شیطان کا دوست نکلے۔ (سورۃ مریم آیات ۴۵،۴۶)

اس دور میں اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں سیاست دانوں، مذہبی لیڈروں اور عام عوام کی اکثریت پر شیطان نے کنٹرول حاصل کرلیا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بالخصوص اسلامی دنیا اور بالعموم دوسری دنیا ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا ہے۔اللہ تعالیٰ شیطان کے چیلوں کے متعلق فرماتا ہے:۔

''شیطان ان پر غالب آ گیا۔پس اُس نے انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا۔یہی شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار! شیطان ہی کا گروہ ہے جو ضرور نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' (سورۃ المجادلہ آیت ۲۰)

عصر حاضر میں شیطان کے غلبہ ہونے کی وجوہات میں سب سے بڑی وجہ اپنے اعمال سے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنا ہے۔اور ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ میں فرماتا ہے:۔

''یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہی انتہائی ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔'' (سورۃ المجادلہ آیت ۲۱)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

''اور تُو میرے بندوں سے کہہ دے کہ ایسی بات کیا کریں جو سب سے اچھی ہو۔یقیناً شیطان اُن کے درمیان فساد ڈالتا ہے۔شیطان بے شک انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے۔'' (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۴)

اس آیت میں بیان کردہ نصیحت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مسلمان شیطان کے چیلے بن کر اپنی اتحاد وقوت جیسی قیمتی مالا کو توڑ کر بے وقعت ریزوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔اس وقت حکمران، مذہبی لیڈر اور عوام الناس نے یوں لگتا اپنے فیصلوں کا اختیار شیطان کو دے رکھا ہے۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''وہ چاہتے ہیں فیصلے شیطان سے کروائیں جبکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس کا انکار کریں۔اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ وہ انہیں دُور کی گمراہی میں بہکا دے۔'' (سورۃ النساء آیت ٦١)

عصر حاضر میں مسلمانوں کی حالت زار صاف بتا رہی ہے کہ ان سے کوئی بہت بڑی غلطی ہوئی ہے جس کی پاداش میں انہیں ذلت ورسوائی کا سامنا ہے اور بے بسی ومسکنت کی ایسی مار پڑ رہی ہے کہ جینا حرام ہو گیا ہے۔یہ تو کسی بھی صورت میں ممکن نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزاروں کو ذلت ورسوائی ہلاک کر دے۔ہاں شیطان کے پیروکار امن وسلامتی سے گمراہ ہونے کی وجہ سے دور سے دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔اور شیطان کی فرمانبرداری کرنے والوں پر اللہ لعنت ڈالتے ہوئے فرماتا ہے:۔

''وہ جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب ناک ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سؤر بنا دیا۔جبکہ انہوں نے شیطان کی عبادت کی۔یہی لوگ مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بدتر اور سیدھی راہ سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (سورۃ المائدہ آیت ٦١)

اس سے زیادہ بدقسمت کون ہوسکتا ہے جس پر اللہ لعنت کرے۔عصر حاضر میں بھی ہمیں بکثرت بندر اور سؤر کی خصلت رکھنے والے انسان اسلامی اور غیر اسلامی دنیا میں نظر آتے ہیں۔بے شمار نام نہاد مولوی رنگ برنگے جبہ ودستار میں ملبوس اور عجیب وغریب حلیے میں خود کو عالم دین ثابت کرنے کی کوشش کرتے

ہیں۔ان کی کوشش ایسے ہی ہے جیسے بندر انسانوں کی نقل اتارتا ہے اور رہتا بندر ہی ہے ۔سؤر جیسی گندی حرکات کرنے والے بھی پارلیمنٹ ،مساجد،اسکولوں ،مدرسوں وغیرہ میں بکثرت موجود ہیں۔ان بندروں اور سؤروں کی یہ بھیانک حالت شیطان کی پرستش کرنے کی وجہ سے ہے۔شیطان ابن آدم کا شروع سے ہی دشمن ہے اللہ تعالیٰ آدم اور انکی بیوی کے متعلق فرماتا ہے:۔

''پس شیطان نے ان دونوں کو اس (درخت) کے معاملہ میں پھسلا دیا پس اس سے انہیں نکال دیا جس میں وہ پہلے تھے۔'' (سورۃ البقرہ آیت ۳۷)

اگلی آیت میں اللہ فرماتا ہے''پھر آدم نے اپنے ربّ سے کچھ کلمات سیکھے۔پس وہ اس پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا۔یقیناً وہی بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔''

سچی توبہ اللہ کے فضل سے سابقہ گناہوں کو ختم کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔شیطان کی تدبیر یقیناً کمزور ہوتی ہے۔(سورۃ النساء) اللہ نے اسکی کاروائیوں سے بچنے کا گُر اس طرح بیان کیا ہے:۔

''اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ ۔یقیناً وہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔یقیناً وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے انہیں کوئی تکلیف دہ خیال پہنچے تو وہ بکثرت ذکر کرتے ہیں پھر اچانک وہ صاحب بصیرت ہو جاتے ہیں۔''

(سورۃ الاعراف آیات ۲۰۱،۲۰۲)

معزز قارئین! شیطان سے بچنے کا جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اللہ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

شیطان کے حیثیانہ حملوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ سے بڑھ کر کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔انسان کا ذاتی طور پر شیطانی حملوں کا روکنا ممکن نہیں ہے۔ایک ہی راستہ ہے کہ اس شیطان نام کے کتے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑایا جائے۔ورنہ شیطان کی مکاری کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''شیطان کی مثال کی طرح جب اس نے انسان سے کہا انکار کر دے۔پس جب اس نے انکار کر دیا تو کہنے لگا کہ یقیناً میں بری الذمہ ہوں۔یقیناً میں تو تمام جہانوں کے ربّ، اللہ سے ڈرتا ہوں۔'' (سورۃ الحشر آیت ۱۷)

یقیناً شیطان فقر سے ڈراتا ہے۔فقر کے معنی غربت اور ریڑھ کی ہڈی کے ٹوٹنے کے بھی ہیں۔ شیطان فحشاء کا حکم دیتا ہے اور انسان کو یقین دلاتا ہے کہ نیک کاموں پر خرچ کرنے سے تم کمزور ہو جاؤ گے۔ ہر قسم کی برائیوں کو اچھا کر کے دکھاتا ہے۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر انسان کے اندر نیکی کا مادہ موجود رہتا ہے۔ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ انسان ایک وقت میں صداقت کے دشمن ہوتے ہیں پھر ان میں ایسی تبدیلی پیدا ہوتی ہے کہ وہ صداقت کے لیے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتے۔ابتدائے اسلام میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عکرمہؓ اور حضرت وحشیؓ بہت بڑی مثال ہیں۔حضرت عمرو بن العاصؓ ایک مشہور صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں نے کہا ہے کہ ”ایک زمانہ مجھ پر ایسا گزرا جس میں آنحضرت ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اور میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پا کر آپ کو قتل کر دوں، اگر اس حالت میں مر جاتا تو میرے لیے دوزخ یقینی تھی، پھر اللہ عزوجل نے میرے دل میں اسلام ڈالا، میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہاتھ پھیلائیے میں بیعت کروں گا، آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے سمیٹ لیا، فرمایا عمرو بن العاصؓ! تم کو کیا ہو گیا میں نے عرض کیا میں ایک شرط چاہتا ہوں، فرمایا وہ کونسی شرط ہے، میں نے عرض کیا میری مغفرت ہو جائے، فرمایا، عمرو بن العاصؓ! کیا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام اپنے پہلے تمام گناہوں کو کالعدم کر دیتا ہے، ہجرت اپنے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، حج اپنے پہلے کے گناہوں کو گرا دیتا ہے، اس کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نہ میرا کوئی محبوب رہا اور نہ ان سے زیادہ میری نگاہ میں کوئی بزرگ باقی رہا، میں آپ کی انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے آپ کو نظر بھر نہیں دیکھ سکتا تھا اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے تو میں نہیں بتا سکتا کہ میں نے نظر بھر کبھی دیکھا ہی نہیں۔“

ہر انسان کے اندر نیکی کا مادہ موجود ہے اور سب کی روح جانتی ہے کہ اس کا ایک رب ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اور (یاد کرو) جب تیرے ربّ نے بنی آدم کی صُلب سے ان کی نسلوں (کے مادّہ تخلیق) کو پکڑا اور خود انہیں اپنے نُفوس پر گواہ بنا دیا (اور پوچھا) کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں۔مبادا تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے یقیناً بے خبر تھے۔“

اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو شیطان کی مکّاریوں سے بچائے۔اور سیدھا رستہ دکھائے۔آمین۔

اماموں کی وجہ سے مساجد کا خاتمہ

مسلم اکثریت والی وسطی ایشیائی ریاست تاجکستان میں اسلامی نام رکھنے اور حجاب پر پابندی کے بعد مساجد کو قہوہ خانوں، سلائی کڑھائی سکھانے اور بچوں کے کھیل کود کے مراکز میں تبدیل کیا جارہا ہے۔خوجاند شہر کے میئر کا کہنا ہے کہ ان مساجد کو اس طرح کے مراکز میں تبدیل کیا جارہا ہے جنہیں حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری زمین پر بنایا ہے اور شہر کی وہ تمام مساجد جو ۱۰۰ مربع میٹر پر بنائی گئی ہیں، بند کی جارہی ہیں۔چیئرمین بلدیہ نے شہر کے علماء کرام اور مساجد کے خطباء کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے انہیں اسلامی شریعت کے اصولوں کے بارے میں جاہل مطلق قراردیا۔ (بشکریہ۔روزنامہ جنگ ۱۹ فروری ۲۰۱۶ء)

پاکستانی اماموں کے بارے میں جنرل ضیاء الحق نے کہا تھا کہ ’’ جمعرات کی روٹیوں پر تکیہ کرنے والوں سے قوم کیا توقع کرسکتی ہے۔ملک میں اس وقت تقریباً ۵۵ ہزار امام مسجد ہیں جن میں سے صرف ۸ ہزار ایسے ہیں جنہوں نے درس نظامی تعلیم حاصل کی جبکہ ۳۶ ہزار نیم تعلیم یافتہ اور ۱۱ ہزار سفید ان پڑھ ہیں اور یہ ان پڑھ بھی اپنے آپ کو امام مسجد قرار دیتے ہیں۔انہوں نے کہا ان اماموں سے قوم کیا توقع کرسکتی ہے جو صرف جمعرات کی روٹی پر تکیہ کر کے جی رہے ہیں جبکہ قوم کو حقیقی اماموں کی ضرورت ہے۔‘‘ (جنگ لاہور یکم فروری ۱۹۸۵ء)

جس درس نظامی تعلیم کو حاصل کر کے امام بنتے ہیں کے متعلق مولوی طاہر القادری کہتے ہیں:۔

’’دوسری اہم وجہ ہمارے علماء کرام کے اَذہان میں پایا جانے والا ایک غلط تصوّر رہے کہ ہمارے ہاں مدارسِ اسلامیہ کے نصاب ’’درس نظامی‘‘ میں صدیوں سے جو فلسفہ پڑھایا جارہا ہے وہ اسلام سے ماخوذ ہے۔یہ تصوّر ہی حقیقت کے خلاف ہے، کیونکہ وہ فلسفہ بنیادی طور پر اِسلامی نہیں بلکہ یونانی فلسفہ ہے۔ہمارے بعض کم نظر علماء وہ کتابیں پڑھ کر یہ تمیز بھول گئے ہیں کہ وہ فلسفہ یونانی ہے قرآنی نہیں۔‘‘ (اسلام اور جدید سائنس از طاہر القادری صفحہ ۷۰)

اور مسلمانوں کی حالت کے متعلق رپورٹ ہے کہ ’’اس وقت کرّہ ارض پر مسلمانوں کی تعداد قریباً ایک ارب ہے ان میں سے تقریباً ۶۰ کروڑ اَن پڑھ اور بالکل ناخواندہ ہیں۔بیشتر قرآن ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔‘‘ (ہفتہ وار سائنس میگزین ۱۶ جون ۱۹۸۹ء صفحہ ۸) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نام نہاد مولویوں کے سایے سے بھی بچائے اور حقیقی علماء کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔۔

☆☆☆

کا ہے کو کہو اہلِ کرامات ہیں لوگو
بک بک جو کریں اہلِ خُرافات ہیں لوگو

قبضہ بھی تجاوز بھی سیاست ہیں مساجد
بت خانۂ و کعبہ تو مزارات ہیں لوگو

غافل نہیں خدمتِ شیطاں سے مسلماں
ابلیس کی بھی کرتے مُدارات ہیں لوگو

اِک حشر بپا ہے کہ یہ اُمتّ ہے نزع میں
مُلاّؤں کے سارے یہ اضافات ہیں لوگو

گر ہزاروں میں طبعی موت مرتے ہیں
تو لاکھوں غیر طبعی اموات ہیں لوگو

اجداد پرستی ہو یا خود اپنی ہی پوجا
اسبابِ انا مرگِ مُفاجات ہیں لوگو

کافر ہے فلاں اور فلاں سخت ہے مرتد
مُلاّ کی یہ اسلامی مُہمّات ہیں لوگو

ٹرّاتے ہیں قصّوں پہ جو نادان سے واعظ
بے فیض و عمل مینڈکِ برسات ہیں لوگو

اب سجدۂ توبہ سے ہی اُمتّ سے ٹلیں گے
اعمال کے سارے جو مُکافات ہیں لوگو

تسکینِ دِل و جان حسؔن مانگ خدا سے
مل جائیں تو مولا کے تحیّات ہیں لوگو

RH DREAM EVENTS LIMITED
TEL: 020 3674 7909
MOB: 077 9299 8973
Venue Hire
Decoration
Catering
Cutlery & Crockery
Service Staff
Package Price
Event Management
Cinematic Videography
Photography
DJ-Dhoolchi
Chauffeur Service
2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)
Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

عرضِ ناشر

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے چیف ایڈیٹر رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن محترم رانا محمد حسن صاحب کی نئی کتاب ''گونگی شرافت'' شائع کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ موصوف کی ہر ایک کتاب میں ان کا دکھی انسانیت سے محبت کا جذبہ جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ اسی پر خلوص جذبے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے ''**خزینۃ الشفاء** ''، ''**امراضِ خواتین** ''، ''**امراضِ مردانہ** '' تحریر کروائیں۔ اور پھر موصوف نے ''**سائبان**'' کے نام سے کتاب تحریر کر کے انسانیت کی خدمت کی۔ اس کتاب میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں والدین، خواتین اور بچوں کے حقوق و فرائض بیان کیے گئے ہیں۔ ''**وارثانِ ابوجھل** '' میں موصوف نے نام نہاد مذہبی و سیاسی شخصیات کے چمکتے دمکتے چہروں سے پردہ ہٹا کر ان کے اصل کریہہ چہرے دکھائے ہیں۔ اسی طرح ایک اور کتاب ''**علماء سو** '' میں اختلافی مسائل جیسے کہ توہین مذہب، فرقہ واریت، ختم نبوت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی، دجال اور قیامت کی نشانیوں پر تفصیل سے بات کی ہے۔

اللہ تعالیٰ محترم رانا صاحب کو صحت و سلامتی والی فعال اور لمبی زندگی عطا فرمائے اور انسانیت کی بھلائی کی خاطر انہیں مختلف موضوعات پر لکھنے کی توفیق بھی دیتا چلا جائے۔

آمین یا ربّ العالمین۔

طالب دُعا

محمد ثاقب رشید